ا

فہرس مضامین کتاب معارج الدین حصہ اول

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ	۱	ڈارون کی کتاب اصل انواع کا ملخص	۲۱
باب اول	۵	ارتقاء انسان	۲۴
سائنس کی کائنات ۔ تمہید	۵	سلولر تھیوری یعنی مسئلہ بیوت اور ارتقاء حیات مع نقشہ	۲۷
مونزم یعنی مسئلہ توحد	۶	انتباہ	۲۷
ارتقا کا مفہوم	۷	مسئلہ ارتقاء میں ڈاکٹر ویلس کی مشہور ترمیم	۳۰
سائنس کی تعریف	۸	**باب دوم**	
انتباہ	۸	سائنس مذہب کی روشنی میں	۳۱
اصول موضوعہ	۹	سائنس اور مذہب کے فلسفہ کا اصل اختلاف	۳۱
حرکت	۱۰	تشبیہ اور تنزیہ کی اصلیت	۳۴
ایتھر	۱۰	مسئلہ ارتقا اسلام کی روشنی میں	۳۶
تخلیق عالم	۱۲	ارتقای آیندہ	۴۲
انتباہ	۱۳	مسئلہ ارتقا اور تعلیم دین	۴۳
مسئلہ ضبابۃ النجوم	۱۴	انتباہ	۴۵
نظام شمسی	۱۵	یورپ نے مسئلہ ارتقا سے کیا سیکھا	۴۸
کرۂ زمین	۱۶	**باب سوم**	۵۰
زمین کی عمر	۱۶	معمای حیات	۵۰
زمین کے قرون ماضیہ کے چار دور مع نقشہ	۱۸		
چارلس ڈارون	۱۹	منازل ثلاثہ حیات	۵۲

مضمون	صفحہ
پروفیسر شیفر کا افتتاحی ایڈریس	۵۵
مادیت کا کفر ٹوٹتا ہے۔	۵۷
یسئلونک عن الروح۔ الایہ کے لطائف	۶۰
خواب زندگی (نظم)	۶۲
باب چہارم	۶۳
حیات بعد الموت	//
موازنہ معلومات سائنس و مذہب	۶۵
۱۔ مصریون کے عقائد	۶۷
ماخذ	//
عقائد	//
۲۔ ہنود کے عقائد	۷۰
انتباہ	۷۲
آتمان یعنی روح	//
مذہب بودھ کا نروان	//
ویدانت	۷۵
۳۔ یونانیون کے عقائد	۷۶
مسٹریز یا اسرار	//
سقراط کی موت کا سین افلاطون کے قلم سے	۷۸
افلاطون الٰہی	۸۱
ارسطو	۸۲

مضمون	صفحہ
۴۔ زرتشتیون کے عقائد	۸۳
۵۔ یہود کے عقائد	۸۵
تحقیق مسیحا	۸۸
۶۔ عیسائیون کے عقائد	۹۱
حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے کا واقعہ	۹۶
واقعہ صلیب کے متعلق کلام مجید کی شہادت	۹۹
انتباہ	۱۰۲
سینٹ پال کی تعلیمات	۱۰۳
مکاشفات یوحنا	۱۰۵
انتباہ	۱۰۷
دجال کی اصلیت	۱۰۹
۷۔ عقائد اسلام	۱۱۰
جمع و ترتیب کلام مجید	
حقیقت معاد	۱۱۸
دو اصول	//
آیات	۱۱۹
(۱) امثال	//
(۲) خواب	۱۲۰
(۳) حشر و نشر۔ اقوال خمسہ	۱۲۲
(۴) قیامت	۱۲۵
(۵) بہشت دوزخ	۱۲۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

جنگ طرابلس اور بلقان کی یہ خصوصیت خاص طور سے یادگار رہیگی کہ اسکے باعث سے مسلمانان عالم غفلت کی گہری نیند سے چونک پڑے ہین اور اپنی حالت زار کا احساس پیدا ہو گیا ہی۔ گذشتہ سال اطالیہ کی حرمین شریفین پر حملہ کرنے کی کوشش نے یہ ثابت کر دیا کہ دشمنان دین نہ صرف اسلامی حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتے ہین بلکہ اسلام کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹانا چاہتے ہین۔ ایسی خطرناک حالت مین ہر مسلمان کا فرض ہی کہ جنگ یا صلح ہر صورت مین اسلام کی حمایت کے واسطے جس طور سے ممکن ہو کمر بستہ رہے۔

اس فرض کا احساس کرکے اور زمانہ کا یہ رنگ دیکھکر کہ علم دین کی طرف سے لوگ کیسے غافل ہین مین نے ارادہ کیا کہ علوم جدیدہ کے طیارون سے جو شکوک و اعتراضات کے گولے دشمنان دین برسا رہے ہین انکے شر سے حرم اسلام کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے چنانچہ مین نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا۔ دوران تحریر مین اگرچہ بلاد اسلامیہ کی تباہی اور بربادی کے خونی مناظر ہوش اُڑا دیتے تھے اور زوال حکومت سے قومی مذلت کا

ہولناک نقشہ آنکھون کے سامنے کھینچکر طبیعت کو بے قابو کردیتا تھا لیکن خدای پاک کی اس بشارت سے

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ (سورۂ صف)	اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے سب دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرک برا مانین۔

دل قوی رہا اور ایک ہاتھ مین قلم اور دوسرے سے کلیجہ تھامے ہوے اپنے فرض کو خاموشی سے ادا کرتا رہا۔ شکر ہے کہ حصۂ اول پورا ہوگیا۔ چونکہ معرفت نفس معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے اسیلیے پہلے روح اور معاد سے بحث کی ہے۔ باب اول مین مسائل سائنس کا ایک مختصر مگر مسلسل خاکہ کھینچا گیا ہے تاکہ آیندہ ابواب مین جہان ان مسائل سے استشہاد کیا گیا ہے ناظرین کو سمجھنے مین سہولیت ہو۔ آیندہ حصّون مین انشاءاللہ تعالی وجود باری نبوت بقیہ عقائد اور اعمال سے بحث ہوگی وباللہ التوفیق۔

اس حصّہ کی تالیف مین مہاراجہ صاحب گائیکواڑ کے مشہور کتب خانہ سے مدد لیگئی ہی۔ جن کتابون سے خاص طور پر استفادہ کیا گیا انکے نام مع اسامی مصنّفین ذیل کے نقشہ مین درج ہین۔

غیر اسلامی		اسلامی	
نام مصنف	نام تصنیف	نام مصنف	نام تصنیف
ڈارون	دی آریجن آف اسپیشیز (اصل انواع)	بخاری و مسلم	صحیحین
	ڈسنٹ آف مین (ہبوط انسان)	محمد ابن حزم	الفصل فی الملل والاہواء والنحل
	سوانح عمری و خطوط	امام غزالی	احیاء العلوم ـ المضنون بہ علی غیر اہلہ

نام مصنف	نام تصنیف	نام مصنف	نام تصنیف
اسپنسر	فرسٹ پرنسپلز (اصول اولیہ)	شاہ ولی اللہ	حجۃ اللہ البالغہ
ہیکل	رڈل آف دی یونیورس (معمائے کائنات)		تفہیمات الٰہیہ
	لاسٹ لنک (حلقہ آخر)	جلال الدین سیوطی	اتقان فی علوم القرآن
آلیور لاج	ماڈرن ویوز آن میٹر (مادہ کے متعلق جدید آرا)	امام رازی	تفسیر کبیر
		شہرستانی	الملل والنحل
	مین اینڈ دی یونیورس (انسان و کائنات)		
اڈورڈ کلاڈ	دی اسٹوری آف کری ایشن (ذکر تخلیق)		
ہکسلی	مینز پلیس ان نیچر (فطرت میں انسان کا درجہ)		
ویلس	ڈارونزم (ڈاروینیت)		
	ونڈرفل سینچری (عجیب صدی)		
میکس مولر	سائنس آف ریلجن خطبات وغیرہا		
اسٹورٹ اینڈ ٹیٹ	ان سین یونی ورس (عالم غیب)		
ہافڈنگ	تاریخ فلسفہ		
زلر	تاریخ فلسفۂ یونان		
رینان	لائف آف کرائسٹ (حیات مسیح)		
افلاطون	مکالمات		
	سلسلۂ کتب مقدسہ مشرق مرتبۂ مستشرقین یورپ		

نام مصنف　　　نام تصنیف

سلسلۂ کتب مذاہب قدیم
یونان۔ مصر۔ بابل وغیرہما
انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن۔
انسائیکلو پیڈیا برٹینکا۔
توراۃ۔ اناجیل۔ اوستا وغیرہما۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے محض ان تصانیف سے فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ

ہرچہ کردم ہمہ از دولت قرآن کردم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ۔ فقط

نواب علی

بڑودہ (گجرات)

باب اول

سائنس کی کائنات

تمہید انیسوین صدی عیسوی مین یورپ نے جسطرح عجیب و غریب آلات حرب ایجاد
کرکے کشمکش حیات کے میدان کو سخت ہولناک بنادیا اسیطرح سائنس نے جدید تحقیقات
اور انکشافات کی روشنی مین مذہب پر اس زور و شور سے حملے کیے ہین کہ گویا اب
اسکو نیست و نابود کردیگا۔

یہ حملے اگرچہ براہ راست عہد عتیق اور جدید کی مروجہ اناجیل پر ہوے جسکا یہ نتیجہ نکلا کہ
یہ الہامی کتابین پایۂ صداقت سے گرگیین اور کلیسا کی حکومت زیر و زبر ہوگیی لیکن
یہ معرکہ ایسا نہ تھا جسکا اثر ایک ہی مذہب تک محدود رہتا مثلا توریت کی کتاب پیدایش
مین عالم کا چھ دن مین پیدا ہونا۔ قصۂ آدمؑ و حوا۔ طوفان نوحؑ کی سرگذشت اور دنیا
کا از سر نو آباد ہونا غرض کہ اس قسم کے روایات علم طبقات الارض اور علم ہیئت کے
انکشافات سے قابل وثوق نہ رہین لیکن ساتھ ہی علے العموم یہ خیال بھی پھیل گیا کہ
رب السموات والارض نہ قادر مطلق ہے نہ خالق برحق اور نہ کائنات مین اسکی مداخلت
کی ضرورت ہے۔ یا مثلاً روح القدس کی وساطت سے مسیحؑ کی پیدایش اور معجزات کا
ظہور۔ گنہگار انسان کی نجات کے واسطے کفارہ کے طور پر ابن اللہ کا مصلوب ہونا
اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر چڑھ جانا غرض کہ یہ عقائد جو مسیحی مذہب کی روح روان
ہین این تھروپولاجی (علم الانسان) اور مسئلۂ ارتقا کی رو سے

قابل اعتبار رہے لیکن ساتھ ہی خدا۔ روح۔ اور معاد کے عقائد بھی جو مذہب کے مایۂ خمیر ہین مذبذب ہو گئے اور دہریت اور الحاد کی وبا عام طور سے پھیل گئی۔

ہمارے زمانہ کا اب رنگ ہی بدل گیا ہے۔ شخصی آزادی کا دور ہے۔ واقفیت کے وسائل اور اطلاع کے ذرائع آسان ہو گئے ہین اور علم کے "شجر ممنوعہ" کا پھل سر بازار بک رہا ہے۔ جن مسائل پر گفتگو کرنا عوام کے واسطے مضر تھا آج اُنھین پر بیدھڑک جرح ہو رہی ہے جن اسرار اور رموز پر ادب اور تعظیم کا پہرہ تھا اور صرف خواص تک محدود تھے آج عامیون کے تختۂ مشق ہین۔ ایسے فتنہ اور آشوب کے زمانہ مین سچی حمایت دین اسکا نام ہے کہ سائنس اور مذہب کے اصول و فروع کو انصاف اور تعمق کی نظر سے دیکھکر اصل حقیقت کو آئینہ کرنا چاہیے تاکہ جن قلوب پر سائنس کا رعب چھایا ہوا ہے اور اسلیے مذہب کو کھینچ تان کر سائنس کے ہر مسئلہ سے مطابق کرنا چاہتے ہین یا جو طبائع متبعین سائنس کے ہر قول کو آمنّا و صدّقنا کہکر قبول کر لیتے ہین مگر مذہب کے نام سے چڑھتے ہین اور منہ بنا کر قلوبنا غلف[1] کا فقرہ چست کرتے ہین حقیقت حال سے واقف ہو جائین ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان   تا سیہ روی شود ہر کہ درو غش باشد

چونکہ اس کتاب مین جا بجا مسائل سائنس کا حوالہ دیکر بحث کیجائیگی اسلیے سب سے پہلے ہم تعلیمات سائنس کا ایک مختصر مگر مسلسل عام فہم خاکہ ناظرین کی سہولیت کیواسطے پیش کرتے ہین۔

مونزم یعنی مسئلہ توحد

سائنس کے مختلف علوم و فنون کے انکشافات گذشتہ صدی کے آغاز تک ایک مستقل جداگانہ حیثیت رکھتے تھے اور ایک کو دوسرے سے کچھ تعلق نہ تھا لیکن اب یہ کڑیان آپس مین ملکر ایک مضبوط زنجیر بن گئی ہین مثلاً علم ہیئت

[1] یہود مدینہ کلام مجید کو سنکر اپنے معلومات کے زعم مین کہتے تھے قلوبنا غلف۔ یعنی ہمارے دلون پر غلاف ہے مطلب یہ کہ تعلیمات قرآنی کا ہم پر کچھ اثر نہین ہو سکتا ۱۲

مین اجرام علوی کی تخلیق اور نظام کو کمسٹری (کیمیا) اور فزکس (طبیعات) سے کچھ تعلق
نہ تھا لیکن آلات جدید اسپکٹراسکوپ اور فوٹومیٹر کی ایجاد اور سنہ ۱۸۶۰ء مین علمای سائنس
کرخف اور بنسن کی توضیحات متعلق انعکاس انوار نے علم ہیئت کو کیمیا اور طبیعات
سے متحد کردیا اور آخر یہ ثابت ہوا کہ کائنات کے ہر حصہ مین خواہ اعلے ہو یا اسفل ایک ہی قسم کا
مادہ سائر و دائر ہی جس کے جواہر فردہ متحد الحقیقۃ ہین-

ہمارے زمانہ کا مشہور ماہر سائنس ہیکل اپنی کتاب رڈل آف دی یونیورس
(معمای کائنات) کے باب ہستم مین کہتا ہی

"کائنات کی کیمیاوی اور طبعی اتحاد کا عقیدہ توحید بے شبہہ وہ قیمتی اصول حقہ ہی جو
ہمین علم ہیئت کی اس شاخ سے حاصل ہوا ہی جسکا نام "اسٹروفزکس ہے" اور
جو ژولنر کی طرف منسوب ہے- اسیطرح وہ علم بھی راسخ ہی جسکی بنا پر یہ دریافت
ہوا ہے کہ وہی قوانین قدرت جنپر زمین کے مادی نظام کا عمل ہی کائنات کے
لامتناہی سلسلہ مین ایک ہی قاعدہ کی پابندی سے نافذ ہین"

ہیکل کا عقیدہ "توحد" متکلمین اسلام کے مسئلہ تماثل اجسام کی آواز بازگشت ہی لیکن
فرق یہ ہے کہ متکلمین نے اس مسئلہ سے خدا کے قادر مختار ہونے پر استدلال کیا[1]- لیکن ہیکل خالق
قدیر کا منکر ہو کر خود کائنات کو خدا سمجھتا ہی- اسکے متعلق ہم باب دوم مین بحث کرینگے-

ارتقا کا مفہوم

غرض کہ اب اس بیسوین صدی مین سائنس نے گویا اپنا نظام شمسی
مرتب کرلیا ہی- اس نظام کا آفتاب مسئلہ ارتقا ہے جسکے گرد دیگر مسائل
گردش کرتے ہین- عام طور سے ارتقا کے یہ معنی سمجھے جاتے ہین کہ ڈارون نے انسان کو ترقی یافتہ
بندر ثابت کیا ہی لیکن حقیقت مین اسکا مفہوم وسیع ہے- گرینٹ الن رکھتا ہی-

[1] شرح مقاصد- علامہ تفتازانی لکھتے ہین
وھذا اصل تبتنی علیه کثیر من قواعد الاسلام کاثبات القادر المختار وکثیر من احوال النبوۃ والمعاد
یہ ایک جڑ ہی جسپر اسلام کے بہت سے اصول مبنی ہین مثلا قادر مختار کا ثبوت اور نبوت اور آخرت کی بہت سی کیفیتین ۱۲

"نصرف انسان بلکہ کائنات کے تمام اشیا مدتہاے دراز سے بتدریج ترقی کے زینہ پر چڑھتے ہوے اور مختلف زمانون مین رنگ برنگ صورتین اور ہزارون قالب بدلتے ہوے موجودہ حالت پر پہونچے ہین"

اس طور سے یہ مسئلہ دو حصون مین منقسم ہے۔

(۱) ارتقاء اجسام غیر عضوی یعنی آسمان اور اُسکے اجرام۔ زمین اور عالم جمادات۔ اس بحث کا تعلق خاصکر علم ہیئت۔ طبیعیات۔ اور طبقات الارض سے ہے۔

(۲) ارتقاء اجسام عضوی یعنی نباتات۔ حیوانات۔ اور انسان۔ ڈاروِن نے پہلے ارتقاء انواع کے اصول دریافت کیے۔ ہکسلی اور ہیکل نے ان اصول کی تائید مین اپنی مشاہدات سے زبردست شہادتین پیش کین۔ پھر روماینس نے انسان کے دماغی ارتقا اور اسپنسر نے ارتقاء کائنات کو فلسفیانہ رنگ مین پیش کر کے مسئلہ ارتقا کو منتہاے کمال پر پہونچا دیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل تعلیمات سائنس سے سمجھ مین آئیگی۔

سائنس کی تعریف سائنس لاطینی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی "جاننا" ہین۔ آجکل جس معنی مین سائنس کا اطلاق ہوتا ہو وہ یہ ہو۔ پروفیسر ریے لنکسٹر کہتا ہے۔

"سائنس نظام فطرت کے علم کا نام ہے جو مشاہدہ۔ تجربہ اور عقل سے حاصل ہوتا ہے"

جمہور علما کی راے مین "سائنس اُن قوانین کے علم کا نام ہے جو فطرت کی قوتون پر نافذ ہین"

اشتباہ۔ ہربرٹ اسپنسر اپنی مشہور کتاب "اصول اولیہ" کے صفحہ ۶۶ و ۶۷ مین کہتا ہو۔

> ماہیت اشیا سے ہم بالکل ناواقف ہین نہ ہمکو آغاز کی خبر ہو نہ انجام کی زیادہ سے زیادہ سائنس یہی کہہ سکتا ہو کہ مادہ کائنات ازل مین حالت منتشرہ مین تھا لیکن پھر یہی سوال پیدا ہوتا ہو کہ یہ حالت کیونکر پیدا ہوئی۔ اسیطرح مظاہر موجودات کی نیرنگی کا سلسلہ کچھ ایسا لامتناہی ہے کہ سمجھ مین نہین آتا کہ انجام کیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ علم حقیقی نہ حاصل ہوا ہو نہ ہو سکتا ہے"

اس بنا پر سائنس کو صرف بقدر طاقت بشریہ محسوسات سے بحث ہو۔ کائنات جس حیثیت سے

انسان کو محسوس ہوتی ہو اُسی کی باقاعدہ نظام کا انکشاف سائنس کا موضوع ہو۔

اصول موضوعہ کائنات کی بنا مادہ اور حرکت پر ہے۔

مادہ۔ اسکی چار حالتیں ہیں منجمد۔ سیال۔ غاز (گیس)۔ ماورا انعاز۔ یہ حالتیں کبھی ایک دوسرے سے منقطع نہیں ہوتیں کیونکہ " مادہ ہمیشہ کسی نہ کسی شکل ہیں محسوس انجمادی حالت سے لیکر نامحسوس ورا النّاری کیفیت تک جسکا ادراک صرف قوت خیال سے ہوتا ہی موجود ہے[۱]"

مادہ بے شمار چھوٹے چھوٹے غیر منقسم ذرات عناصر یعنی جواہر فردہ سے مرکب ہو۔ جواہر فردہ ستر سے اسّی تک شمار ہوے ہیں اور اب تک بسیط سمجھے جاتے تھے لیکن جدید تحقیقات نے اس رائے کو غلط قرار دیا ہے۔ آلیور لاج کہتا ہے۔

اجزاے لایتجزّے در اصل الکٹران (برق پارہ) کا مجموعہ ہیں۔ یہ الکٹران امواج ایتھر میں جو فضاے عالم میں سائر و دائر ہے سرعت کے ساتھ تڑپتے ہیں اسلیے مادہ کی اصل الکٹرسٹی (کہربائیت) ہے۔ اگر حساب لگایا جاوے تو ہیڈروجن کے ایک ذرہ میں سات سو الکٹران موجود ہیں سوڈیم میں سولہ ہزار (۱۶۰۰۰) اور ریڈیم کے ایک ذرہ میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار (۱۶۰۰۰۰)۔ (صفحہ ۱۲ و ۱۳ ماڈرن ویوز آن میٹر)

بہر حال جواہر فردہ کی اصلیت جو کچھ ہو لیکن اسمیں شک نہیں کہ یہ جواہر جیسا کہ ڈالٹن نے ثابت کیا ہے بلحاظ اپنے وزن اور مقدار کے ہمیشہ ایک مقررہ نسبت کے ساتھ باہمدگر متحد ہوتے ہیں مثلاً پانی کا ایک قطرہ خواہ بادل میں ہو یا سمندر میں یا ذی حیات اجسام میں ہمیشہ $\frac{\text{اکسیجن}}{\text{ہیڈروجن}} = \frac{۱۶}{۲}$ کے نسبت سے مرکب ہوگا۔ حال میں مشہور روسی ماہر کیمیا منڈلیعف نے ایک نقشہ وزن جوہری کا مرتب کیا ہے جسمیں یہ دکھایا ہو کہ اگر ہیڈروجن سے شروع کرکے ریڈیم پر جو سب سے زیادہ وزنی عنصر ہے شمار ختم کریں اسطور سے کہ $\frac{\text{ہیڈروجن}}{\text{ریڈیم}} = \frac{۱}{۲۲۵}$ تو صاف نظر آتا ہی کہ عناصر ایک باقاعدہ تناسب سے مرتب ہوے ہیں۔

[۱] باب اول " ذکر تخلیق " مصنفہ اڈورڈ کلاڈ۔

حرکت حرکت دو غیر فانی اور متضاد قوتوں پر منحصر ہے - ایک کا نام فورس (جاذبہ) اور دوسری کو انرجی (دافعہ) کہتے ہیں -

فورس کی تین صورتیں ہیں - میل مرکزی - کشش اتصال اور اتحاد کیمیاوی -

انرجی کی دو صورتیں ہیں (۱) منفعلہ مثلاً ایک پتھر پہاڑ پر پڑا ہے یا ایک گھڑی میں کوک بھری ہے یا ایک تھیلے میں بارود -

(۲) فاعلہ مثلاً پتھر نیچے گرنے لگے یا گھڑی چلنے لگے یا بارود اُڑ جائے -

کائنات میں اگر صرف فورس کا عمل ہوتا تو زمین - چاند - سورج بلکہ تمام ذرات کائنات ایک ہی مرکز اصلی پر کھنچ آتے اور اسلیے حیات کا وجود نہو سکتا - اسیطرح اگر انرجی کا دخل ہوتا تو ذرات کائنات ہمیشہ منفصل رہتے لیکن ایسا نہیں ہے -

فورس اور انرجی گویا ایزد اور اہرمن کی طرح فضای کائنات میں مصروف جنگ وجدال ہیں - فورس مادہ سے کبھی منفک نہیں ہو سکتا لیکن انرجی ایتھر کی وساطت سے ایک ذرہ سے دوسرے ذرہ میں اور ایک جسم سے دوسرے جسم میں گذر کر خارج ہو رہی ہے اسلیے یہ ضرور ہے کہ کبھی نہ کبھی کائنات کی انرجی صرف ہو کر خارج ہو جائیگی اور مادہ کائنات سرد ہو کر بیکار ہو جائیگا - یہ رای لارڈ کلون - الیور لاج - اسٹیورٹ اور ٹیٹ کی ہے لیکن ہیکل ہکسلی اور انکے ہمخیال جو گویا سائنس کی "اکسٹریمسٹ پارٹی" گروہ معتدین میں شامل ہیں اس رای کے مخالف ہیں انکی رای میں انرجی کی خرج و دخل کا سلسلہ لامتناہی اور ارتقا اور انعدام - انعدام اور ارتقا کا دور ہمیشہ چلتا ہی رہیگا -

ایتھر نیوٹن نے میل مرکزی کی قوت کا ذکر کرتے وقت کہا تھا کہ ایک جسم کا دوسرے جسم پر خلا میں عمل کرنا بعید از عقل ہے آج اس قیاس کے رو سے زمانہ حال کے ماہرین طبعیات ٹامسن کروکس اور الیور لاج کہتے ہیں کہ جواہر فرد کے مجموعہ یعنی الکٹران کے مابین کوئی شئی فاصلہ پر کرنیوالی ہونا چاہیے - وہ شئی ایتھر ہے - الیور لاج کہتا ہے -

"ایتھر ایک ہمہ گیر مسلسل اور متصل کرنیوالا واسطہ ہے جس سے تمام کائنات معمور ہے۔ جو نسبت کرہ کو دھلگے سے ہوتی ہے وہی نسبت الکٹران کو ایتھر سے ہے۔ ایتھر کا تعلق عالم اجسام سے ہے لیکن کیا عجب کہ اسکے سوا کسی اور عالم سے اسکا تعلق ہو۔ لیکن ان عالموں کے باہمی تعلق سے ابھی تک ہم بالکل ناواقف ہیں (صفحہ ۳۳ "انسان و کائنات")

اسیطرح ہیکل "معمای کائنات" کے باب ۱۲ میں کہتا ہے۔ "ایتھر عالباً کیمیاوی صفت سے معرا ہے اور جواہر فردہ کو اسکی ساخت میں کچھ دخل نہیں کیونکہ ایتھر خلاء جوہر فرد کا پر کرنیوالا ہے اسیلئے اگر جواہر فردہ اصل ایتھر قرار پائیں تو تسلسل لازم آتا ہے۔ ۔ رابرٹ ڈنکن اپنی کتاب "علم جدید" مطبوعہ ۱۹۱۰ء کے صفحہ ۴۳ میں کہتا ہے۔

ایتھر میں ایسے صفات سلبی پائے جاتے ہیں جنکی سبب سے کسی کو مشکل اسکی ہستی کا یقین آتا ہے مثلاً نہ ہم اسکو دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ چکھ سکتے ہیں نہ وزن کرسکتے ہیں نہ پیمایش کرسکتے ہیں لیکن اگر وہ چشم ظاہر بین کو نظر نہ آئے تو کیا مضایقہ ہے ہم اُسکو خیال کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں"

غرض کہ اس بیسویں صدی میں مادہ کے عوض اب ایتھر سائنس کا تختۂ مشق ہے علم مناظر و مرایا اور علم البرق کے انکشافات جدید (مثلاً بے تار کے پیام کی ایجاد) ۔ ریڈیم یورانیم اور تھوریم عناصر کی خود بخود روشن رہنے والی شعاعوں کی تحقیقات سے ایتھر کے متعلق دنیا حیرت انگیز انکشافات کی منتظر ہے۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اگرچہ زمانہ کی ترقی کے ساتھ عجیب و غریب ایجادات اور اختراعات ہوتے رہیں گے لیکن راز دہر سربستہ ہی رہیگا[۱]۔

اڈورکلاڈ کہتا ہے کہ "بیسویں صدی کے انکشافات گذشتہ صدی کی تحقیقات سے بازی لیجا ئینگے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہم جسقدر علم میں ترقی کر رہے ہیں اسیقدر اسرار کائنات پیچیدہ ہوتے جاتے ہیں"

---

[۱] ذکر تخلیق باب ششم ۱۲

تخلیق عالم

متبعین سائنس کے سامنے اگر خدا کو خالق عالم کہین تو اعتراضات کے ایسے پہلو پیدا کرینگے کہ جس سے سامع حیران ہوجائیگا کہ آخر اصل حقیقت کیا ہی لیکن یہ عجیب بات ہی کہ تخلیق عالم کے متعلق جو رائے سائنس کی طرف سے پیش ہوتی ہی اسپر وہی اعتراضات عائد ہوتے ہین پھر بھی اُس رای کی ایسی بلند آہنگی سے تصدیق کیجاتی ہی کہ گویا مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے اور اسلیے واجب التسلیم ہے۔

اس نکتہ کو ہربرٹ اسپنسر نے جسے مسائل سائنس کو فلسفیانہ رنگ مین بیان کرنے مین ید طولی حاصل ہی اپنی مشہور کتاب اصول اولیہ صفحہ ۳۰ لغایت ۳۵ مین نہایت خوبی سے ادا کیا ہی۔ وہ کہتا ہی کہ کائنات کی ابتدا کیونکر ہوئی اسکے متعلق مذہب کہتا ہی کہ کسی خارجی قوت یعنی خدا نے پیدا کیا۔ فلسفہ وحدت وجود کہتا ہی کہ عالم اپنا آپ خالق ہی۔ سائنس کہتا ہی کہ کائنات خود بخود موجود ہے۔ مذہب اور فلسفہ کے عقائد پر اعتراضات پیش کرکے اسپنسر کہتا ہی کہ کیا اب یہ سمجھنا چاہیے کہ عقیدہ سوم یعنی سائنس کی رای قطعاً صحیح ہے؟ ہرگز نہین۔ اسپر بھی وہی اعتراض عائد ہوتے ہین جو مذہب اور فلسفہ کے عقائد پر ہوے ہین۔ ذیل مین ہم اسکے الفاظ کا ترجمہ درج کرتے ہین۔

> اگر یہ کہو کہ کائنات خود بخود موجود ہی یعنی قائم بالذات ہی تو ایک ایسی شئے کا تصور جس کی کوئی علت نہو اور اسلیے اسکا آغاز بھی نہین خارج از قیاس ہی۔ لامتناہی زمانہ ماضی کا تصور اول تو محال ہی لیکن اگر فرض بھی کرلیا جائے تب بھی یہ مسئلہ حل نہین ہوتا۔ ایک چیز ہمارے سامنے اسوقت موجود ہی ہمنے یہ دریافت کرلیا کہ یہ چیز ایک گھنٹہ پہلے یا ایک دن یا ایک سال پہلے بھی موجود تھی کیا ہمارے اس دریافت کرلینے سے اُس شئی کی وجود مین آنے کی کیفیت سمجھ مین آگئی۔ اب خیال کو وسعت دو اور ایک سال سے بڑھتے بڑھتے لامتناہی زمانہ کی سرحد مین قدم رکھو عقدہ ویسا ہی لاینحل رہتا ہی۔ اسلیے ملحدین کا یہ خیال کہ کائنات خود بخود موجود ہو نہ صرف بعید از قیاس ہی بلکہ اگر فرض بھی کرلین تب بھی یہ مسئلہ کہ کائنات کا

آغاز کیونکر ہوا حل نہین ہوتا۔ (اصول اولیہ صفحہ ۳۱ و ۳۲)

اسپنسر کا مسلک "لاادریت" ہے یعنی عقل انسانی علم حقیقی کے حصول سے عاجز ہی جسطرح مذہب کُنہ ذات اور عالم غیب کی حقیقت سمجھا نہین سکتا اُسی طرح فلسفہ اور سائنس مادہ اور حرکت کی ماہیت۔ زمان اور مکان کی کیفیت نہین بتا سکتا۔ مذہب فلسفہ اور سائنس ان تینون کی سرحد اگر ملتی ہے تو اس مقام پر کہ وہ طاقت جسکا مظہر یہ عالم ہے کلیۃً ہمارے ادراک سے باہر ہے[1]

انتباہ شاید یہ کہا جائے کہ جب ہماری معلومات کی یہ حالت ہے اور "لاادریت" کا یہ زور ہی تو پھر مذہب فلسفہ اور سائنس سب ہی کو خیرباد کہنا چاہیے لیکن حقیقت مین ایسا نہین ہی۔ وہ گروہ جنکو اپنے علم پر غرہ ہی۔ جنکو اپنی عقلون پر ناز ہے۔ جو سمجھتے ہین کہ ہم سب جانتے ہین "لاادریت" انکی صورت حال کی آئینہ دار ہے۔ لاادری کی حقیقت منتہی کو منکشف ہوتی ہی نہ کہ مبتدی کو۔ لیکن اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیے کہ لاادریت مذہب فلسفہ اور سائنس پر جدا گانہ اثر ڈالتی ہی یعنی فلسفہ اور سائنس پر اسکا اثر "حجاب اکبر" ہو جاتا ہی۔ مذہب پر اسکا اثر خضوع وخشوع پیدا کرکے عرفان کامل کے درجہ پر پہونچا دیتا ہی۔ یہی مطلب ہو اس حدیث شریف کا

لا احصے ثناءً علیك انت كما اثنیت علے نفسك۔ اے خدا مین تیری توصیف اسطرح نہین کر سکتا جسطرح تو نے خود کی ہے۔

اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ کائنات کے آغاز کا معما عقل انسانی سے نہ حل ہوا ہی اور نہ ہو سکتا ہی اسلیے اگر ماہیت اشیا کی بحث کو چھوڑ کر مادہ اور اسکی ازلی حرکت کو فرض کر لین تو تخلیق عالم کے متعلق سب سے زیادہ قرین قیاس رائے مشہور محقق کانٹ اور لیپلاس کی ہی جو نبولر تھیوری[2] (مسئلۂ ضبابۃ النجوم) کے نام سے مشہور ہی یہ مسئلہ اولاً نظام شمسی کی کیفیت تخلیق تک محدود تھا لیکن بعد کو مشہور ہیئت دان ہرشل کے اکتشافات

---

[1] اصول اولیہ صفحہ ۴۶۔
[2] نبولا یعنے گرد تابان ۱۲

جدید نے اس مسئلہ کو تمام نورانی اجرام کی تخلیق پر منطبق کر دیا۔

مسئلہ ضبابۃ النجوم اس مسئلہ کی تشریح حسب ذیل ہے۔

ازل مین مادہ ایک ظلمانی گرد محیط کی شکل مین اسطورسے موجود تھا کہ اسکے اجزاے دیمقراطیسی حالت منفصلہ مین منتشر تھے یہان تک کہ فورس (قوت فاعلہ) نے ان اجزا کو کیمیاوی اتحاد کے قانون سے متحد کر دیا پھر قانون کشش اتصال کے روسے ان متحدہ اجزا کو اجسام کی صورت مین ترتیب دیا۔ بعد ازان کشش ثقل کے قاعدہ سے ان اجسام کو اپنے اپنے مرکزون کی جانب کھینچ لیا۔ فورس جب یہ رنگ اختیار کر رہا تھا تو انرجی (قوت دافعہ) جو ابھی تک حالت منفعلہ مین پنہان تھی اجزاء دیمقراطیسی کے تصادم سے حرکت مین آئی اور گرمی اور پھر گرمی سے روشنی پیدا کر دی۔ اسطرح فضای کائنات مین بے شمار ضبابۃ النجوم پیدا ہو گئے جنکے حرقت اور التہاب کے اندازہ کرنے سے دائرہ وہم وخیال کے پر جلتے ہین۔ یہ ضباب ان لاکھون کرورون کواکب کے مبدا ہین جو بجاے خود اپنے اپنے عالم کے شموس ہین انکی بعد مسافت کا ادنے سا اندازہ یون ہو سکتا ہے کہ سب سے قریب ستارہ الفا سنتاری کی روشنی جو ایک سکنڈ مین ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتی ہے ہم تک ساڑھے تین برس مین پہونچتی ہے۔ لیکن یہ بعد مسافت عقل انسانی کی سنگ راہ نہین ہے۔ ہم انکی روشنی کے رنگ سے جو آلہ اسپکٹر اسکوپ سے نظر آتا ہے انکی حالت کا اندازہ کر سکتے ہین۔ مشہور ہیئت دان نارمن لاکیار کہتا ہے " ایک لوہے کی سیخ کو اسپکٹر اسکوپ سے گرم ہوتے دیکھو پہلے سرخ رنگ پھر نارنجی اور زرد سے بتدریج ساتوین رنگ بنفشئی تک غور کرو اور ان الوان کا فوٹو لیتے جاؤ تو معلوم ہو جائیگا کہ جسقدر سیخ گرم ہوتی جائے گی اسپکٹرم کا طول تغیرلون کے ساتھ بڑھتا جائیگا۔ یہی کیفیت کواکب کی ہے اسپکٹر اسکوپ سے انکے الوان کا فوٹو انکی حالت کا آئینہ ہے اور اسلیے ہم بتا سکتے ہین کہ بعض بے انتہا

سلہ ماخوذ از " ذکر تخلیق " مصنفہ کلاڈ

گرم ہین اور بعض بالکل سرد ہوگئے ہین[1]۔

نظام شمسی نورس اور انرجی کے قوانین مذکورۂ بالا کے روسے ایک "ضبابہ" کی گردش اور التہاب سے چند جدا جدا حلقے نکل آئے جو سیارے اور اقمار کی شکل مین ایک ہی سمت گردش کرنے لگے۔ وسط ضبابہ مین ان سب سے جسم مین بڑا ہمارا آفتاب باقی رہگیا ہی جسکے گرد یہ سیارے اور اقمار گردش کرنے لگے۔ اس باضابطہ مجموعہ کا نام نظام شمسی ہے اور اسی سے براہ راست ہمارا تعلق ہے۔

انتباہ۔ زمانۂ حال کا مشہور ہیئت دان پراکٹر اپنی کتاب "توسیع افلاک" کے مضمون "سیارے کیونکر پیدا ہوئے" مین لکھتا ہے

> ہم تسلیم کرتے ہین کہ سیارے اور آفتاب ابتدا مین صرف ایک "عظیم گردتللان" یعنی ضبابہ مین شامل تھے لیکن بڑے بڑے عقلای ہیر ابتک حیران ہین اور کچھ فیصلہ نہین کرسکے کہ آخر سیارات کا یہ باقاعدہ نظام اور انکا باہمی فرق مراتب کیونکر عمل مین آیا۔

نظام شمسی کے ارکان یہ ہین آفتاب سیارے جنمین زمین بھی شامل ہے اقمار شہاب ثاقب۔ آفتاب کا جسم اپنے ارکان نظام کے مجموعی جسم سے ۷۰۰ حصہ زیادہ ہے اسکے قرص کے پگھلے ہوے مادہ کی آتش مزاجی اس حد تک ہے کہ جسکا اندازہ مشکل ہے۔ فضای آفتاب ہیڈروجن اور ہیلیم (جو بقول ولیم ریمزے "ریڈیم سے نکلا ہے") سے معمور ہے جنکے سبب سے ہولناک طوفان نار اٹھتے ہین اور خوفناک شعلہای آتشین ہزارون میل تک بلند ہوتے نظر آتے ہین۔ آفتاب اپنے محور یا "مستقر"[2] کے گرد ۲۵ دن مین گھومتا ہے لیکن اسکے نظام کے ارکان اسی کے گرد گردش کرتے ہین۔

بعض سیارے مثلاً زحل اور مشتری اپنے حرقت اور التہاب۔ تلاطم اور طوفان کے لحاظ سے ہمرنگ آفتاب ہین لیکن بعض چھوٹے چھوٹے سیارون کا یہ قیامت خیز جوش و خروش

---

[1] علم جدید مصنفہ ڈنکن [2] اشارہ ہو اس آیت پاک کی طرف والشمس تجری لمستقر لہا۔

فرو ہوگیا ہے اور برودت کے درجہ تک پہونچکر انجمادی حالت پیدا ہوگئی ہے - گرمی اور روشنی نام کو نہین رہی اور انرجی کا ذخیرہ ختم ہوگیا ہے یہی حالت ہمارے چاند کی ہے نہ اسمین ہوا ہے نہ گرمی اسکے آتش فشان پہاڑ گویا اپنی آتش بازی کی بہار دکھا چکے یہی حال ایک دن اور سیارون کا بھی ہونے والا ہے - کیونکہ انرجی اگرچہ بحیثیت مجموعی فنا نہو لیکن موجودہ اجسام سے ایک نہ ایک دن زائل ہوجائیگی اُسوقت اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت کے معنی آئینہ ہوجائینگے -

کرہ زمین ہماری زمین بھی ابتدا مین رقت اور التہاب کے لحاظ سے چھوٹے پیمانہ پر آفتاب کے ہمرنگ تھی لیکن رفتہ رفتہ حرارت کے کم ہونے سے اسکا ملتہب مادہ عناصر مثلاً نیٹروجن اور آکسیجن کے امتزاج سے بشکل غاز یعنی ہوا اور آکسیجن اور ہیڈروجن کے امتزاج سے سیال ندی پانی کی شکل مین نمودار ہوا اور بالائی حصہ منجمد ہوکر سطح زمین کہلایا - زمین کے اندر تخمیناً پچیس میل تک آتشی اور آبی عمل سے ظہور مین آئی ہوئی چٹانون کا سلسلہ دریافت ہوا ہے جسکے نیچے قیاساً یہ کہا جاتا ہے کہ پگھلا ہوا ملتہب مادہ موج زن ہے جسکا ثبوت پہاڑون کی آتش فشانی اور زلزلون سے چلتا ہے[1] -

زمین کی عمر زمین کی عمر کے متعلق مختلف رائیں ہین اور لاکھون اور کرورون کے اعداد پیش کیے جاتے ہین علماے طبعیات مثلاً لارڈ کلون ۲ کرور سے دس کرور تک بیان کرتے ہین لیکن طبقات الارض کے ماہر اس سے زائد مدت بتاتے ہین[2] بہرحال اسقدر تحقیق ہے کہ زمین کی عمر بہت زائد ہے اور یہ کہ سات ہزار کی مدت جو مروجہ اناجیل مین بیان کی گئی ہے کسی طرح قیاس مین نہین آتی - یہود اور نصارے کی پیروی مین جن مسلمانون نے اناجیل کی اس روایت کو تسلیم کیا ہے وہ دیکھین کہ خود محققین اسلام سائنس کے انکشافات سے کئی سو برس پیشتر کیا کہتے ہین -

---

[1] طبقات الارض، مصنفہ گیکی جلد اول صفحہ ۳۷ [2] ماخوذ از انسائیکلو پیڈیا برٹنکا طبع جدید -

علامہ ابن حزم (المتوفی ۴۵۶ھ) جو اندلس کے ایک مشہور محدث ہونے کے علاوہ ایک متبحر متکلم بھی تھے اپنی معرکۃ الآراء کتاب الفصل فی الملل حصہ دوم صفحہ ۱۰۵ مین فرماتے ہین

واما اختلاف الناس فی التاریخ فان الیھود یقولون للدنیا اربعة آلاف سنة ونیف والنصاری یقولون للدنیا خمسة آلاف سنة واما نحن فلا نقطع علی عدد معروف عندنا واما من ادعی فی ذلك سبعة آلاف سنة او اكثر او اقل فقد كذب وقال ما لم یات قط عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فیه لفظة تصح بل صح عنه علیه السلام خلافه بل نقطع علی ان للدنیا امراً لا یعلمه الا الله عز وجل قال الله تعالی ما اشهدتهم خلق السموات والارض ولا خلق انفسهم۔

اور لوگوں کی اختلاف تاریخ کے بارہ مین پس یہودی دنیا کی عمر چار ہزار اور کچھ زائد بتاتے ہین اور عیسائی پانچ ہزار کہتے ہین لیکن ہم مسلمانوں کے نزدیک کوئی خاص عدد مقرر نہین ہے اور جس کسی نے عمر دنیا کے بارہ مین سات ہزار سال سے کچھ زائد یا کم کا دعوی کیا اُسنے جھوٹ کہا اور ایسی بات کہی جسکے متعلق رسول اللہ صلعم سے کوئی صحیح روایت مروی نہین بلکہ اسکے خلاف مین مذکور ہے۔ یہ امر قطعی ہے کہ عمر دنیا کا علم بجز خدائے عز وجل کے اور کسی کو نہین۔ حق تعالی اپنے کلام پاک مین ارشاد فرماتا ہے۔ نہ حاضر کر لیا تھا مینے انکو بنانے مین آسمانون کے اور زمین کے اور نہ بنانے مین اُنکی جانون کے۔

آگے چلکر محدث موصوف آثار قدیمہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہین کہ ہندوستان مین بہت سے ایسے مجسمے اور سنگی آثار پائے گئے جنکی تاریخ بناء کے متعلق ہزارون سال سے بھی زائد روایت مشہور ہے چنانچہ سلطان محمود ابن سبکتگین نے یہان ایک ایسا مقام دیکھا جسکے متعلق ۴ لاکھ سال کی روایت بیان کیجاتی ہے واللہ اعلم کہان تک صحیح ہے۔

محدث موصوف کے زمانہ مین کالڈیہ اور مصر کے گذشتہ تہذیب کے مدفون آثار قدیمہ دریافت نہین ہوئے تھے اور نہ قدیم انسان کے "دور حجریہ" کے آلات پرانے غارون اور دریا کے دہانون سے کھود کر نکالے گئے تھے ورنہ وہ ضرور ان آثار کو اپنے دعوے کے ثبوت مین پیش کرتے اور ہندوستان کے مبالغہ آمیز افسانون کا حوالہ نہ دیتے۔

بہرحال قدیم تاریخ ارض کے دو خاص ماخذ ہین۔

اول طبقات احجار یعنی تہ بتہ جمی ہوئی چٹانین جو آتشی اور آبی عمل سے مرتب ہوئین۔

انکی طبقات سے زمین کی عمر کا اندازہ کیا جاتا ہے -

دوم آثار متحجرہ یعنی اُن چٹانون مین جو نشانات نظر آتے ہین اُنکی نسبت پہلے یہ خیال تھا کہ یہ صرف قدرت کی گلکاریان ہین لیکن طبقات الارض اور علم الآثار کے ماہرین کی تحقیقات سے یہ ثابت ہوا کہ قرون ماضیہ مین نباتی اور حیوانی عالم کے افراد جو اپنی زندگی کے مدارج طے کرکے فنا ہوگئے یہ اُنھین کی نشانیان ہین - کوئلہ کی کانون مین - کھریا مٹی کی پہاڑیون مین اور اُن مقامات مین جہان زمین دھس گئی یا جہان اُبھر آئی یہ نشانیان جیسے گذشتہ زمانہ کی عجائبات کا فوٹو کھنچ جاتا ہے صاف نظر آتی ہین -

زمین کے قرون ماضیہ کے چار دور

ان دو ماخذ کی بنا پر قرون ماضیہ کی تاریخ کے چار دور قرار دیے گئے جن کا ہم ایک نقشہ جو اڈورڈ کلاد کی کتاب "ذکر تخلیق" کے باب چہارم سے اخذ کیا گیا ہے درج کرتے ہین -

ہر دور کے مخصوص ذی حیات کا نقشہ

دور	طبقات	حیوانات	نباتات
دور اول یا دور "ماہی"	۲ قسم کے ابتدائی طبقات	اسفنج - مرجان - ایک قسم کی چمکدار مچھلیان گھونگے - عظیم الجثہ کچھوے وغیرہ	بے برگ و بار سبزہ
دور ثانیہ یا دور "ہوام الارض"	تین قسم کے طبقات	مہیب اور ہولناک بحری اژدہے - عظیم الجثہ چھپکلیون کی شکل کے پردار جانور جنکے دانت گھڑیال کی طرح ہوتے تھے	"مناور اشجار از قسم حنرما"
دور ثالثہ یا دور "ذوات الثدی"	״	دودھ پلانیوالے جانور - وہیل مچھلی - سانپ بندر نسناس یا بن مانس -	ہرے بھرے درخت اور جھاڑیان
دور رابعہ یا دور "انسان" ا - دور اولی	ایک قسم	ہاتھی کی قسم کے مُنہ مین تھن رکھنے والے "جانور مستودان" اور ممتھ (فیل شعرانی) - اسد کہفی - وحشی انسان جو پتھر کے اوزار استعمال کرتا تھا	موجودہ انواع نباتات
ب - دور اخری یا انسان کا تاریخی دور	״	موجودہ انواع حیوانات	״

بظاہر ہر دور جداگانہ معلوم ہوتا ہی لیکن حقیقت مین ایک کا سلسلہ دوسرے سے ملا ہوا ہی اور ہر نوع کا ظہور اور ارتقا بتدریج لاکھون برس مین عمل مین آیا ہے - اگرچہ سر چارلس لائل نے اپنی مشہور کتاب اصول طبقات الارض مین جو ۱۸۳۰ء مین شائع ہوئی یہ مسئلہ طی کر دیا کہ طبقات زمین کا وجود باقاعدہ تسلسل کے ساتھ بتدریج عمل مین آیا ہی پھر بھی انواع ذی حیات کے متعلق وہی پرانا خیال قائم رہا کہ ہر نوع علحدہ علحدہ اور یکایک ظہور مین آئی اور یہ کہ ایک کا دوسرے سے کوئی تعلق نہین ہے

فرانس کے مشہور ماہر سائنس لمارک نے اگرچہ ۱۸۰۹ء مین یہ اصول قائم کیے تھے کہ "ماحول" یعنی گرد و پیش کے طبعی اثر اور اعضا کے استعمال یا عدم استعمال سے انواع کا ارتقا عمل مین آیا ہے اسلیے ہر دور کے انواع کا ایک دوسرے سے ارتقائی تعلق نظر آتا ہی لیکن چونکہ اسوقت تک علم الحیات اور علم الآثار کے معلومات وسیع نہین ہوے تھے اسلیے لمارک کے اس خیال کی کسی نے تائید نہ کی اور یہ مسئلہ یون ہی لاینحل رہا لیکن جب چارلس ڈارون نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "اصل انواع" ۱۸۵۹ء مین شائع کی تو علمی دنیا مین ایک ہلچل مچ گئی -

چارلس ڈارون

چارلس ڈارون انگلستان کے ایک قصبہ شروسبری مین ۱۲ فروری ۱۸۰۹ء کو پیدا ہوا - طالب علمی کے زمانہ مین کوئی نمایان ترقی نہین کی - اسکول مین بدشوق مشہور رہا اور کالج مین بغیر کسی اعزاز کے ڈگری حاصل کی - ۲۲ برس کی عمر مین سیاحت کا شوق دامنگیر ہوا - اتفاق سے ایک سرکاری جہاز بیگل نامے دنیا کے گرد چکر لگانے کو جا رہا تھا - ڈارون بھی ساتھ ہو گیا - اس سفر نے اسکی طبیعت مین ایک نمایان انقلاب پیدا کر دیا - مختلف ملکون اور جزائر خاص کر اسٹریلیا اور جنوبی امریکہ کی عجیب غریب جانور اور نباتات کو دیکھکر اسکی قوت مشاہدہ مین ایک زبردست ہیجان پیدا ہو گیا - اسنے ہر چیز کو اب نہایت غور اور تامل سے دیکھنا شروع کیا اور ہر وقت اس فکر مین مبتلا رہنے لگا کہ کسی طرح انواع نباتات اور حیوانات کی اس تغیر عظیم کی علت دریافت کرے - پانچ برس کے بعد ڈارون سفر سے واپس آیا - اسنے اپنی مشاہدات کی ایک یادداشت تیار کی

اور دوسرے سال یعنی ۱۸۳۷ء سے اسنے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "اصل انواع" کو لکھنا شروع کیا جسکو اسنے بائیس ۲۲ برس تک نہایت محنت اور کوشش سے ترتیب دیکر شایع کیا۔ ڈارون نے اپنی سوانح عمری مین اس کتاب کی ترتیب کے متعلق دلچسپ واقعات لکھے ہین جنکو ہم ذیل مین اختصار کے ساتھ درج کرتے ہین وہ کہتا ہے

کچھ شک نہین کہ سمندر کی طرح انسان کی زندگی مین بھی مد و جزر ہوتا ہے۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۳۱ء کو جب مین گھر سے نکلکر بیگل جہاز پر سیاحت عالم کو چلا تو فطرت کے عجیب و غریب نظارہ سے میری آنکھین کھل گیئن۔ پانچ برس کے بعد وطن واپس آکر مین نے مصمم ارادہ کرلیا کہ انواع کی اصلیت کے متعلق اپنے مشاہدات کی مدد سے کچھ لکھون۔ چنانچہ جولائی ۱۸۳۷ء کو مین نے اپنے مسودہ کی ابتدا کی۔ پندرہ مہینے بعد یعنی اکتوبر ۱۸۳۸ء کو۔ ایک دن مین مالتھوس کا مضمون آبادی عالم کے متعلق تفریحاً پڑھ رہا تھا جسکا مطلب یہ تھا کہ انواع کی پیدایش اس کثرت سے ہوتی ہے کہ اگر مختلف حادثات مثلاً امراض مہلکہ۔ کشت و خون۔ اور سیلاب و طوفان وغیرہ واقع نہون تو تھوڑے عرصہ مین مختلف انواع کا کیا ذکر ایک ہی نوع کے افراد سے دنیا بھر جائے مثلاً خود انسان اگر حوادث سے محفوظ رہے تو ایک ہزار برس مین انسانون کی وہ کثرت ہو جائے کہ کہین تل دھرنے کو جگہہ نہ رہے یا مثلاً ہاتھی جسکے دیگر انواع کے مقابلہ مین بہت کم بچے ہوتے ہین اسکے ایک جوڑے سے ۷۵۰ برس مین ایک کروڑ نوّے لاکھ ہاتھی موجود ہو جائینگے۔ مین نے جسوقت ان واقعات پر غور کیا یکایک میرے دل مین انتخاب طبعی کا خیال پیدا ہوا جس سے صرف افراد قابل "کشمکش حیات" مین زندہ بچکر آیندہ نسلون کے مورث ہوتے ہین۔

الغرض مین نے انتخاب طبعی کا کلیہ قائم کرکے ارتقاء انواع کے مسئلہ کو حل کرنا شروع کیا بیس برس کی مدت مین مین نے نہایت غور اور احتیاط سے اپنے فرض کو انجام دیا لیکن مین نے اپنے مسودات کو شائع نہین کیا۔ اس اثناء مین ڈاکٹر ویلس نے جو مجمع الجزائر

ملایا مین علم الحیات کی تحقیقات مین مصروف تھا اپنا ایک تذکرہ میرے معاینہ کیواسطے بھیجا۔ مجھے یہ دیکھکر حیرت ہوگئی کہ ویلس نے بھی میرے ہی اصول بطور خود دریافت کر لیے۔ تب میری دوست سر چارلس لائل نے یہ دیکھکر مجھے مجبور کیا کہ ڈاکٹر ویلس کے تذکرہ کے ساتھ مین اپنے مسودات شائع کرون۔

ڈارون کی کتاب "اصل انواع" کا ملخص

اب ہم "اصل انواع" کے ضروری مقامات کا ملخص ذیل مین درج کرتے ہین ڈارون نے مسئلہ ارتقا کی بنیاد جن قواعد پر قائم کی ہی پہلے انکو ذہن نشین کر لینا چاہیے وہ کہتا ہے۔

(۱) ایک نوع کے دو افراد مین ہر حیثیت سے مشابہت تام نہین پائی جاتی بلکہ ہر فرد مائل بہ اختلاف ہے۔ یہ طبعی میل اختلاف "ماحول" یعنی گرد و پیش کے اثر سے نمایان تغیر پیدا کر دیتا ہی جیساکہ جانوران صحرائی اور اہلی مین پایا جاتا ہے۔

(۲) یہی وہ طبعی میل اختلاف ہے جس سے انسان فائدہ اُٹھاکر ایک نوع سے سیکڑون اقسام جنمین مورث کا امتیازی نشان اسی کے وارث مین منتقل ہوکر مستقل صورت اختیار کر لیتا ہے اپنی پسند کے موافق تیار کرتا ہے جیسے کبوتر۔ کتا۔ سیب وغیرہما۔ جب انسان محدود مکان اور زمان مین ایسے تغیرات انواع مین پیدا کر لیتا ہی تو فطرت جسکا اختیار اور دائرہ عمل کہین زیادہ وسیع ہی کیا کچھ نہین کر سکتی لیکن انسان اور فطرت کے انتخاب مین یہ فرق ہی کہ انسان اپنے مفید مطلب اقسام کو تیار کرتا ہے لیکن فطرت اُنھین اقسام کو منتخب کرتی ہی جو قابلیت کے لحاظ سے بقای نوع کے واسطے موزون ہوتے ہین۔

(۳) چونکہ ہر نوع کے افراد کی پیدائش جلد جلد اور کثرت سے ہوتی ہے اسلیے غذا مسکن اور ازدواج کے واسطے جنگ و جدال کا معرکہ گرم رہتا ہی۔ اس کشمکش کی حالت مین "انتخاب طبعی" صرف انھین افراد کو جنمین کوئی خاص تفوق یا نمایان امتیاز ہوتا ہی باقی رکھتا ہے اور بقیہ کو فنا ہو جانے دیتا ہے۔ اس تفوق یا امتیاز کی بنا کبھی قوت پر ہوتی ہی جیسے شکاری جانورون مین

کبھی رنگ صوت اور حسن پر جیسے خوشرنگ اور نغمہ سنج طیور مین۔ کبھی ذائقہ اور خوشبو پر جیسے پھولون مین غرض کہ ایسے بہت سے دقیق وجوہ ہوتے ہین جنکی بنا پر انتخاب طبعی اپنا عمل کرتا ہے۔

(۴) انتخاب طبعی اُنھین افراد کو باقی رکھتا ہے جو اپنے "ماحول" سے اثر پذیر ہوتے رہتے ہین مثلاً غذا کے ذرائع حصول پر آب وہوا اور مسکن کا اثر بدرجۂ اولی ہوتا ہے اسلیے جن افراد کے عضو حالت متغیرہ کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتے ہین وہی کشمکش حیات مین زندہ رہتے ہین۔ علاوہ اسکے کسی عضو کا استعمال یا عدم استعمال بھی افراد کی تغیر شکل وصورت کا باعث ہوتا ہے مذکورۂ بالا قواعد کی بنا پر حسب ذیل دلائل ارتقاء انواع کے ثبوت مین ڈارون کی طرف سے پیش ہوتے ہین۔

(۱) علم الجنین کی شہادت جسکی تفصیل یہ ہے کہ ۱۸۲۲ء مین ڈاکر بائر نے جو جدید تحقیقات اس علم مین کیے تھے انکی بنا پر ڈارون نے یہ ثابت کیا کہ انواع کی جنین ابتدائی حالت مین باہمدگر مشابہ ہوتے ہین یہانتک کہ ایک نوع جس زمانہ مین جس شکل مین ظاہر ہوئی ہے ان تمام اشکال کا ابتداء سے انتہا تک جنین کی مدت قیام شکم مادر مین پورا اعادہ ہوجاتا ہے[1]

(۲) علم ترکیب الاعضا (مرفالوجی) انواع کے بڑے اقسام جنکے عادات بالکل مختلف ہین اعضا کی ابتدائی ساخت کے لحاظ سے مشابہ ہوتے ہین مثلاً بندر کے ہاتھ مویشیون کے اگلے پانؤن۔ طیور کے بازو کی ساخت یکسان ہے لیکن جس سے جو کام لیا جاتا ہی صرف اس حیثیت سے مختلف ہے غرض کہ اسطرح غور کرنے سے مختلف انواع کی اعضا کی یکسان ساخت نظر آتی ہی فرق صرف طریق عمل سے پیدا ہوتا ہے۔

---

[1] ڈارون کے بعد اسکے شاگرد ہکل نے جو علم الحیوان کا ایک مسلم الثبوت استاد ہے اپنی کتاب "ارتقاء انسان" کی جلد اول مین تین جنین یعنی کتا۔ انسان اور کچھوا کے فوٹو کا موازنہ کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان تینون انواع کے چار ہفتہ کی جنین بالکل باہمدگر مشابہ ہوتے ہین اسی طرح ایک دوسرے فوٹو مین گائے۔ سور۔ خرگوش اور انسان کے جنین بھی مشابہ ہین ۱۲

اعضای ساقط العمل کا وجود بھی ارتقا کی ایک دلیل ہے مثلاً بعض طیور کے جنین کی چونچ مین دانتون کے نشان بعض سانپون مین پچھلے پانوٴن کے آثار وغیرہا۔

(سم) آب وہوا کے اختلاف اور بحر وبر کی جغرافیائی انقلاب سے جو نمایان تغیر انواع مین پیدا ہوتا ہو اس سے انکی ارتقا کا پتہ چلتا ہو۔ اگرچہ ہر ذی حیات کا رقبہ مخصوص ہے مثلاً دریائی گھوڑا افریقہ مین۔ "سلاتھ" امریکہ مین۔ قطب شمالی کی نباتات کا منطقہ حارہ مین موجود نہ ہونا وغیرہ۔ لیکن قدیم زمانہ مین انتقال مکانی کے طبعی اسباب مثلاً طوفان وسیلاب وغیرہ پر جسوقت غور کیا جائے تو تشابہ اور تباین کے وجوہ آئینہ ہو جاتے ہین۔ اس عقدہ کے حل کرنے مین جزائر قریب البر کے انواع کا موازنہ ان جزائر کے انواع سے جو مثلاً قطبین کے سمندرون مین واقع ہین اثبات دعوے کے واسطے ایک عمدہ مثال ہے۔ جزیرۂ آسٹریلیا جو قرون ماضیہ مین براعظم ایشیا کا ایک جزو تھا قدیم زمانہ کے ادنےٰ انواع ذوات الثدی مثلاً کانگرو کا ایک زندہ عجائب خانہ ہے برخلاف اسکے بحر شمالی وجنوبی کے جزائر اثرور اور سینٹ ہیلینا مین بجز چمگادڑ کے نہ کوئی دودھ پلانے والے جانور ہین نہ مینڈک نہ کچھوے البتہ تیز بال طیور جو سمندرون کو طے کر سکین پائے جاتے ہین ان طیور کے ذریعہ سے نباتات براعظم کے تخم کبھی انکے پنجون اور چونچ مین کیچڑ کے ساتھ لپٹ کر کبھی انکے پرون مین اور کبھی سوء ہضم یا قبل ہضم شکار ہو جانیکے باعث سالم تخم اور گٹھلیان دور دراز مقامات مین اسطور سے منتقل ہو کر سرسبز ہو جاتے ہین۔

ڈارون نے جن اصول پر ارتقاء انواع کے ثبوت پیش کیے انپر جو اعتراض ہوسکتے تھے انکو اُسنے کمال دور اندیشی سے اپنی اسی کتاب "اصل انواع" کے ابواب ششم اور ہفتم اور دہم مین درج کرکے رد کیا ہو مثلاً یہ اعتراض کہ انواع کے درمیانی حلقے مفقود ہین اسلیے سلسلۂ ارتقا ٹوٹ جاتا ہے آثار قدیمہ کے جدید اکتشافات سے خود بخود دفع ہوتا جاتا ہو یا یہ اعتراض کہ دو مختلف اقسام انواع کی جو نسلین پیدا ہوتی ہین انکا سلسلہ توالد وتناسل منقطع ہو جاتا

مثلاً خچر اسلیے انکا ارتقائی تعلق بھی قائم نہ رہا۔ اسکے متعلق ڈارون نے چند مثالین جنوبی امریکہ کی ایک قسم کی بھیڑ اور بکری اور چند اقسام کی جھاڑیان پیش کین اور یہ ثابت کیا کہ توالد اور تناسل کا دارومدار زیادہ تر دقیق میلان طبعی پر ہے۔ انتخاب طبعی کے کلیہ پر مشہور محقق ویسمن کا یہ اعتراض کہ مورث کے خصوصیات انتخاب طبعی کے قاعدہ سے وارث تک منتقل نہین ہوسکتے البتہ بہت زبردست ہے۔

اگرچہ ڈارون نے صاف کہدیا تھا کہ انتخاب طبعی ایک عام کلیہ ہے لیکن یہ ضرور نہین کہ ہر جگہہ بذات خود اسی کا عمل رہے مگر پھر بھی اس اعتراض کی اہمیت کے لحاظ سے ڈارون کے متبعین نے انتخاب طبعی کی جگہہ اسپنسر کے معنی خیز اصطلاح "بقای اصلح" کا استعمال ضروری سمجھکر دفع اعتراض کی کوشش کی۔

بہرحال ڈارون نے انواع کا ارتقا جن قواعد کے رو سے ثابت کیا انپر اگرچہ بہت کچھ جرح وقدح ہوئی لیکن نفس الامر مین دعوی ارتقا باطل نہ ہوسکا اور اب یہ مسئلہ سائنس کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے

ارتقاء انسان ڈارون نے اپنی کتاب مین انسان کے ارتقا سے بحث نہین کی تھی وہ خوب سمجھتا تھا کہ یہ ایک نازک مسئلہ ہے۔ "اصل انواع" کے شائع ہونے کے بعد اُسنے جو خط گرے کے نام ۱۸۶۰ء مین لکھا اسمین صاف صاف کہتا ہے۔

"مذہبی معاملات مین بحث و جدال کرنے سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے مین نہین چاہتا کہ میرا دامن تحریر الحاد سے آلودہ ہو جائے" (سوانح و خطوط ڈارون جلد دوم صفحہ ۳۱)"

لیکن بعد کو ایسے واقعات پیش آئے جن سے اسکی حالت بدل گئی۔ "اصل انواع" مین جو طرز استدلال اُس نے اختیار کیا تھا وہ ایک ایسی آگ تھی جس نے بتخانہ کے ساتھ مسجد کو بھی جلادیا۔ ہکسلے جو علم الحیات اور علم الآثار کا ایک مشہور عالم تھا ڈارون کے استدلال کے پیچھے توریت وانجیل کی روایات متعلق تخلیق عالم پر سر کرنے لگا اور اپنے لکچرون مین دعوے کیا کہ نوع انسان کو بھی کوئی جداگانہ نوع نہین کہسکتے

بلکہ تشریح الابدان[1] سے صاف نظر آتا ہے کہ دیگر انواع کی طرح اسکا سلسلہ بندرون سے ملجاتا ہے
ہکسلے نے اپنے لکچرون کو ایک کتاب کی صورت مین جسکا نام کائنات مین انسان کا درجہ
ہے ۱۸۶۳ء مین شائع کر دیا۔ ہکسلے چونکہ نہایت تندخو۔ دریدہ دہن اور رند مشرب تھا
یہان تک کہ فخریہ کہا کرتا تھا کہ "مین تو ڈارون کا بل ڈاگ رکھتا ہون[2]" اسلیے مقتدایان دین
کا گروہ سخت برافروختہ ہو گیا اور سب سے پہلے ڈارون کو کافر و ملحد کا لقب دیکر بغیر اسکے کہ
اسکے دلائل کو معقول طرز سے رد کرین یہ طعنہ دیا کہ ڈارون اخلاقی کمزوری اور کمینہ پن سے اپنے
عقائد کا اخفا کرتا ہے۔

مقتدایان دین کے اس دلشکن طعنہ کی برداشت ڈارون سے نہو سکی وہ ایک خط مورخہ
۲۲ فروری ۱۸۶۹ء مین اپنے ایک دوست مور کو لکھتا ہے

"مجھے اخفاے خیالات کا طعنہ دیا جاتا ہے اچھا اب مین نسل انسان کی اصلیت کے
متعلق کچھ لکھتا ہون" (سوانح و خطوط ڈارون جلد سوم صفحہ ۱۱۲)"

چنانچہ ۱۸۷۱ء مین اسنے اپنی دوسری کتاب ہبوط انسان کے نام سے شائع کی اور
علم الجنین علم الآثار علم تشریح الابدان کے ذریعہ سے اسنے یہ دعوے کیا کہ جسمانی۔ دماغی
اور روحانی ہر حیثیت سے انسان ترقی یافتہ بندر ہے صدق اللہ العلی العظیم حیث قال
ارایت من اتخذ الٰہہ ہواہ واضلہ اللہ علی علم۔
تو نے دیکھا اسکو جسنے پکڑا اپنی خواہش کو اپنا معبود اور گمراہ کیا اسکو اللہ نے علم پر۔

لیکن یہ خیال رہے کہ ڈارون کی گمراہی کے ذمہ دار زیادہ تر پیشوایان مسیحیت ہین
جنھون نے

---

[1] ہکسلے نے انسان اور چار قسم کے مردم نما بندر چمپینزی۔ گوریلا۔ گبن۔ اورانگ اٹانگ کے ڈھانچون کا موازنہ کرکے
یہ ثابت کیا ہے کہ انسان اور بندر مین اگر کچھ فرق ہے تو دماغ کے نظام عصبی کی ساخت مین اور وہ بھی چمپینزی مین بہت خفیف
یہانتک کہ انسان اور چمپینزی کے نوزائیدہ بچون مین کچھ بھی فرق نہین ہے ماخوذ از مینز پلیس ان نیچر"

[2] سوانح ہکسلے جلد اول صفحہ ۳۶۳

ادعُ إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة   بلا طرف راہ اپنے رب کے ساتھ حکمت اور نصیحت پسندیدہ
وجادلهم بالتی هی احسن۔   کے اور جھگڑ تو انسے اسطرح کر وہ بہت اچھی ہے۔

کے زرین اصول کے خلاف عمل کیا۔ ڈارون کہتا ہی

"ابتداءً تورات کے روایات مجھے ہنود کی مذہبی کتابون کی طرح معلوم ہونے لگین دین عیسوی کی بنیاد جن معجزون پر رکھی گئی ہی اور خود اناجیل کی باہمی متناقض روایات پڑھکر مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کتابین الہامی نہین ہین یہانتک کہ بداعتقادی کا اثر آہستہ آہستہ مجھے محسوس ہوتے لگا اور بڑھتے بڑھتے بالکل سرایت کر گیا ...."

پھر کہتا ہے کہ "اشیا کی ماہیت کا معمہ حل کرنے سے ہم عاجز ہین اور اب میرے واسطے یہی ایک صورت ہی کہ لاادریت پر قانع رہون"

(سوانح ڈارون جلد اول صفحہ ۳۰۴ و ۳۱۷)

کیون نہین ؎

دلم ز صومعہ بگرفت و خرقۂ سالوس
کجاست دیر مغان و شراب ناب کجا

ڈارون کا انتقال ۱۹۔ اپریل ۱۸۸۲ء کو ہوا اُسکے آخری الفاظ یہ تھے۔

"مجھے یقین ہے کہ مین اپنی زندگی کو سائنس کے واسطے ہمہ تن وقف کردینے مین حق پر رہا مین کبیرہ گناہون سے مجتنب رہا۔ مجھے اکثر اوقات بار بار یہی افسوس ہوتا تھا کہ مین اپنے ہمجنسون کو براہ راست بہت کم نفع پہونچا سکا"

ڈارون نے اپنی تصانیف مین مسئلۂ ارتقا کے ہر پہلو کو اس جامعیت سے بیان کیا ہی کہ بعد کو جو کچھ اضافہ ہوا وہ ایسا ہے جیسے کہ ایک متن کی متعدد شرحین۔ ڈارون کے انتقال کے بعد علم الحیات اور علم الآثار مین جدید انکشافات ہوے لیکن یہ تمام انکشافات اسکے خیال کے مؤید ثابت ہوے مثلاً زمانۂ حال کی مشہور سلولر تھیوری یا مسئلۂ بیوت جسکا ماحصل یہ ہی

سلولر تھیوری یعنی مسئلہ بیوت اور ارتقای حیات

حیات کے واسطے نمی اور گرمی مخصوصات سے ہین جسوقت کرۂ ارض کی شدت التہاب مین کمی ہوئی تو اکسیجن اور ہیڈروجن کے امتزاج سے پانی پیدا ہوا پھر پانی مین کاربن نیٹروجن اور گندھک وغیرہ کے امتزاج سے اُس عجیب شئے کا ظہور ہوا جو بقول ہکسلے مادۂ حیات ہے۔ خردبین سے حیوانات کے تخم اور نباتات کے تازہ ریشون کو دیکھو دونون ایک ہی قسم کے چھوٹے چھوٹے سلز یا بیوت[1] کا مجموعہ ہین۔ یہ بیوت یا خانے ایک ہی طرح کی بھوری چپکنے والی رقیق اور متحرک شئے سے معمور ہوتے ہین اس شئے کا نام علمای سائنس نے پروٹوپلیزم یعنی مادالحیات رکھا ہے۔

تمام اجسام ذی حیات یعنی نباتات۔ حیوانات اور انسان کی ابتدا ان بیوت سے جنمین مادالحیات بھرا ہوتا ہے ہوتی ہے۔ سب سے پہلے ایک خانہ ہوتا ہے جسکے وسط مین پروٹوپلیزم اپنا مستقر قرار دیکر تغذیہ اور نمو کا عمل شروع کرتا ہے اور جسوقت ایک مقررہ حجم تک نشو ونما پاچکا تو وہ خانہ مستقر کے مقام سے پروٹوپلیزم کے ساتھ دو متساوی بیوت مین تقسیم ہو جاتا ہے اسیطرح دو سے چار۔ چار سے آٹھ۔ آٹھ سے سولہ الی غیر النہایہ بیوت پیدا ہوتے جاتے ہین یہ بیوت گویا اجسام ذی حیات کی ابجد ہین سب سے ادنے جسم ذی حیات ایک خانۂ واحد سے بنا ہے جسکا نام سائنس کی اصطلاح مین پروٹوزوا یعنی ”نشأۃ الاولی“ ہے۔ اسمین حرکت۔ تغذیہ اور نمو کی قوتین موجود ہوتی ہین۔ اسکے بعد اسفنج کا درجہ ہے جسمین بیوت کی تقسیم اور ترتیب دو طبقہ والی نعل کی شکل مین نظر آتی ہے اسکا نام گیسٹرولا ہے بعد اسکے دابہ یعنی کیڑے کا درجہ ہے جسمین تین طبقے ہوتے ہین اور یہ جنین کی ابتدائی شکل ہے۔ بالائی طبقہ سے پوست اور اعصاب کی تخلیق ہوتی ہے۔ طبقۂ زیرین سے روودے وغیرہ اور درمیانی طبقہ سے قلب اور اعضای رئیسہ۔ دابہ مراتب ارتقا طے کرتا ہوا ”احسن تقویم“[2] کے منتہای کمال پر پہونچکر اشرف المخلوقات یعنی انسان کا جلوہ دکھاتا ہے۔ ذیل مین ہم ایک نقشہ مع شجرہ درج کرتے ہین

---

[1] ان بیوت کو جرمنی کے مشہور ماہر علم الحیات شوان نے سنہ ۱۸۳۸ء مین دریافت کیا۔ [2] اشارہ ہے اس آیت پاک کی طرف لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

جو مسئلہ ارتقا کا لب لباب ہے - یہ نقشہ جے ٹیلر کی کتاب انسان ارتقا کی روشنی میں سے ترجمہ کیا گیا ہے

درجات مع مثال	مخصوص حصہ دماغ	قویٰ مائل بہ ارتقا بسرعت تمام	نتائج احساسات	نتائج خواہشات	نتائج ماحول	جدید اکتسابات
پروٹوزوا (النشاۃ الاولیٰ) جیسے اموبا جو پانی میں ایک دھبہ سا نظر آتا ہے	+	×	لامسہ شامہ	اشتہا	×	سیلز (بیوت)
کلنڈیٹا (جسم مجوف) مرجان وغیرہ	+	ہاضمہ مولدہ	ایضا	ایضا	ہاضمہ	ہاضمہ و مولدہ
ورمز (کیڑے) مثلاً کینچوا	+	+	باصرہ	ایضا	مولدہ	اعصاب
مچھلی	سلعۃ الراس	اعصاب	ایضا	خوف و غضب	قوت بازو قدرت عمل	ریڑھ کی ہڈی - جبڑے - دماغ
ذوعنصرین جیسے مینڈک	ایضا	ایضا	شامہ	ایضا	ایضا	جوڑی ہوئی ٹانگیں اور پھیپھڑا
ہوام الارض جیسے اژدہا	ایضا	ایضا	ایضا	ایضا	ایضا	مخ دماغ
ادنیٰ قسم کے ذوات الثدی (دودھ پلانیوالے جانور) مثلاً آسٹریلیا کا کانگرو	غشائے رقیق مخ	دماغ	باصرہ سامعہ شامہ	ایضا و ہوش تحفظ	فطنت	مشیمہ (بچہ دان)
ذوات الثدی جنکا درختوں پر مسکن ہے مثلاً بندر	ایضا	ایضا اور ہاتھ	ایضا	ایضا	ایضا	ہاتھ
قدیم انسان	نظام عصبی	ایضا	ایضا	ایضا	ایضا	نفس
تاریخی انسان	ایضا	ایضا	عقل	تقویٰ و صواب	حسنات	؟ سلہ

سلہ انتباہ - یہ خانہ خالی ہے کیونکہ سائنس کے نزدیک تاریخی انسان کا جدید اکتساب نامعلوم ہے لیکن جس وقت ہم اس ہستی پاک پر غور کرتے ہیں کہ الا من اتی اللہ بقلب سلیم تو صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ حسنات کے ماحول کا نتیجہ قلب سلیم ہے - خداوندا ہمکو اپنے حبیب پاک صلعم کے طفیل میں قلب سلیم عطا فرما -
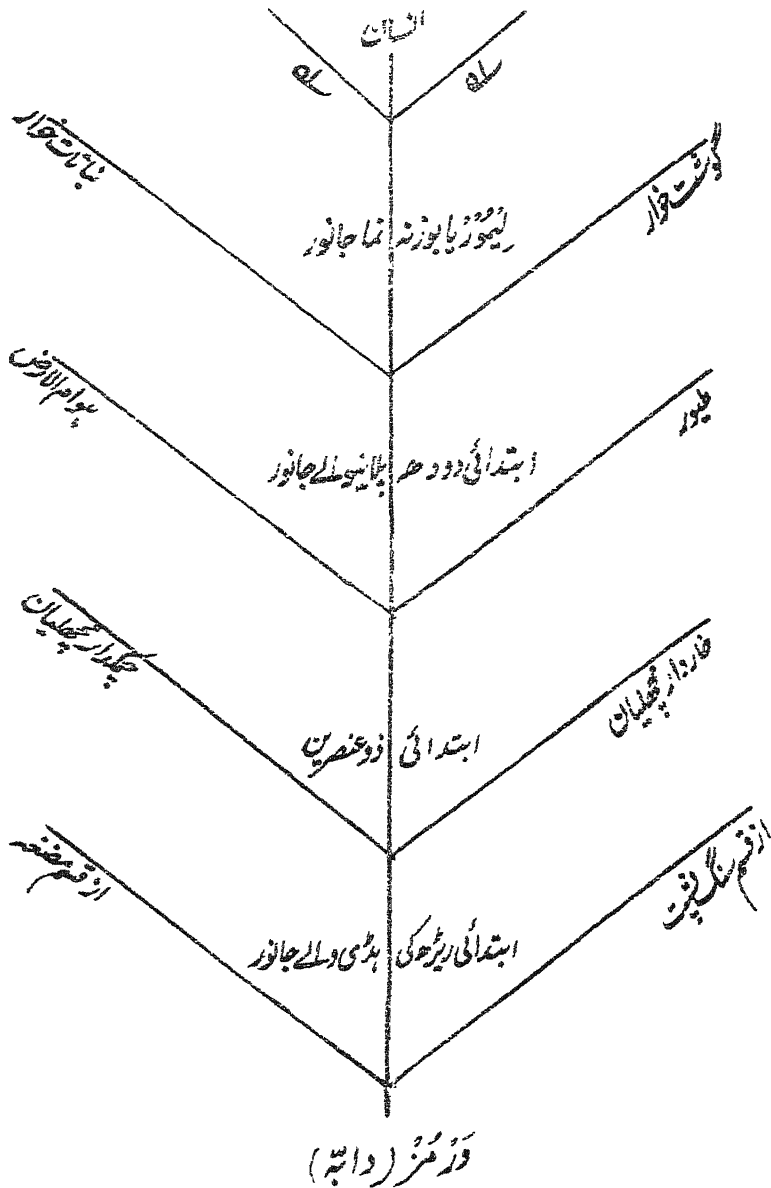
سلہ اشتباہ۔ ٹیکر نے یہ دونون شاخین خالی رکھی ہین۔ لیکن ہیکل نے اپنی کتاب لاسٹ لنگ (آخری حلقہ) مین بے دم کے بندرون کو انسان کا مورث قرار دیا ہے۔

مسئلۂ ارتقا مین ڈاکٹر ویلس کی مشہور ترمیم	

مسئلۂ ارتقا کی تاریخ مین یہ واقعہ یادرہیگا کہ ڈاکٹر ویلس جو اصول ارتقا کے دریافت کرنے مین ڈاردن کا ہم پلہ اور برابر کا شریک و سہیم ہے یہ دیکھکر کہ ڈاردن اور اُسکے پرجوش متبعین ہکسلے۔ رومانیس اور ہیکل نے انسان کی دماغی اور روحانی قوتون کا ماخذ بھی حیوانات ہی کو قرار دیا سخت مخالف ہوگیا اور شیدائیان سائنس کی طعن و تشنیع کی کچھ پروا نہ کرکے یہ دعوے کیا کہ جسم کی ساخت کے لحاظ سے انسان بیشک حیوان کی ارتقا یافتہ صورت ہے لیکن اسکے نفس کے وجود اور ارتقا کا حیوانات سے کوئی تعلق نہین ہے بلکہ انسان اور حیوان کے مابین یہی مخصوص شئے مابہ الامتیاز ہے وہ کہتا ہے کہ ریاضی۔ فنون لطیفہ اور حاسہ مذہب کا ارتقا انتخاب طبعی اور اس کے معاون قواعد کے رو سے ثابت نہین ہوتا۔

شیدائیان سائنس کو یہ دعویٰ ایسا عجیب معلوم ہوا کہ اولاً یہی کہتے رہے کہ ڈاکٹر موصوف کا یہ قول ہی نہین یہانتک کہ ڈاردن نے بھی یہی سمجھا[1]۔ لیکن جسوقت ڈاکٹر ویلس نے اپنی مشہور کتاب ڈاردنزم ۱۸۸۹ء مین شائع کی اور اُسکے باب ۱۵ مین اس دعوے کو شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا تو جسطرح ڈاردن کو مذہبی گروہ نے ملحد قرار دیا تھا اُسیطرح سائنس کے فریق "معتدین" نے ویلس کو وہم پرست کا لقب دیکر یہ کہنا شروع کیا کہ ڈاکٹر موصوف پر مذہبی رنگ چڑھ گیا ہے[2]۔

ماہرین سائنس علے العموم پیروان مذہب کو متعصب اور جاہل کہا کرتے ہین مگر اس معاملہ مین ہم انکو کیا کہین؟ ؎

بیخود بوقت ذبح تپیدن گناہ من	دانستہ دشنہ تیز نکردن گناہ کیست
ذبح ہوتے وقت بیخودی مین تڑپنا یہ میرا گناہ ہے	لیکن جان بوجھ کر چھری کو تیز نکرنا یہ کسکی خطا ہے؟

---

[1] صفحہ ۱۱۶ ڈاردن و علوم جدید [2] ایضاً۔

باب دوم

سائنس مذہب کی روشنی مین

آجکل عام طور سے مذہب کو کھینچ تان کر کسی نہ کسی طرح سائنس سے تطبیق دی جاتی ہی گویا سائنس ہی معیار حق ہے لیکن اختلاف کے اصلی وجوہ پر بہت کم غور ہوتا ہی یہی سبب ہے کہ "نہ خدا ہی ملتا ہے نہ وصال صنم"۔ رفع اختلاف کی ایک یہ صورت نکلی ہے کہ دونون کی سرحد الگ کر دی گئین یعنی سائنس کی بنیاد عقلیات پر ہے اور مذہب کے جذبات پر یہ حدبندی اگرچہ ایک دوسرے کو بیجا طور پر حملہ آور نہین ہونے دیتی لیکن حقیقت یہ ہی کہ بجاے اسکے کہ دونون کے دل صاف ہو جائین باہمی منافرت مین اضافہ ہو جاتا ہے۔ سائنس یہ دیکھکر کہ مذہب کی بنیاد جذبات پر رکھتے ہین اسکو ایک دل خوش کن فسانہ سمجھکر رندانہ طرز مین کہتا ہے ؎

ہمکو معلوم ہے مذہب کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

برعکس اسکے مذہب سائنس کو بندۂ عقل دیکھکر حکیمانہ لہجہ مین کہتا ہی ؎

پاے استدلالیان چوبین بود
پاے چوبین سخت بے تمکین بود

حقیقت یہ ہی کہ سائنس اور مذہب کے اختلاف کی بنیاد بہت گہری ہے۔ ذیل مین ہم اصل اختلاف پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہین

سائنس اور مذہب کے فلسفہ کا اصل اختلاف

سائنس کی عمارت تصور شئے پر قائم ہے جس سے کائنات ایک خود بخود باقاعدہ چلنے والی مشین نظر آتی ہے۔ مذہب کی بنیاد تصور ذات پر ہے جس سے کائنات ایک زبردست راہ پر لگانیوالے منتظم کی محکوم

معلوم ہوتی ہے۔ ان دو جداگانہ تصور کے نتائج اس حد تک تو باہمدگر مشابہ ہیں کہ جس طرح
سائنس ماہیت اشیا کے علم کا دعوے نہیں کرتا مذہب بھی کنہ ذات سے لاعلمی ظاہر کرتا ہے
لیکن جب صفات کی بحث شروع ہوئی اختلاف کی بنیاد قائم ہو گئی۔ سائنس صرف اُن
صفات کو تو تسلیم کرتا ہے کہ ایک شئے قدیم ہے ازلی ہے ابدی ہے لامتناہی ہے لیکن اُن
صفات کا منکر ہے جو تصور ذات کے بلاواسطہ نتائج ہیں مثلاً ارادہ۔ قدرت۔ حکمت وغیرہ
انکار کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ صفات خواہ کتنا ہی ارفع اور اعلے تصور کیے جائیں
انسانی ہیں اور اسلیے تصور خدا کے واسطے معتبر نہیں۔ لیکن یہ عجیب استدلال ہے سنو کہ
خود وہ علمائے سائنس جنکی آنکھوں پر جمود کا پردہ نہیں پڑا ہے کیا کہتے ہیں۔ الیور لاج
جو آجکل طبیعات کا مشہور ماہر تسلیم کیا جاتا ہے اپنی کتاب انسان اور کائنات کے
صفحہ ۳۳ و ۳۴ میں کہتا ہے۔

"یہ عجیب قسم کی ہمہ گیر شئے ہے جسمیں پہاڑ۔ درخت۔ قوای فطرت اور کل محسوس مادی کائنات
تو شامل ہوں لیکن عقل۔ ارادہ اور جذبات تشخص جنکا ہمکو بلاواسطہ ادراک ہے خارج
کر دیے جائیں۔ ہر ایک قوت اور ہر ایک جذبہ جسکا ہمیں ادراک ہے بے شبہہ موجود ہیں
اور اسلیے کائنات میں من حیث المجموع موجود ہونا چاہیے۔ مذہب تجسیم میں اگرچہ
بہت سی غلطیاں ہیں لیکن ایک امر حق بھی پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک اعلی صفت
جو انسان میں موجود ہے خواہ وہ تشخص ہو یا کوئی اور اعلے صفت کائنات میں جسکا ایک جزو
انسان بھی ہے ثابت اور قائم ہے اور کل میں داخل ہے"

ریشڈل اپنی کتاب فلسفہ اور مذہب کے لکچر چہارم میں کہتا ہے۔
"تشخص کا اطلاق اپنے حقیقی۔ اعلے اور کامل معنی میں صرف خدا پر ہو سکتا ہے لیکن اگر تشبیہ کے
دائرہ سے قدم باہر رکھکر ہم خدا کا ماورا التشخصی حیثیت سے تصور کریں تو یہ خیال رہے کہ شخصیت کے
درجہ سے کمتر کوئی تصور سد راہ نہو جائے مثلاً یہ کہ ہم خدا کو محض ایک قوت یا غیر مدرک شے یا

یا صرف اسم جمع نہ سمجھ لین "

حقیقت مین ان صفات کا انکار اس بنا پر کہ انسانی ہین صرف ایک مغالطہ ہی اور الحاد کا پیش خیمہ ہے۔ یہی وہ صفات ہین جو اصل مین معرفت آلہی کی ابجد ہین لیکن یہ فرق خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جو نسبت الفاظ کو معنی سے ہی وہی نسبت ان صفات کو صفات خداوندی سے ہی غصہ کے غین صاد اور ہاے ہوز کو اُس کیفیت سے کسی قسم کی مناسبت نہین جس سے چہرہ سرخ ہوجاتا ہے اور پیشانی پُرشکن۔ لیکن انسان نے جسطرح ان موضوعہ حروف سے غصہ کی کیفیت کو سمجھا ہے اسیطرح فطرت نے ان صفات سے انسان کو متصف کیا تاکہ انکے ادراک سے اُسکا ذہن اس موصوف کی طرف منتقل ہوسکے جسکی صفت یہ ہے

لیس کمثلہ شئ نہین ہے مثل اسکے کوئی چیز

اب فرض کرو کہ دو اجنبی شخص ایک غیر زبان سیکھنا چاہتے ہین دونون کے سامنے حروف تہجی لکھے ہوے رکھے ہین۔ انہین سے ایک شخص ان حروف کی شکل کو دیکھتا ہے۔ انکے طول و عرض کو ناپتا ہی دائرون کی کشش پر غور کرتا ہے نقاط کے مکان کا اندازہ کرتا ہے پھر ان تمام حرفون کو نقطون کی ہیئت اولی کی حرکت کا نتیجہ سمجھکر بیٹھ رہتا ہے اور یہ خیال کرتا ہی کہ بس یہی سمجھنا تھا۔ دوسرا شخص پہلے ان حروف کی مختلف اشکال کو پہچانکر الفاظ کو سمجھتا ہے اور پھر سواد خوانی سے معانی اور مطالب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہی حال مذہب اور فلسفہ سائنس کا ہی سائنس ان صفات کو صرف اُن نقوش کا جو دماغ کی نظام عصبی کی حرکت سے مرتسم ہوجاتے ہین نتیجہ سمجھکر اپنے اس علم کے نشہ مین مخمور رہتا ہے۔ مذہب ان فطری نقوش کو پہچانکر دماغ کے قفل ابجد کو کھولتا ہے اور معانی کی طرف رجوع کرکے دریاے معرفت مین غوطے لگاتا ہے۔

ہمارے اس بیان سے بغیر اسکے کہ ہم ذات اور صفات کے مباحث اور معتزلہ اور اشاعرہ کے لفظی نزاعون کو پھر چھیڑین تشبیہ اور تنزیہ کے پیچیدہ مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہی لیکن چونکہ یہ ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہی اسلیے ہم ذیل مین زیادہ وضاحت کے ساتھ مشہور مستشرق

میکس مولر کی کتاب سائنس آف ریلیجن کے ایک مقام کا ترجمہ درج کرتے ہین -

تشبیہ اور تنزیہ کی اصلیت

آغاز وجود سے انسان کے دل مین اپنے متعلق ایک قسم کا خیال جسکو ہم اپنی زبان مین خواہ تصور ضعف یا نقص یا وابستگی غرض کہ جو کچھ کہین موجود تھا -

ہم جسطرح یہ نہین بتا سکتے کہ نوزائیدہ بچہ کو بھوک اور پیاس کی خواہش کیون ہوتی ہے اسی طرح ہم اُس خیال کو بھی بیان نہین کر سکتے - لیکن یہ ضرور ہے کہ آغاز وجود سے ایسا ہی تھا اور اب بھی ایسا ہی ہے - انسان کو یہ خبر نہین کہ وہ کہان سے آیا ہو اور کہان جائیگا - اسکو ایک رہبر کی تلاش ہو وہ رفیق کا خواہان ہو - ایک آرام جان کی تمنا ہو - ایک آسمانی بزرگ کی جستجو ہو - علاوہ ان تمام محسوسات کے جو انسان کو وجود فی الخارج کی حیثیت سے محسوس ہوے خود قلب انسانی مین ایک زبردست باطنی جذبہ کا بھی وجود تھا - وہ کیا ؟ ایک پوشیدہ آہ یا جذب شوق یا ایک ایسی ذات کی طلب جو عالم کے اشیا کی طرح عیان اور نہان نہو - جو اول ہو اور آخر ہو اور ہمیشہ رہے - جو ہر شئے کی معین اور محافظ ہو سکے ، اور جسکے دم سے انسان کو اس بیگانہ عالم مین بیکسی محسوس نہو -

قبل اسکے کہ یہ مجہول کیفیت متمثل ہو ایک نام کی ضرورت ہوئی کیونکہ بغیر اسکے سمجھنا دشوار تھا - مگر اس نام کو کہان ڈھونڈھین - کچھ شک نہین کہ زبان کا خزانہ موجود تھا لیکن جس نام سے پکارا قلب تھرا گیا کہ یہ نام تو موزون نہین ہوتا کیونکہ دام اسم سے وہ مرغ خیال جو مصروف اہتزاز تھا اور آزادی اور نور کے عالم مین بلند پروازی کا خواہان تھا مقید ہوا جاتا تھا -

لیکن جب ایک اسم یا متعدد اسما پر انتخاب کے بعد تجربہ کیا گیا تو اب یہ دیکھنا ہو کہ جہان تک قلب انسانی کا تعلق ہو کیسا نتیجہ نکلا - کچھ شک نہین کہ ان اسما سے خواہ وہ کیسے ہی ناقص تھے ایک قسم کی طمانیت حاصل ہو گئی لیکن یہ اسما مثل دیگر اسماء اشیا کے محض اشارات تھے اور اشارات بھی کیسے بالکل ناقص کیونکہ ان اسما سے صرف چند جزوی حیثیتین اس عظیم الشان کل کی سمجھ مین آتی تھین جو قلب کے تخت پر آرام کر رہا تھا - مثلاً جبکہ نورانی آسمان کا

نام جیسا کہ دنیا کی ہر قوم نے کسی نہ کسی زمانہ مین انتخاب کیا پیش ہوا تو کیا اس "نور آسمانی" سے اس معلوم قلب کی پوری تشریح ہوگئی اور انکے قلب کو سکون ہوگیا - ہرگز نہین - لوگ خوب سمجھتے تھے کہ یہ کن معنی مین استعمال ہوا ہے - پہلا انسان جس نے اولاً اظہار مدعا کی جستجو مین ہر طرف سے تھک کر "آسمان" کے اسم کو غیر اسم سے بہتر سمجھکر استعمال کیا وہ خوب جانتا تھا کہ اسکی یہ کامیابی انجام کار ناکامیابی کے برابر ہے -

بہر حال اب یہ دیکھنا رہا کہ جب یہ نام مستقل ہوکر قبول ہوا تو پھر کیا ہوا ؟ یہ نام جب جوان اور بوڑھے - شوخ بچے اور پوپلی دادیون کی زبان پر جاری ہوا تو ممکن نہ تھا کہ باہمی غلط فہمی نہ ہوتی - تنزل کا پہلا زینہ یہ تھا کہ وہ ذات جو آسمان کے نام سے پکاری گئی اسکا مسکن آسمان قرار پایا - دوسرا زینہ یہ تھا کہ مسمّے اپنے اسم کے پردہ مین چھپکر غائب ہوگیا اور اس نیلے سے جو ہمارے سرون پر شامیانہ کی طرح نظر آتی ہے بارش کی التجا زراعت کی حفاظت مویشی غلہ اور روزی کی دعا ہونے لگی - اتنا ہی نہین بلکہ بہت جلد جن لوگون نے دنیا کو متنبہ کیا کہ اس اسم سے ظاہری آسمان مراد نہین ہے بلکہ اُس ذات سے مراد ہے جو تحت اور فوق ہر جگہہ اور اس نیلگون آسمان سے ارفع اور اعلےٰ ہے تو ایسے لوگون کی بات کو ظاہر بینون نے یہ کہکر ٹال دیا کہ یہ تو خواب دیکھتے ہین اور ہمارے دیوتا کی شان مین جو اس عالم کا محسن ہے کفر بکتے ہین - آخری زینہ یہ تھا کہ بہت سی باتین جو ظاہری آسمان پر صادق آتی تھین ہمنام الہ پر بھی منطبق ہونے لگین اور فرضی روایات اور افسانون کے انبار لگ گئے جن سے اس ذات کا جو ابتدا مین اس متشابہ اسم کے پردہ مین نہان تھے نام و نشان گم ہوگیا" - (لکچر چہارم صفحات ۱۹۸ تا ۲۰۰)

میکس مولر کے اس بیان کو حضرت ابراہیمؑ کے اُس واقعہ سے مقابلہ کرو جسمین آپنے اجرام علوی کو دیکھکر اپنی کواکب پرست قوم کے سامنے اسم اور مسمّےٰ کا فرق ظاہر کرکے اصل حقیقت کو آئینہ کردیا حق تعالی ارشاد فرماتا ہے -

فلما جن علیہ الیل راکوکبا قال ھذا ربی	پھر جب چھاگئی اُس پر رات دیکھا تارا - کہا یہ میرا رب ہے
فلما افل قال لا احب الافلین فلما رأ	پھر جب چھپ گیا کہا نہین دوست رکھتا مین چھپنے والون
القمر بازغا قال ھذا ربی فلما افل قال	کو - پھر جب دیکھا چاند روشن کہا یہ میرا رب ہے پھر جب
لئن لم یھدنی ربی لاکونن من	چھپ گیا کہا اگر نہ راہ دکھائے مجھے میرا رب البتہ ہوجاؤنگا
القوم الضالین فلما رأ الشمس بازغۃ	مین قوم گمراہ سے پھر جب دیکھا آفتاب چمکتا کہا یہ رب میرا
قال ھذا ربی ھذا اکبر فلما افلت	ہی یہ بڑا ہی پھر جب چھپ گیا کہا اے قوم مین بری ہون
قال یا قوم انی بریٔ مما تشرکون انی وجھت	اُس سے کہ تم شرک کرتے ہو - مین نے کیا متوجہ مُنھ اپنا
وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا	واسطے اسکے جسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو
وما انا من المشرکین (سورہ انعام)	کو طالب حق ہوکر اور نہین مین مشرکون سے -

اب ہم مذہب اور سائنس کے اصل اختلاف کی طرف پھر رجوع کرتے ہین - اوپر کے صفحات مین "تصور شئی" اور "تصور ذات" کے اہم الاختلاف کو پیش نظر رکھکر پھر اگر تعلیمات سائنس پر غور کیا جائے تو یہ انسان کی دین کامل یعنی اسلام کی مؤید نظر آئینگی اور وہ انتشار اور تشکک جو اس زمانہ مین وسعت معلومات سے پیدا ہوگیا ہے طمانینت قلب کی صورت مین بدلجائیگا -

مسئلہ ارتقا اسلام کی روشنی مین

مسئلہ ارتقا اگرچہ انیسوین صدی کے نصف آخر مین سائنٹفک طور پر ثابت ہوکر علمی دنیا مین ایک انقلاب عظیم کا باعث ہوا ہی لیکن اگر ایک ہزار سال پیشتر اُس زمانہ کے علما کے اقوال پڑھین جو علمی تحقیقات کے میدان مین دب زدنی علما پڑھتے ہوے آگے قدم بڑھاکر حیرت انگیز ایجاد و اختراع سے چار دانگ عالم مین علم اور تہذیب کی روشنی پھیلاتے تھے تو معلوم ہو جائے کہ مسئلہ ارتقا کی آواز وہی ہی جو ان کانون مین کبھی پڑچکی تھی -

فلسفۂ یونان کے مقابلہ مین جب عقلی علم کلام کی بنیاد خلیفہ مہدی عباسی کے عہد مین رکھی گئی تو متکلمین نے منکرین اسلام خاصکر ملحدین کے مقابلہ مین نقل روایات ناکافی سمجھکر دلائل عقلیہ سے

کام لینا شروع کیا - اس ضمن مین مخلوقات کی آفرینش کی بھی عقلی طور پر تشریح شروع ہوئی مشہور متکلم ابو الہذیل کے بہ یک واسطہ شاگرد جاحظ (المتوفی ۲۵۵ھ) نے ارسطو کی کتاب "ڈی اینما" کے طرز پر ایک کتاب لکھی جسکا نام کتاب الحیوان ہے اسمین انتقال مکانی اور "ماحول" کے اثر سے جو تغیرات انواع حیوانات اور نباتات مین پیدا ہوے انکی طرف اشارہ کیا مصنفین اخوان الصفا نے رسالہ نباتات کی تمہید مین یہ دعوے کیا کہ جمادات نباتات حیوانات اور انسان کے عالم ایک دوسرے سے سلسلہ بہ سلسلہ وابستہ ہین -

علامہ ابن مسکویہ (المتوفی ۴۲۱ھ) نے جنکا شمار اسلام کے نامور حکماء مین ہے اپنی کتاب الفوز الاصغر مین جو فلسفہ اور شریعت کی تطبیق پر لکھی ہے اس مسئلہ کو بالتفصیل بیان کیا ہے اور آجکل کے ماہرین علم الحیات کی طرح نباتات سے ذی حیات کی ابتدا شروع کی ہے - وہ لکھتے ہین -

فنقول ان مرتبة النبات فی قبول هذا الاثر الشریف هو لما ینجم من الارض لم یحتج الی بذر ولم یحفظ نوعه ببذر کانواع الحشائش وذلک انه فی افق الجماد والفرق بینهما هو هذا القدر الیسیر من الحرکة الضعیفة فی قبول اثر النفس ولا یزال هذا الاثر یقوی فی نبات آخر یلیه فی الشرف الی ان یصیر له من القوة فی الحرکة الی ان یتفرع وینبسط ویتشعب و یحفظ نوعه بالبذر ویظهر فیه من اثر الحکمة اکثر مما یظهر فی الاول ولا یزال هذا المعنی یزداد فی شیء بعد شیء ظهوا الی ان یصیر الی الشجر الذی له ساق وورق وثمر

نباتات کا درجہ احساس کے قبول کرنے مین اسطرح شروع ہوتا ہے کہ سب سے ادنی درجہ کا نبات جب زمین سے اگتا ہے تو وہ تخم کا محتاج نہین ہوتا اور نہ وہ تخم کے ذریعہ سے اپنی نوع کی حفاظت کرتا ہے جیسے گھاس اور یہ جماد کا آخری درجہ ہے اس قسم کے جمادات اور نباتات مین صرف تھوڑی سی حرکت کا فرق ہے اور یہ قوت ان دوسری نباتات مین جو انکے اوپر ہین بڑھنی شروع ہوتی ہے یہانتک کہ قوت حرکت اتنی ہو جاتی ہے کہ اسکی شاخین ہوتی ہین پھیلتا ہے تخم کے ذریعہ سے اپنی نسل کی حفاظت کرتا ہے اور حکمت کے آثار اسمین اس سے کم درجہ کے نباتات سے زیادہ ظاہر ہوتے ہین اور یہ قوت رفتہ رفتہ بڑھتی جاتی ہے یہانتک کہ وہ درخت پیدا ہوتے ہین جنکے تنہ پتیان اور پھل

ا کشف الظنون جلد اول صفحہ ۴۵۶ -

يحفظ به نوعه۔
وهذا هو الوسط من المنازل الثلثة الا ان اول
هذه المرتبة متصل بما قبله في افقه وهو ما كان
من الشجر على الجبال وفي البراري المنقطعة
وفي الغياض وجزائر البحار لا تحتاج الى غرس
بل ينبت لذاته وان كان يحفظ نوعه
بالبذر وهو ثقيل الحركة بطي النشوء۔
ثم يتدرج من هذه المرتبة ويقوى هذا الاثر
فيه ويظهر شرفه على ما دونه حتى ينتهي الى الاشجار
الكريمة التي تحتاج الى عناية من استطابة
التربة واستعذاب الماء والهواء لاعتدال
مزاجها والى حياة ثمرتها التي
تحفظ بها نوعها كالزيتون والرمان و
السفرجل والتفاح والتين واشباهها۔
ويتدرج ايضا في قبول هذا الاثر من ظهور الشرف
الى ان ينتهي الى مرتبة الكرم والنخل فاذا انتهى الى ذلك
صار في الافق الاعلى من النبات وصار بحيث ان زاد
قبوله لهذا الاثر لم يبق له صورة النبات وقبل حينئذ صورة
الحيوان وذلك ان النخل قد بلغ من شرفه على النبات
الى ان حصل فيه نسبة قوية من الحيوان ومشابهة
كثيرة منها ولها ان الذكر منها متميز من الانثى

ہوتے ہین جن سے وہ اپنی نوع کی حفاظت کرتے ہین۔
یہ درجہ متوسط منزل ہی لیکن اسکا ابتدائی درجہ اپنے اوپر
کے درجہ سے ملا ہوا ہی۔ اور اس سے اوپر کے نباتات وہ ہین جو
پہاڑ۔ جنگل جھاڑی جزائر مین ہوتے ہین جنکو (بالقصد)
لگانے کی کچھ ضرورت نہین ہوتی بلکہ خود بخود اُگتے ہین اگرچہ
وہ تخم کی وساطت سے اپنی نسل محفوظ رکھتے ہین اور اس قسم کے
درختون مین دیر مین نمو اور بہت کم حرکت ہوتی ہی۔
پھر نباتات اس درجہ سے آگے قدم رکھتا ہی اور حیات کے
آثار اسمین قوی ہوتے جاتے ہین اور اپنے سے کم درجہ
کے حیوانات پر امتیاز خاص رکھتے ہین۔ یہانتک کہ وہ درخت
پیدا ہوتے ہین جنکی نشو و نما کے لیے اعتدال مزاج کی وجہ سے
عمدہ زمین خوشگوار آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہی اور وہ اس
بات کے محتاج ہوتے ہین کہ اُنکے پھل محفوظ رکھے جائین
جن پر انکی بقای نوع موقوف ہی جیسے زیتون۔ انار۔
بہی۔ سیب۔ انجیر۔ وغیرہ
پھر نباتات ترقی کرکے انگور و کھجور تک پہونچتا ہی۔ یہان پہونچکر
نبات اپنی انتہائی منزل پر پہونچ جاتا ہی کہ اگر اسمین ذرا
قوت اور پیدا ہو جائے تو نباتات کی سرحد سے آگے بڑھکر
حیوانات مین داخل ہو جائے اور یہ اسلیے کہ کھجور اتنا تمام
نباتات سے ممتاز ہو گیا کہ اسکو حیوانات کے ساتھ بہت
مشابہت ہو جاتی ہی اول یہ کہ نر کھجور مادہ کھجور سے ممتاز ہوتا ہے

وانہ یحتاج الی التلقیح لینم حملہ وھو کالسفاد
فی الحیوان ولہ مع ذلک مبدأ آخر
غیر عروقہ واصلہ اعنی الجمار الذی ھو
کالدماغ من الحیوان فانہ عرفت لہ آفۃ تلفت
وقد اختصت النخل لکثرۃ تشابہ بالحیوان لیس
ھذا موضع احصائھا۔ وھذہ الرتبۃ
الاخیرۃ من النبات وان کانت فی شرفہ
فانھا اول افق الحیوان وھو ادون
مرتبۃ واخسھا۔

فذلک اولھا یرقی النبات من منزلۃ الاخیرۃ وھو ان
ینقلع من الارض ولا یحتاج الی ثبات العروق فیھا
بما یحصل من التصرف بالحرکۃ الاختیاریۃ وھذہ الرتبۃ
الاولی من الحیوانیۃ ضعیفۃ لضعف اثر الحس فیھا
وانما تظہر بجھۃ واحدۃ اعنی حسا واحدا وھو الحس العام
الذی یقال لہ حس اللمس وذلک کالصدف وانواع الحلزون
الذی یوجد فی شاطئ الانہار ان اخذ بابطاء لزم موضعہ
وتمسک بہ وان کان قد انقلع من الارض وصارت لہ حیاۃ
فالانہ فی الافق القریب من النبات وفیہ مناسبۃ منہ۔

ثم ینتقل عن ھذہ الرتبۃ الی ان ینتقل
ویتحرک ویقوی فیہ قوۃ الحس
کالدود وکثیر من الفراش والدبیب

اور حیوانات کی طرح مادہ کو نر سے حاملہ ہونیکی ضرورت
ہوتی ہی اور کھجوروں مین جڑ اور عروق کے سوا ایک اور
چیز بھی ہوتی ہی جسپر اسکی حیات موقوف ہوتی ہی یعنی
کھاجا جو حیوانات کے دماغ کے قائم مقام ہوتی ہی اگر کھجور مین
کھاجا کو کوئی صدمہ پہونچے تو کھجور ہی خشک ہو جاتی ہی
اور مین نے کھجور اور حیوانات مین بہت سی مشابہتین
دریافت کی ہین جنکی تفصیل کا یہ موقع نہین۔ یہ نبات کی
ترقی کا سب سے آخری زینہ ہی اگرچہ نبات کا یہ اعلے درجہ ہے
مگر یہ حیوانیت کا دیباچہ ہی اور حیوانیت اس سے بالاتر ہے۔

نباتات جب اپنی منزل سے آگے بڑھتا ہی تو اسکا پہلا
زینہ یہ ہی کہ زمین سے الگ ہو جائے اور اسکو اسکی ضرورت
نہ رہے کہ اسکی جڑین زمین مین گڑی رہین تاکہ وہ
اختیاری حرکت کر سکے اور حیوانیت کا یہ ابتدائی درجہ ہے
جو قوت حاسہ کی کمی کی وجہ سے ابھی کمزور ہی اور ابھی اسمین
صرف ایک ہی قسم کا حاسہ پیدا ہوا ہی یعنی چھونے کی قوت
جیسے صدف اور اور کیڑے جو لب دریا پیدا ہوتے ہین
اگر انکو آہستہ سے پکڑو تو یہ زمین سے بالکل بے نیاز
نہین ہین۔

پھر حیوان آگے بڑھتا ہی یہانتک کہ اسمین حرکت پیدا ہوتی ہی
اور وہ چلنے پھرنے لگتا ہی۔ قوت احساس زیادہ
ہو جاتی ہی جیسے کیڑے۔ پتنگے۔ اور رینگنے والے کیڑے

ثم يرقى من هذه الرتبة ايضا ويقوى اثر النفس الى ان يصير منه الحيوان الذى له اربعة حواس كالخلد وما اشبهه ثم يرقى من ذلك الى ان يصير له من حس البصر ضعيف كالنمل والنحل۔

پھر ترقی کرتا ہی اور اسمین فیضان روح زیادہ ہوتا ہے یہانتک کہ وہ ایسا حیوان ہوجاتا ہی جسمین چار قسم کے حاسّے ہوتے ہین جیسے چھچھوندر وغیرہ پھر ایک نئے زینہ اور قدم رکھتا ہی اور تھوڑی سی بصارت اسمین پیدا ہوتی ہے جیسے چیونٹی اور شہد کی مکھیان۔

ثم يقوى ذلك الى ان يصير منه الحيوان الكامل فى الحواس الخمس وهى مع ذلك متفاوتة المراتب منها البليدة الجافية الحواس ومنها الذكية اللطيفة الحواس التى تستجيب للتاديب وتقبل الامور والنهى وتستعد لقبول اثر النطق كالفرس من البهائم والبازى من الطير

پھر آگے بڑھتا ہی یہانتک کہ حیوان کامل الحواس پیدا ہوتے ہین اور گو انہین حواس خمسہ موجود رہتے ہین لیکن باعتبار سمجھ کے انکے مختلف طبقات ہوتے ہین بعض بے سمجھ ناقص الحواس ہوتے ہین بعض سمجھدار لطیف الحواس جنمین تعلیم کی صلاحیت ہوتی ہی جیسے چوپایون مین گھوڑا اور پرندون مین باز۔

ثم يقرب من اخر مرتبة البهائم ويصير فى افقه الاعلى وفى مرتبة الانسان وهذه المرتبة وان كانت شريفة فهى خسيسة دنية بعيدة من مرتبة الانسان وهى مراتب القرد واشباهها من الحيوان التى قاربت الانسان فى خلقة الانسانية وليس بينها وبينه الا اليسير الذى ان تجاوزه صار انسانا۔

پھر حیوان ترقی کرکے حیوانات کے انتہائی درجہ پر پہونچ جاتا ہے اور انسان کی سرحد مین داخل ہونا چاہتا ہی۔ گو یہ درجہ باعتبار حیوانیت کے اعلے ہی مگر بنسبت انسانیت کے بہت نیچے ہی اور یہ درجہ بندر وغیرہ کا ہی جو انسان سے بالکل مشابہ ہین اور انمین اور انسان مین ایک تھوڑا ہی سا فرق ہی جسکو بندر اگر طے کرلین تو بالکل انسان ہوجائین۔

فاذا بلغه انتصبت قامته ويظهر فيه قوة التميز اليسير فضل تمييز واهتداء الى المعارف و يقوى فيه اثر النفس وهذه المرتبة القريبة من الانسان هى فى افق البهيمة وهى فى اقصى المعمورة من الارض وفى اطرافها

جب حیوان اس درجہ پر پہونچتا ہی اسکا قد سیدھا ہوجاتا ہی اسمین تھوڑی سی تمیز کی قوت آجاتی ہی مگر ابھی انمین علوم کی استعداد نہین ہوتی اور نہ انکی روحانی قوت کچھ زیادہ زور آور ہوتی ہی اور یہ انسان کامل سے قریب کا درجہ حیوانیت کی انتہا ہی۔ یہ حیوانی انسان زمین کے انتہائی آباد حصہ مین ادھر ادھر

کالزنج وغیرهم فان هولاء لیس بینهم و بین
المرتبة الآخرة من البهائم کثیر فرق و لیس توثر
عنهم حکمة ولا تقبلونها من الاصم المجاورة ثم لانزال
اثر النطق یزید الی ان یصیر فی وسط المعمورة
فی الاقالیم الثالث والرابع والخامس فحینئذ
یکمل هذا الاثر و یصیر بحث تراه من الذکاء
والفهم والیقظ من الامور... واستخراج
غوامض العلوم واتساع المعارف۔

پائے جاتے ہین جیسے حبشی اور وحشی قومین کیونکہ انمین
اور آخری حیوانون مین کچھ زیادہ فرق نہین ہوتا نہ تو انسے
کوئی حکمت اخذ کیجاتی ہی اور نہ یہ اپنی ہمسایہ قومون سے اخذ
کرتے ہین۔ اسطرح عقل انسان درجہ بدرجہ بڑھتی جاتی ہی
یہانتک کہ زمین کی وسط آبادی مین یعنی تیسری چوتھی
پانچوین اقلیم مین عقل انسانی کمال کو پہونچ جاتی ہو اور
انمین ذہانت۔ سمجھ۔ بیدار مغزی پیدا ہوجاتی ہی...... علوم کی
باریکیان حل کرتے ہین اور فنون کو وسعت دیتے ہین۔

ڈارونیت کا اس مضمون سے مقابلہ کرو صاف نظر آتا ہی کہ ابن مسکویہ نے جو پیشینگوئی کی تھی وہی انیسوین صدی مین ڈارون کے ہاتھ سے وہسکی شراب ہوگئی۔ غرض کہ ارتقا کے یہ خیالات کچھ حکمای اسلام تک محدود نرہے بلکہ اس زمانہ مین عام طور سے تعلیم یافتہ گروہ مین شائع ہوگئے نظامی عروضی سمرقندی نے جو کوئی مشہور محقق یا فلسفی نہ تھا ایک کتاب چہار مقالہ لکھی جسمین دبیری شاعری۔ نجوم اور طب کے متعلق دلچسپ واقعات اور حکایات درج کیے ہین اس کتاب کی تمہید مین مخلوقات ارضی کی تخلیق کو اس ارتقائی ترتیب سے بیان کیا ہی کہ گویا یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہوگیا تھا۔

طرہ یہ کہ مولوی معنوی جنکی بے نظیر مثنوی کو تصوف کے دربار سے "ہست قرآن در زبان پہلوی" کا لقب ملا ہی دفتر چہارم مین صاف طور سے مسئلۂ ارتقا کی تشریح کرتے ہین لیکن ساتھ ہی اسکے مادیین کی جو انسان کے آیندہ ارتقا یعنی معاد کے منکر ہین اپنی دلاویز اور موثر طرز بیان سے تنبیہ بھی کردی ہی۔ فرماتے ہین ؎

آمده اول به اقلیم جماد	وز جمادی در نباتی اوفتاد
سالها اندر نباتی عمر کرد	وز جمادی یاد ناورد از نبرد

وز نباتی چون بحیوان اوفتاد	نامدش حال نباتی ہیچ یاد
جز ہمان میلے کہ دارد سوی آن	خاصہ در وقت بہار و ضیمران
باز از حیوان سوی انسانیش	میکشد آن خالقے کہ دانیش
ہمچنین اقلیم تا اقلیم رفت	تا شد اکنون عاقل و دانا و زفت
عقلہاے اولینش یاد نیست	ہم ازین عقلش تحول کردنیست
تا رہد زین عقل پر حرص و طلب	صد ہزاران عقل بیند بوالعجب

مولانا نے ان اشعار میں انسان کے مدارج ارتقا کا ذکر کرکے ارتقاء آیندہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ارتقای آیندہ بیشک گذشتہ ارتقا کو تسلیم کرکے ارتقای آیندہ یعنی معاد سے منکر ہونا سراسر ناانصافی ہے۔ وہ ناچیز مادۃ الحیات (پروٹوپلیزم) جو ابتدا میں ایک دھبہ سا پانی مین نظر آتا تھا ہزارون لاکھون برس مین مدارج ارتقا طے کرتا ہوا اور ہر دور مین ایک جدید حاسہ کا اکتساب کرتا ہوا ارتقاے دماغ کے اس حد تک پہونچا کہ اپنے زور استدلال اور قوت خیال سے ان اشیا کی کیفیت بیان کرسکتا ہی جنکو ان آنکھون سے کبھی دیکھا نہین۔ مثلاً کرۂ ارض کو حرکت کرتے دیکھا نہین مگر زور استدلال سے اسطرح دکھا دیتا ہی کہ شک کی گنجایش نہین رہتی۔ اسیطرح ستارون کا بعد مسافت۔ روشنی کی رفتار۔ ضیاۃ النجوم کے مادہ کے اوزان عنصری کیفیت۔ ناقابل وزن اور صفات ایجابی سے معرا "ایتھر" کا تصور۔ غرض کہ کائنات کے ظاہر اور پوشیدہ حالات اسکے بند سے مشابہ دماغ کے سامنے آئینہ ہوجاتے ہین لیکن کیا اب انسانی دماغ کا ارتقا اس حد تک پہونچکر ختم ہوگیا۔ ان حواس کے علاوہ اب کسی اور حاسہ کا جدید اکتساب[1] نہوگا۔ کیا انتخاب طبعی اور بقای اصلح کا قانون منسوخ ہوجائیگا۔ کیا عجیب بات ہی کہ سائنس خود ہی مسئلہ ارتقا کا دعوی اس بلند آہنگی سے اثبات کرے اور پھر خود ہی انسان کے آیندہ ارتقا کا منکر ہوجائے۔ مانا کہ سائنس کو نامحسوس آیندہ سے بحث نہین ہی لیکن جو قانون

[1] اس عبارت کو پڑھتے وقت نقشہ اور شجرۂ ارتقا جنکو ہمنے باب اول کے آخر مین درج کیا ہی پیش نظر رکھنا چاہیے

ارتقا لاکھون کروڑون برس سے نہایت قاعدہ اور انضباط کے ساتھ عمل کر رہا ہو وہ انسان کے حق مین یکایک کیون منسوخ سمجھا جائے۔ کیا قوانین فطرت بھی متلون ہین ؟ ہرگز نہین ہمارے زمانہ کا مشہور فلسفی پروفیسر ہانفڈنگ کا قول ہی کہ ہم دیکھتے ہین کہ صیانت قوت کیطرح صیانت قیمت[1] کا بھی ایک قانون ہی۔ یعنی کائنات جس خوبی کا ایک مرتبہ اکتساب کرلیتی ہی پھر اسکو مٹنے نہین دیتی۔ سچ ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

غرض کہ مذکورہ بالا انتخابات سے اسقدر تو معلوم ہوگیا کہ حکماے اسلام ترتیب مخلوقات کو ارتقائی حیثیت سے ثابت کرتے تھے لیکن ابھی یہ دیکھنا باقی ہی کہ آیا مسئلہ ارتقا دینی تعلیم کا مخالف سمجھا جاتا تھا یا نہین۔

مسئلہ ارتقا اور تعلیم دین

حقیقت یہ ہی کہ اس مسئلہ کی مخالفت صرف اس بنا پر ہوتی ہے کہ توریت کی کتاب پیدایش کی شہادت متعلق تخلیق عالم۔ قصۂ آدم و حوا اور طوفان نوح اسکے خلاف ہے۔ لیکن اُس زمانہ کے بزرگان دین سے ان شہادتون کی حقیقت پوشیدہ نہ تھی۔ کلام مجید مین ترغیب اور ترہیب کے واسطے اُن قصص کا جہان ذکر آیا ہی انکی اصلی تفسیر ان حاشیون سے جو روایات یہود سے لیکر اصل واقعات پر چڑھائے گئے تھے اور جنکو بعض غیر محتاط مفسرین نے نقل روایت کے طور پر بے کم و کاست اور بغیر جرح و تعدیل کے درج کردیا تھا علحدہ سمجھی جاتی تھی۔ ابومسلم اصفہانی جنکے اقوال کے متعلق امام رازی اپنی تفسیر مین فرماتے ہین کہ انکا کلام تفسیر مین نہایت معقول ہوتا ہی اور وہ اکثر دقیق اور لطیف باتین پیدا کرتے ہین۔ قدماے متکلمین اور ائمۂ دین کی لطیف تاویلات۔ محدثین کے فیصلے ان راویون کے متعلق جنھون نے ان دور از کار روایتون کو نقل کرکے کلام مجید کی روشن آیتون پر

---

[1] اصطلاح سائنس مین اس قانون کو "لا آف کنیٹی نوئٹی" (قانون استمرار) کہتے ہین دیکھو اسٹیورٹ اور ٹیٹ کی کتاب "آن سین یونی ورس" (عالم غیب) یہ قابل دید کتاب ہی۔۱۲

[2] کنسرویشن آف ویلو" ملاحظہ ہو تاریخ فلسفہ مصنفہ ہافڈنگ۔ ابطال تناسخ مین یہ دلیل برہان عرشی ہے ۱۲

پردہ ڈالدیا تھا۔ غرض کہ ان تمام اساطین اسلام کے کارنامے اسوقت تک بھولے نہ تھے اور اسلیے
ارتقا کا خیال جیسا کہ حکمای اسلام نے بیان کیا تھا کلام مجید کے تعلیم کا منافی نہین سمجھا گیا۔
لیکن وہ دور ختم ہوگیا۔ سیل تاتار نے فقط مدینۃ السلام بغداد کو تباہ نہین کیا بلکہ ہماری علمی
ترقیون پر بھی پانی پھیردیا۔ یہان تک کہ پندرھوین صدی عیسوی سے اس انقلاب عظیم کا
ظہور ہوا جس سے مسلمانون کے جمود اور علمی تنزل اور عیسائیون کی دماغی ارتقا کی تاریخ شروع
ہوتی ہی ہم جہانتک پہونچ چکے تھے مسیحی یورپ نے جہالت اور کوتاہ بینی سے بیدار ہوکر اسطرف
تیزی سے قدم بڑھایا لیکن خود ہمارا یہ حال ہوا کہ ہمنے رجعت قہقری شروع کی اور "مسلمانان
درگور او مسلمانی درکتاب" کی مثل صادق ہوگئی

حقیقت مین مسئلہ ارتقا اسلام کی تعلیمات کا منافی نہین بشرطیکہ سب سے پہلے یہ امر ذہن نشین
ہوجائے کہ انبیا کا اصول تعلیم کیا ہی۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۸۸ مین فرماتے ہین

ومن سیرتھم ان لا یشتغلوا بما لا یتعلق	اور انبیا کے اصول مین سے ایک یہ بات ہی کہ جو امور تہذیب
بتھذیب النفس وسیاسۃ الامۃ کبیان	نفس اور سیاست قومی سے تعلق نہین رکھتے اُنمین وہ دخل نہین دیتے
اسباب حوادث الجو من المطر والکسوف	مثلاً کائنات الجو یعنی بارش۔ گرھن۔ ہالہ کے پیدا ہونے کے
والھالۃ وعجائب النبات والحیوان ومقادیر	اسباب۔ نباتات اور حیوانات کے عجائبات۔ چاند سورج کی
سیر الشمس والقمر واسباب الحوادث الیومیۃ	رفتار کی مقدار۔ حوادث یومیہ کے اسباب سلاطین اور ممالک کے
وقصص الانبیاء والملوک والبلدان ونحوھا	قصے وغیرہ وغیرہ۔ ان چیزون سے وہ بحث نہین کرتے مگر
اللھم الا کلمات یسیرۃ الفھا اسماعھم وقبلھا	ہان کچھ چند معمولی باتین جن سے لوگون کے کان مانوس ہو چکے ہین
عقولھم یوتی بھا فی التذکیر بالاء اللہ	اور انکی عقلون نے ان باتون کو قبول کرلیا ہی اور ان باتون
والتذکیر بایام اللہ علی سبیل الاستطراد	کو بھی وہ لوگ خدا کی شان اور قدرت کے ذکر مین ضمنی طور
بکلام اجمالی یسامح فی مثلہ بایراد	پر اجمالاً بیان کرتے ہین اور اسمین مجاز اور استعارہ سے
الاستعارات والمجازات۔	کام لیتے ہین۔

بے شک انبیا کا مطمح نظر تزکیۂ نفس اور توجہ الی اللہ ہوتا ہی اسلیے وہ ان امور سے بحث نہین کرتے۔

انتباہ | لیکن اس نکتہ کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان امور سے اگر لوگون کے دلوںین کوئی ایسا خیال بھی جم گیا ہی جو اصول دین کے خلاف ہی تو انبیا علیہما السلام اُس خیال کو دور کرنے مین پوری کوشش فرماتے ہین مثلاً توریت کی کتاب پیدائش مین عالم کا چھ دن مین پیدا ہونا مذکور ہے۔ کیون؟ اسلیے کہ بابل کے قدیم بت پرستون اور کالڈیا کی کواکب پرستون کے عقیدہ مین ہفتہ کا ایک ایک دن ایک ایک دیوتا کی طرف منسوب تھا اسلیے انبیای بنی اسرائیل نے اس فاسد عقیدہ کی تردید کی اور یہ تعلیم دی کہ عالم اُسی ایک "رب الافواج" کی قدرت کا کرشمہ ہی جس نے ایک ہی ہفتہ کے اندر سب کچھ پیدا کر دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس تعلیم سے ایک دوسرا فاسد عقیدہ قصور فہم کے باعث پیدا ہو گیا۔ یہودیون نے خدا کو ایک قوی ہیکل مجسم اعلے انسان تصور کرکے یہ خیال کیا کہ جسطرح انسان کام کرتے کرتے تھک جاتا ہی اسیطرح چھ دن مین عالم کو پیدا کرکے خدا کو تھکن محسوس ہوئی اور اسلیے ساتوان دن ہفتہ کا اسکی آرام کا ہی۔ اس فاسد عقیدہ کو حضرت خاتم الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام نے جنھون نے توحید کامل کی تعلیم دی باطل فرمایا۔ قرآن مجید مین عالم کو چھ دن مین پیدا کرنے کی روایت نقل کرکے ارشاد ہوتا ہی۔

وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ — اور ہمکو تھکن نے اثر نہ کیا۔

اب ہمارے زمانہ مین سائنس نے چھ دن کے عوض چھ کرور بلکہ اس سے بھی زائد مدت بیان کی لیکن متبعین سائنس جنھون نے "تصور شئی" پر اپنے مشرب کی عمارت قائم کی ہی یہ خیال جما لیا کہ کائنات ایک خود بخود چلنے والی مشین ہی جسکی نہ ابتدا ہی نہ انتہا جسمین نہ دیوتا کو دخل ہے نہ خدا کو۔ کائنات کے لامتناہی فضا مین ارتقا اور انعدام۔ انعدام اور ارتقا کا سلسلہ خود بخود جاری رہا ہی اور رہیگا اسلیے جسطرح یہود افراط تشبیہ سے راہ بھول گئے متبعین سائنس بھی تفریط تنزیہ سے اس امر ہی کو چھوڑ بیٹھے۔ لہذا اب علمای امت محمدیہ ان گمراہون کے عقائد کو نقل کرکے انکے اس فاسد خیال کی یون اصلاح کرتے ہین۔

پاک بیہودہ نامعلوم حقیقت منتشر جسکے ثبوت انہین اُس زمانہ سے جبکہ زمانہ بھی نہ تھا اسوقت تک جسکی کوئی انتہا نہین نہایت انضباط اور قاعدہ کے ساتھ

لا تبدیل لخلق اللّٰہ — خدا کی بناوٹ مین ردوبدل ممکن نہین۔

اور فلن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا — خدا کے طریقہ مین تم ردوبدل نہین پا سکتے۔

کے اعلان کے مطابق فضائے لاانتہا ہی مین عمل کر رہے ہین۔ یہ سلسلہ ارتقا ~~یہ تفاعل~~ کیونکر ظہور مین آئے۔ سنو اور غور سے سنو۔ اس زبردست مدبر کی تدبیر سے جو ذی المعارج[۱] کی صفت سے موصوف ہے۔ اجسام کی انرجی اگر خارج ہو رہی ہے اور انکا ارتقا انعدام کی شکل مین بدل رہا ہے تو کچھ شک نہین۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ — ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے

یہ انرجی اگر بحیثیت مجموعی قائم رہے تو کچھ تعجب نہین

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ — ہر چیز فنا ہونیوالی ہے مگر اسکا چہرہ (ذات)

ارتقا اور انعدام۔ انعدام اور ارتقا کا سلسلہ اگر پیاپے جاری ہے اور جاری رہیگا تو کیا بعید ہے

ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ — وہی پہلا ہے اور پچھلا ہے اور باہر اور اندر

لاکھون کرورون برس مین اگر ایک ناچیز کیڑے کا دماغ ترقی کی اس حد تک پہونچا ہے کہ اگر ایک طرف لاکھون کرورون میل دور کے ستارون کی کیفیت یہین سے بیٹھے بیٹھے بیان کر سکتا ہے تو دوسری طرف نہایت چھوٹے چھوٹے اور آنکھون سے نظر نہ آنے والے اجزاے لایتجزّے کے الکٹران کو شمار کر سکتا ہے تو ابھی ہوا کیا ہے۔ باایں ہمہ وسعت معلومات و زور استدلال کیا کائنات کے عجائبات کا حال شمہ برابر بھی ظاہر ہو گیا حقیقت یہ ہے۔

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا۔ — کہدے اگر دریا میرے رب کے کلمون کے (لکھنے کو) سیاہی ہوتا تو تمام ہو جاتا قبل اسکے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہون اگرچہ ہم مثل اسکے مدد لائین (سورۂ کہف)

---

[۱] دیکھو سورہ معارج پارہ ۲۹۔

اس تقریر سے دو باتیں معلوم ہوئیں **اول** یہ کہ انسان کی دنیاوی وسعت معلومات کے ساتھ انبیا اور اُنکے روحانی وارث علما کا طرز بیان بدلتا جاتا ہی اگرچہ اصول وہی تزکیہ نفس اور توجہ الی اللہ ہی اور اسمیں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا۔ اسی سبب سے کہا گیا ہی

کلّموا النّاس علٰی قدرِ عقولِھِم لوگوں سے انکی سمجھ کے مطابق گفتگو کرو

ورنہ مذہب کی تعلیم کا اصل منشا ہی فوت ہو جاتا ہی۔

دوسرے یہ کہ اسی اصول کی غلط تعبیر سے پیروان مذہب اور متبعین سائنس کے مابین اختلاف ہو گیا ہی۔ پیروان مذہب میں جنھوں نے صرف ظاہر کو دیکھا اُنھوں نے امور دنیا کو مہمات دین سے ملا دیا اور ایراد قصص اور نقل روایات متعلق حقائق اشیا کو کلام مقصود سمجھ لیا اور نفس اصول سے بے بہرہ رہے اسی وجہ سے جب جدید انکشافات کی روشنی سے معلومات میں وسعت ہوئی تو انھوں نے ان انکشافات ہی کو غلط سمجھ لیا اور علم کو اپنے اُن عقائد کا مخالف سمجھکر اسکے دشمن ہو گئے۔ برعکس اسکے متبعین سائنس جنھوں نے انبیا اور علمار کے اصول تعلیم پر غور نہیں کیا اور عوام کے سطحی عقائد کو اصل مذہب سمجھا جسوقت اپنی معلومات کی معیار سے ان عقائد کو گرا ہوا پایا تو انھوں نے اپنی کوتاہ اندیشی سے مذہب کو صرف مجموعہ اوہام سمجھ لیا اور اسلیے یا ملحد ہو گئے یا دہریہ یا لاادریہ۔ علم ہیئت کے مشہور محقق لیپلاس سے جب نپولین اعظم نے دریافت کیا کہ اگر تمھاری تعلیم کے مطابق ضابطہ النجوم اور نظام شمسی کا نشو و نما ریاضیات کے اصول کے مطابق عمل میں آیا ہی تو پھر مسیح کا باپ خالق اور حافظ کی حیثیت سے کہاں رہا لیپلاس نے جواب دیا مسیح کے باپ کے دخل در معقولات کی کیا ضرورت ہی میں نے تو بغیر اسکے فرض کیے ہوے اس مسئلہ کو حل کر لیا ہی[1]

حقیقت یہ ہی کہ ان محققین کی مذہبی بیگانگی کا باعث زیادہ تر وہ گروہ ہی جسنے حضرت مسیح کی سیدھی اخلاقی تعلیمات کو یونانیوں رومیوں اور مصریوں کے توہمات اور بت پرستی کے

[1] معمائے کائنات، باب ۱۴۔

قالب مین ڈھالکر پیش کیا ہی اور اسکا نام دین عیسوی رکھا ہی۔
مگر اسکے ساتھ یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ گذشتہ صدی مین اگرچہ یورپ نے علوم و فنون مین قابل قدر ترقی کی ہی لیکن دینیات کے متعلق جو کچھ کیا ہی اس کا ذکر خود ہیکل کی زبان سے سنو۔ ہیکل ڈاروِن کا پرجوش شاگرد ہی اور مذہب کا سخت دشمن لیکن پھر بھی "معمای کائنات" کے باب اول مین کہتا ہی۔

انیسوین صدی کا اختتام ایک مبصر کی نگاہ کے سامنے حیرت انگیز تماشا پیش کرتا ہی۔ تمام تعلیم یافتہ اشخاص اس امر پر متفق ہین کہ یہ صدی بہت سی باتون مین سابقہ صدیون سے بازی لیگئی ہی اور ایسے مہمات کو انجام دیا ہی جو ابتدائے دائرۂ عمل سے خارج سمجھے جاتے تھے۔ نہ صرف حکمت نظری مین حیرت انگیز معلومات صحیحہ کا اضافہ ہونے سے بلکہ عملی سائنس صنعت و حرفت و تجارت وغیرہا مین مفید طریق عمل اختیار کرنے سے ہماری جدید تہذیب کی ایک نرالی شان پیدا ہو گئی ہی مگر برعکس اسکے اخلاقی اور معاشرتی زندگی کے لحاظ سے ہمنے گذشتہ صدیون کے مقابلہ مین بہت کم کیا یعنی کچھ بھی ترقی نہین کی بلکہ بعض اوقات ہمنے خطرناک رجعت قہقری کی ہی۔

بے شک یہ اسی رجعت قہقری کا نتیجہ ہی کہ یورپ اگرچہ مادی ترقی کے طارم اعلےٰ پر پہونچگیا ہی لیکن تزکیۂ نفس اور توجہ الی اللہ مین کالانعام بل ھم اضل کا مصداق ہوگیا ہی۔

یورپ نے مسئلۂ ارتقا سے کیا سیکھا؟

مسئلۂ ارتقا کی تعلیم سے اگر کچھ سیکھا بھی تو اس فتنہ کو جو قتل سے بھی اشد ہے۔ کشمکش حیات کے دریای قہار مین اپنے ڈوبتے ہوے کمزور ابنائے جنس کو (بجاے اسکے کہ انکا ہاتھ پکڑ کر نکال لین یا یہ نہ سہی ان کو پانی مین خود اپنے ہاتھ پاؤن مار کر نکلنے کی کوشش کرنے دین) دھکے دے رہے ہین اور اگر وہ بیچارے تنکے کا بھی سہارا ڈھونڈھتے ہین تو قسمین کھا کھا کر امداد کا سبز باغ دکھا کر اس تنکے کو بھی انکے ہاتھ سے پھنکوا دیتے ہین تا کہ اگر ایک منٹ مین غرق ہوتے ہون تو ایک ہی سکنڈ مین

ڈوب مرین ؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ڈاکٹر ویلس نے ایک کتاب لکھی ہی جسکا نام وَنڈر فُل سنچوری (عجیب وغریب صدی) ہے اس مین اُس نے گذشتہ صدی کے محاسن اور معائب دونون درج کردیے ہین۔ سائنس کی ترقیات اور اکتشافات کا ذکر کرکے وہ اس باب مین جسکا نام "نفس پرستی کا خون آشام دیو" رکھا ہی۔ کہتا ہے

آیندہ زمانہ کے مورخین ضرور لکھینگے کہ ہم اُنیسوین صدی والے باوجودیکہ جدید اکتشافات سائنس نے ہمکو نیکی یا بدی کرنے کی عظیم الشان قوت عطا کردی تھی لیکن افسوس ہم اخلاقی اور معاشرتی حیثیت سے نااہل ثابت ہوے جس تہذیب پر ہمکو ناز ہی وہ دھوکے کی ٹٹی ہی۔ ہمارا نظام حکومت نہ دین مسیح کے مطابق ہی نہ تمدن اور تہذیب کے موافق۔ ہم اپنے اس قول کی تائید مین اس صدی کی یورپین جنگون کو پیش کرتے ہین جو صرف قومی درازدستی کے سبب سے ظہور مین آئین اور کبھی ایسا نہین ہوا کہ غلامون کے آزاد کرنے مین یا مظلومون کو داد دینے مین اپنا اُنگلی کو سیدھا نہ کیا گیا ہو۔ (صفحہ ۳۳۷ و ۳۴۱)

کیا یورپ کا یہ اخلاقی اور روحانی تنزل باوصف ایسی حیرت انگیز مادی ترقی کے اس بات کی دلیل نہین ہی کہ علم کا غلط استعمال "حجاب اکبر" ہو جاتا ہی۔ لیکن اب پردہ اُٹھنے کو ہے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ اور قریب ہے کہ ظلم کرنیوالون کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کس کروٹ پر بٹھائے جائینگے۔

کچھ شک نہین کہ تزکیۂ نفس اور صفای باطن جو منشأ تہذیب وتمدن ہین صرف وسعت معلومات اور جدید اکتشافات پر منحصر نہین۔

اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع وقلب لا یخشع ودعاء لا یسمع ونفس لا تشبع۔ خداوندا مین تجھسے پناہ مانگتا ہون ایسے علم سے جو فائدہ نکرے اور ایسے دل سے جو تیرے حضور مین نہ جھکے اور ایسی دعا سے جو قبول نہو اور ایسے نفس سے جسکو آسودگی نہو (مسلم بروایت انس رض)

باب سوم

معمائے حیات

مادیین کو روح کے وجود اور بقا سے انکار ہے انکے قدما کے اقوال کا ماحصل یہ ہی کہ روح جسم سے کوئی جداگانہ شئے نہین ہی بلکہ ترکیب عناصر کی ایک کیفیت ہے جو موت کے بعد فنا ہو جاتی ہے۔

اس رای کی تردید حکمای الٰہیین نے اسطور سے کی کہ روح انسانی مدرک ہی اور ادراک صرف جوہر کی شان ہی اسلیے عرض نہین ہو سکتی اور چونکہ اسکا تعلق جسم کے ساتھ بواسطہ روح حیوانی (جو ایک بخار لطیف باعث حیات ہی) ہے اور اُسکی صفت یہ ہی کہ مدبر بدن اور حافظ ترکیب بدن ہی مگر نہ متصل اور نہ منفصل اسلیے موت کے بعد جسم سے اسکا تعلق منقطع ہو جاتا ہی فنا لازم نہین آتی۔

قدما کے یہ مباحث چونکہ قیاسات اور مظنونات پر منحصر ہین یا یون سمجھو کہ منطقی بھول بھلیان ہین اسلیے آجکل جدید انکشافات کی روشنی مین تقویم پارینہ نظر آتے ہین۔

مادیین جدید یعنی سائنس کے گروہ معتدین کی رای مین ادراک نظام عصبی دماغ کا فعل ہی اسلیے روح یعنی قوت مدرکہ کوئی علیحدہ شئے نہین بلکہ دماغ کی خاصیت ہے اور جسم کی طرح فناپذیر۔

اسکی تردید مین امریکہ کا مشہور فلسفی پروفیسر ولیم جیمس اپنے ایک لکچر مین کہتا ہی۔

ہم تسلیم کرتے ہین کہ ادراک کا انحصار دماغ پر ہی لیکن یہ کس مشاہدہ سے ثابت ہوا ہی کہ خود دماغ ادراک کو پیدا کرتا ہی۔ زیادہ سے زیادہ ہم دماغ کو ادراک کا واسطہ کہہ سکتے ہین۔

آلیور لاج اپنی کتاب انسان اور کائنات مین لکھتا ہی (صفحات ۱۸۴ و ۱۹۸)

دماغ عالم طبعی اور نفسی کے درمیان ایک واسطہ ہی۔ طبعی عالم مین حرکت اور نفسی عالم مین خیال کی عملداری ہی اور وہ عضو جسکا نام دماغ ہی دونون کے درمیان ایک نامعلوم طریقہ سے ترجمان کا کام دیتا ہے........

۱۸۵۸ء مین انگلستان اور امریکہ کا بحری تار بحر ظلمات مین ٹوٹ گیا لیکن کیا اس تار کے ٹوٹ جانے سے خود امریکہ اور انگلستان کا وجود منقطع ہوگیا۔

اکتوبر ۱۹۰۸ء کے رسالہ ہیبرٹ جرنل مین میک کول اس بحث کے متعلق لکھتا ہی۔

"دماغ مثل دیگر اعضای حواس مثلاً سامعہ و باصرہ وغیرہ کے صرف ایک آلۂ ادراک ہی لیکن جسطرح نہ خود آنکھ دیکھ سکتی ہی اور نہ کان سُن سکتے ہین اسطرح دماغ بھی مدرک نہین"۔

پھر کہتا ہی "علم النفس مین یہ محقق ہوچکا ہی کہ اجزای جسم کی طرح جوہر دماغ بھی تغیر پذیر ہی۔ یہان تک کہ بچپن مین جن اجزا سے دماغ ترکیب پاتا ہی وہ جوانی مین بالکل فنا ہو کر نئے اجزا مین تبدیل ہو جاتے ہین۔ یہی حال جوانی کے اجزای دماغ کا پیری مین ہو جاتا ہی۔ با اینہمہ قلب ماہیت انسان وہی رہتا ہی جو پہلے تھا۔ اسلیے ایک ایسی شئی کا وجود ماننا پڑتا ہی جو بالاستقلال قائم رہتی ہی اور ماضی اور حال کا یکسان ادراک کرتی ہی"

میک کول کا یہ استدلال ائمۂ متکلمین کے اقوال[۱] کی آواز بازگشت ہی اور اگرچہ وجود روح کی ایک معقول دلیل ہی لیکن حقیقت یہ ہی کہ پھر بھی یہ معما حل نہین ہوتا۔ اس معمے کو ڈاکٹر ولیس نے اپنی مشہور کتاب ڈاروِنزم کے باب ۱۵ مین جہان ارتقای انسان کے مسئلہ مین ڈاروِن سے اختلاف کیا ہے ذکر کیا ہی اور روح کے متعلق نئے اسلوب سے ایک دلچسپ بحث لکھی ہی چونکہ مسئلہ ارتقا کے رو سے کسی شئے کا یکایک پیدا ہونا تسلیم نہین کیا جاتا اسلیے ڈاکٹر موصوف کہتا ہی کہ عالم ذی حیات مین کم سے کم تین منزلین ایسی پیش آئی ہین جہان ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کسی جدید علت یا قوت نے ضرور اپنا کرشمہ دکھایا ہی۔ ان منازل کی تشریح

---

[۱] دیکھو تاریخ علم کلام۔ مصنفۂ علامہ شبلی ۱۲

ہم ڈاکٹر موصوف کی اصل عبارت کا ترجمہ کرکے درج کرتے ہین۔

منازل ثلثہ منزلِ اول[1] وہ منزل ہی جسمین جسم غیر عضوی (جمادی) جسم عضوی (نباتی) **حیات** مین تبدیل ہوگیا یعنی جبکہ سبسے پہلا نباتی خانہ[1] جو مادۃ الحیات (پروٹوپلیزم) سے معمور تھا ظاہر ہوا۔ عام طور سے اسکی علت یہ بیان کیجاتی ہو کہ اجزاے کیمیاوی کی ترکیب ایک جدید کیفیت کا اضافہ ہوگیا لیکن اس کیفیت کو جسکا نتیجہ تحرک نکلا اگر ہم بالفرض کیمیاوی ترکیب کے مادۃ الحیات کا موجد قرار دین پھر بھی ایسا ہرگز نہین ہوسکتا کہ اُس کیفیت نے زندہ مادۃ الحیات پیدا کردیا ہو یعنی ایسا مادۃ الحیات جسمین قوت نمو اور قوت مولدہ ہو اور ایسا مسلسل عمل بالیدگی پایا جائے جو عالم نباتات کے عجیب وغریب تنوع اور نظام کا باعث بھی ہو۔ ان عجائبات مین کوئی بات ضرور ایسی ہی جو تغیرات کیمیاوی سے بالکل خارج اور منزہ ہی اور اسی لیے کسی نے خوب کہا ہی کہ سبسے پہلا نباتی خانہ دنیا مین ایک نئی چیز تھا جسمین کلیتہً نئی قوتین ظاہر ہوئین مثلاً اجزاے ہوائی سے کاربن کو خارج کرکے متعین کرلینا۔ یا نامحدود مولدہ طاقت اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز وہ قوت جو گوناگون تراکیب اور صور کی انواع کی مورث ہوئی۔ اسلیے یہان ہمین ایک جدید قوت کے آثار عمل کرتے نظر آتے ہین ہم اسکو "افاضۂ حیات" سے تعبیر کرتے ہین۔ کیونکہ یہ مادہ کی چند صورتون کو وہ تمام خواص اور صفات عطا کرتی ہی جنپر زندگی کا انحصار ہے۔

منزل دوم۔ پہلے سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے اور مادہ۔ اسکے خواص اور قوتون سے کسی طرح اسکی تشریح سمجھ مین نہین آتی یہ منزل ادراک کی ہی جو نباتی اور حیوانی عالم کے درمیان مابہ الامتیاز ہی۔ یہان پہونچکر محض ترکیبی ساخت سے ایسے نتیجہ کا حاصل ہونا خارج از قیاس ہی۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ ترکیب عناصر کے ایک خاص درجہ پر پہونچکر محض اس ترکیب کے لازمی نتیجہ کے طور پر "انا" کا آغاز ہو یعنی ایسی چیز جو حساس ہو اور اپنے

[1] مسئلۂ نبوت کی طرف اشارہ ہی جسکو ہمنے باب اول مین بیان کیا ہی۔

وجود کا ادراک کرسکے۔ یہان پہونچکر حقیقتہً ایک امر جدید کا ظہور نظر آتا ہو یعنی ایک ایسا وجود جسکا روزافزون ادراک قوی ہوتے ہوتے حیوانات کے اعلےٰ اقسام تک پہونچ جائے۔ کوئی تاویل یا تاویل کی کوشش مثلاً یہ کہنا کہ (۱) زندگی دارالحیات کے اجزاے بسیطہ کی قوتون کا نتیجہ ہو یا (۲) ذی حیات کا تمام عالم اسیبا (یعنی پہلا جانور) سے لیکر انسان تک اس ضبابہ مین مضمر تھا جس سے نظام شمسی مرتب ہوا۔ نہ ہمارے قلب کو تسکین دیسکتی ہو اور نہ کسی طرح اس معمے کے حل کرنے مین مدد مل سکتی ہو۔

منزل سوم۔ وہ منزل ہو جسمین انسان حیوانیت سے علٰحدہ ہوکر سربلند ہو گیا اور چند مخصوص اعلےٰ قوتون (مثلاً فنون لطیفہ ریاضی۔ وحاسہ مذہب) فائز ہوا اور تقریبًا نامحدود ترقی کے امکان کا دروازہ اسکے واسطے کھُل گیا۔ ممکن نہین کہ یہ قوی محض انھین قواعد کے روسے پیدا ہوے ہون جنکے ذریعہ سے علے العموم عالم ذی حیات اور نیز انسان کی جسمانی ترکیب کی تکمیل ہوئی۔

مادہ اور اُسکی حرکت کے باعث غیر عضوی عالم سے ظہور انسان تک ارتقا کے یہ مخصوص منازل ثلاثہ صاف طور سے ایک نامحسوس عالم کے وجود کی شہادت دیتے ہین یعنی ایک ایسا عالم روح جسکا یہ عالم مادی بالکلیہ مطیع ہے اس عالم روح سے ہم ان عجیب وغریب پیچیدہ قوتون کو متعلق سمجھتے ہین جنھین کشش ثقل۔ کشش اتصال۔ قوت کیمیاوی اور کہربائیت کے نام سے یاد کرتے ہین اور جنکے بغیر عالم مادی ایک لمحہ بھی اپنی موجودہ شکل مین قائم رہنا کیا معنی باقی ہی نہین رہ سکتا کیونکہ بغیر ان قوتون اور غالبًا جو ہر فرد کی قوتون کے بغیر یہ امر مشکوک ہو کہ آیا مادہ خود بخود موجود ہوسکتا ہو یا نہین۔ اس سے زیادہ یقین کے ساتھ ہم ان ترقی پذیر مظاہر حیات جو نباتی۔ حیوانی۔ انسانی یا بالفاظ دیگر حیات غیر مدرکہ۔ حیات مدرکہ۔ اور حیات تعقل مین منقسم ہوتے ہین اور جنمین صرف افاضۂ روح کے لحاظ سے فرق مراتب پایا جاتا ہو اس عالم ارواح سے متعلق کرسکتے ہین۔

(باب ۱۵۔ صفحات ۴۷۴۔ لغایت ۴۷۶)

مذکورۂ بالا عبارت کو غور سے پڑھو اور پھر دیکھو کہ روح انسانی کی بحث تو علٰحدہ رہی پہلے ادہ مین یہی ثابت کر دین کہ سب سے پہلا مادالحیات (پروٹوپلیزم) کیسے پیدا ہو گیا۔ مشہور عالم طبیعات لارڈ کلون نے اسی مشکل کو ملحوظ رکھکر یہ تاویل پیش کی کہ حیات زمین پر آسمان سے ٹوٹتے ہوے تارون کے ساتھ آئی ہی۔ لیکن یہ تاویل بھی مہمل ہی کیونکہ سائنس کا یہ مسئلہ مسلمہ ہی کہ اجرام فلکی غیر ذی حیات ہین اسلیے پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہاب ثاقب مین حیات کہان سے آئی ؟

حیات کا معمہ جب یون حل ہوتے نظر آیا تو سائنس کا گروہ معتقدین "لاادریت" کی شراب پیکر بدست ہو گیا ہکسلے جو انیسوین صدی کے دور آخر کا مشہور دہریہ ہی اپنے ایک لکچر مین مادالحیات کے متعلق کہتا ہی۔

زمان ماضی کے لق و دق بیابان مین نظر دوڑانے سے مجھے آغاز حیات کا پتہ نہین ملتا اور اسلیے میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہین ہی جس سے مین اسکے ظہور کی کیفیت کا صحیح نتیجہ نکال سکون۔ سائنس کے نقطۂ خیال سے یقین ایک اہم معاملہ ہی جسکے واسطے زبردست بنیاد چاہیے اسلیے مسلمہ فقدان ثبوت کی بنا پر یہ کہنا کہ کسی خاص طریقہ سے حیات کے وجود مین آنے کا مین قائل ہون الفاظ کو غلط تعبیر کرنا ہی لیکن جہان یقین نہ پیدا ہو سکے وہان مظنہ[1] کی گنجایش باقی رہتی ہی اور اسلیے اگر مجھے طبقات الارض کے قرون ماضیہ سے بھی بیشتر اُس زمانہ کے حالات آئینہ ہو جائین جبکہ زمین طبیعاتی اور کیمیاوی رنگ بدل رہی تھی یعنی جبکہ عناصر کا امتزاج ہو رہا تھا اور اگرچہ اب اُس زمانہ کا اعادہ ایسا ہی ہی جیسے کہ کسی انسان کے بچپن کا عود کر آنا لیکن پھر بھی مین قیاساً کہہ سکتا ہون کہ مادالحیات غیر ذی حیات مادہ کی ارتقائی صورت ہی لیکن یہ میرا مظنہ ہی۔ (خطبات ہکسلی صفحہ ۲۴۸)

[1] خدا کی شان کہ وہ مدعیان سائنس جو صرف مشاہدہ اور تجربہ پر ایمان لائے ہین مادی عالم کے معاملات مین یہ کہین کہ "جہان یقین نہ پیدا ہو سکے وہان مظنہ کی گنجایش باقی رہتی ہی" لیکن اگر یظنون انہم ملاقوا اللہ کی تفسیر بیان کر کے معاد پر ایمان لانے کو مظنہ کے طور پر ہی کہا جائے تو نہایت جوش و خروش سے انکار کرتے ہین ۱۲

دسمبر ۱۸۹۶ء کے فورٹ نائٹلی ریویو کے مضمون "سائنس اور اخلاق" مین ہکسلی روح کے متعلق کہتا ہی

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ادراک کا وجود بجز ایسی صورت کے ممکن نہین کہ ہم اُسکو اجزای حیاتی کے ساتھ علت اور معلول کا ایک تعلق سمجھین تو مین یہ سوال کرتا ہون کہ اس دعوے کا ثبوت کیا ہی۔ اسیطرح اگر وہ شخص یہ کہے کہ ادراک کا وجود ایسی صورت کے بغیر بھی ممکن ہی تو مین پھر وہی سوال کرتا ہون کہ اچھا ثابت کرو (یعنی روح کا معما حل نہین ہوتا)۔

پروفیسر شیفر کا حال مین بتاریخ ۴ ستمبر ۱۹۱۲ء اسکاٹ لینڈ کے شہر ڈنڈی مین **افتتاحی ایڈریس** برٹش اسوسی ایشن کی ۸۲ سالگرہ کے جلسہ مین مادیین کے سرگروہ پروفیسر شیفر نے "اصل حیات" پر ایک افتتاحی ایڈریس دیا جو اخبار لندن ٹائمز مورخہ ۶ ستمبر مین شائع ہوا۔ ذیل مین ہم اسکے ضروری مقامات کا ترجمہ درج کرتے ہین۔

فرق مابین حیات و روح

حیات کیا ہی؟ اسکو ہر شخص جانتا ہی یا سمجھتا ہی کہ مین جانتا ہون۔ لیکن کوئی بھی اسکی صحیح تعریف نہین کرسکتا۔ مشکل یہ ہوگئی ہی کہ لوگون نے روح اور حیات کو مترادف سمجھ لیا ہی۔ اسوقت جو کچھ مین حیات کے متعلق کہتا ہون۔ اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جس معنی مین روح کا اطلاق ہوتا ہی اسپر لفظ "حیات" منطبق ہی چونکہ روح کا تصور حیات کے تعلق سے پیدا ہوتا ہی اسلیے روح اور حیات کو لوگون نے ہم معنی سمجھ لیا ہی۔ لیکن جب تک روح سے اُسکے تمام مختص علامات علیحدہ نہ کردیے جائین اسوقت تک روح اور حیات کو دو جداگانہ تصور سمجھنا چاہیے کیونکہ حیات کا معما دراصل مادہ کا معما ہی اور ہم حیات کو سائنٹفک معنی مین کبھی مادہ سے علیحدہ تصور نہین کرسکتے۔

ماخذ حیات

کیمیاوی تحلیل سے معلوم ہوی کہ حسب ذیل اشیا سے حیات کا قوام تیار ہوتا ہی

(۱) کاربن (۲) ہیڈروجن (۳) آکسیجن (۴) نیٹروجن
(۵) فاسفورس (۶) پانی فیصدی ۷۰ (۷) لوہا (۸) بعض اقسام کے نمک

ان اجزا کے قوام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ غیر ذی حیات اور ذی حیات اجسام کے مابین جو حد فاصل حائل سمجھی جاتی ہی وہ جدید انکشافات سے روز بروز مٹتی جاتی ہی اور اگر ماہر کیمیا ان اجزا کے قوام کو مسخر کرنے مین کامیاب ہو جائے تو ایک دن اس چیز کو پیدا کر لیگا جسکا نام "حیات" ہی

ارتقای حیات

یہ خیال کہ حیات کا وجود بغتۃً یعنی یکایک ہوگیا اور اجسام غیر ذی حیات سے اسکا کوئی تعلق نہین قابل اعتبار نہین۔ دنیا مین مافوق العادۃ مداخلت کی ضرورت نہین۔ ہر شئے قانون ارتقا کے مطابق بتدریج ظہور مین آئی ہی۔ حیات بھی غیر ذی حیات اجسام سے بتدریج مدارج ارتقا طے کرتے ہوے پیدا ہوئی ہی۔ بہت سے مشاہیر سائنس کا خیال ہی کہ حیات اس دنیا مین کسی دوسرے جرم فلکی سے نازل ہوئی ہی لیکن جہانتک ہمکو قانون ارتقا کا علم اور یقین ہی اسکی بنا پر ہم ایسی رای کو معتبر نہین سمجھتے۔ البتہ اس سے ہمکو انکار نہین کہ ممکن ہی کہ اس دنیا کے سوا کائنات کے دوسرے حصون مین حیات کا وجود ہو۔ ارتقای حیات کو تسلیم کرنے کے بعد صاف نظر آتا ہی کہ اجسام ذی حیات اور غیر ذی حیات کے مابین ایک طولانی سلسلہ ایسے اجسام کا پیدا ہوتا رہا جنکی سرحد دونون سے ملی ہوئی ہی یہ سلسلہ جاری ہی اور کوئی وجہ نہین کہ ہم اسکو موقوف سمجھین۔

موت سے چارہ نہین

اکثر علمای طبیعات خاصکر میشنیخوف کا یہ قول کہ اضمحلال قویٰ اور ضعف پیری کے اسباب اگر علم کیمیای روز افزون معلومات سے دفع کر دیے جائین تو انسان مرگ مفاجات

کے سوا علی العموم مدت دراز تک زندہ رہ سکتا ہی۔ لیکن اگرچہ اصول حفظان صحت کی پابندی اور تریاق جدید کے استعمال سے "صاحب زبور" (حضرت داؤدؑ) کے قرار دادہ عمر انسانی یعنی ۷۰ سال تک بیشی بھی ہوسکتی ہی لیکن اصل یہ ہی کہ ہمارے اجسام کے مستقل بیوت (سلسلے جن پر مدار حیات ہی) لازمی طور پر مندرس ہوکر بیکار ہوجاتے ہین جسکے بعد موت آجاتی ہی۔ اسلیے ہمکو موت سے گریز ممکن نہین۔ ہان یہ ہوسکتا ہی کہ سائنس ایک نہ ایک دن سکرات موت کی تلخی دور کردے اور بغیر آہ و فغان اور کرب کے انسان مادر گیتی کے آغوش مین سوجائے۔

پروفیسر شیفر کے ان خیالات سے ظاہر ہوتا ہی کہ یورپ مین اب دہریت کا مخالفانہ شور و غل دھیما ہوچلا ہی اور علمای سائنس نے ایسے اہم مسائل پر متانت کے ساتھ انصاف کی نظر ڈالنا شروع کیا ہی گذشتہ پچاس سال یورپ کی دہریت اور الحاد کی تاریخ مین یادگار رہینگے۔ وہ مشاہیر علمای سائنس جنکو مادیت مین نہایت غلو تھا سوچ سمجھکر آخر اپنی غلطی کے مقر ہوے اور علے رؤس الاشہاد خود اپنے سابقہ معتقدات کی تکذیب کی۔

مادیت کا کفر ٹوٹتا ہے

ذیل مین ہم ایسے چند مشاہیر سائنس کے حالات درج کرتے ہین تاکہ جو لوگ یورپ کی مادیت اور الحاد کے بے چون و چرا تسلیم کرلینے کے عادی ہوگئے ہین متنبہ ہوجائین ہمنے ان علماء کے احوال زمانۂ حال کے مشہور دہریہ ہیکل کی کتاب معمای کائنات سے قصداً اخذ کیا ہی تاکہ معلوم ہو کہ ان علماء کے فضل و کمال کا دشمنون کو بھی اعتراف ہی۔ ہیکل نے ان مشاہیر کے تبدیل خیال کا واقعہ نہایت رنج و اندوہ سے لکھا ہی وہو ہذا۔

(۱) روڈالف ورشو

جرمنی کا مشہور محقق روڈالف ورشو جسنے علم طب مین جدید معلومات کا اضافہ کیا ہی پہلے مادیت کا بہت بڑا حامی تھا۔ اسنے ۱۸۵۶ء مین مسائل سائنس کا ایک مجموعہ شائع کیا جسمین اسنے نہایت جوش و خروش کے ساتھ وجود روح۔ ہستی صانع عالم۔ اور وحی اور الہام سے انکار کیا۔ ایک عرصہ تک وہ انھین عقائد کا پابند رہا لیکن ۱۲ برس کے بعد ۱۸۶۸ء مین جو مشہور و معروف لکچر جلسۂ یاسٹون مین

سائنس کی آزادی کے عنوان سے شہر منخ کے سائنٹفک کانفرنس مین پڑھا جسمین اسنے صاف طور سے اپنی اُن خیالات کی تردید کرکے معترض ملحدین کے طعن و تشنیع کی پرواہ نکرکے مادیت سے توبہ کی۔

(۲) ڈوبائس ریمونڈ

ورشو کی طرح ریمونڈ بھی علم الحیات کا بہت بڑا عالم ہی اور برلن اکاڈمی کا گران پایہ حکیم ہی ابتدا مین مادیت کا دلدادہ تھا اور چونکہ ایک زبردست مقرر تھا اسلیے اپنے خیالات کو نہایت آب و تاب سے پیش کرتا تھا لیکن ۱۴۔ اگست ۱۸۷۲ء کو لیپزک کی سائنٹفک کانگرس مین اُسنے ایک زبردست مضمون علم طبیعات کے حدود کے عنوان سے پڑھا جسمین اُسنے یہ اعتراف کیا کہ یہ مسئلہ کہ مادہ کا ادراک سے کیا تعلق ہی حل نہین ہوتا۔ سات برس کے بعد اُسنے برلن اکاڈمی مین پھر ایک اسپیچ پڑھی جسمین اُسنے خصوصیت کے ساتھ مصرحہ ذیل ادق مسائل پر بحث کی۔

۱۔ مادہ اور قوت کی اصلیت

۲۔ حرکت کا مبدا

۳۔ ادراک کا مبدا

حکیم موصوف کی راے مین یہ تینون مسئلے لاینحل رہینگے۔

۴۔ حیات کا مبدا

۵۔ کائنات کا باقاعدہ نظام

۶۔ قوت ناطقہ کا آغاز

یہ مسائل اگرچہ مشکل ہین لیکن حکیم موصوف کی راے مین حل ہوسکتے ہین

۷۔ مسئلہ جبر و اختیار

اس مسئلہ مین ریمونڈ نے سکوت اختیار کیا۔

(۳) ولہم ونڈت

علم النفس مین یگانہ عصر مانا جاتا ہی۔ ونڈت مین ایک خاص خصوصیت یہ تھی کہ سائنس کے مختلف شعبون مین اسے ید طولی حاصل تھا۔ علم الحیوان۔ تشریح الابدان اور علم الحیات مین وہ ایک مشہور مسلم الثبوت

استاد ہی۔ طبیعات مین وہ مشہور محقق ہمہولٹز کا شاگرد رشید ہی۔ ۱۸۶۳ء مین ونڈت نے علم النفس پر اپنے خطبات شائع کیے جسمین اُسنے دہریت اور الحاد کی تائید کر کے روح کے وجود سے انکار کیا اور انسان کو صرف ایک زندہ مشین ثابت کیا۔ لیکن ۳۰ برس کے اندر ۱۸۹۲ء مین جب اُسنے ان خطبات کا جدید اڈیشن پھر شائع کیا تو جن الفاظ مین اسنے اپنے خیالات ظاہر کیے اُنکا ترجمہ ہم بجنسہ درج کرتے ہین۔ وہ دیباچہ مین لکھتا ہی۔

"تھوڑے عرصہ سے مین اپنے جوش شباب کی اس تصنیف کو ایک گناہ سمجھ رہا ہون۔ آور مین اپنے قلب پر ایک بار عظیم محسوس کر رہا ہون اور چاہتا ہون کہ جسطرح ممکن ہو بہت جلد تلافی کر کے نجات حاصل کرون"

ونڈت نے اپنی اس جدید اڈیشن مین یہ ثابت کیا کہ اس عالم کے سوا ایک دوسرا عالم بھی موجود ہے روح جسم سے ایک جداگانہ حیثیت کے ساتھ قائم ہی اور عالم کی طبعی حرکت عالم روح کے افعال سے وابستہ ہی۔ کیا عجیب بات ہی کہ جس زمانہ مین بکسلے۔ ہیکل اور انکے متبعین مذہب ڈارون کی اشاعت کر کے الحاد اور دہریت کے خیالات پھیلا رہے تھے اُسی زمانہ مین یورپ مین اسپریچولزم (روحانیت) کا جوش پیدا ہوا۔ اگرچہ اس جوش و خروش مین زیادہ تر شعبدہ بازون نے (جنھون نے مسمرزیم اور ٹیلی پیتھی وغیرہ یعنی مردون سے باتین کرنے اور دور دراز مقامات پر بلا وساطت ظاہر روحی تصرف کرنے کا دعوی کیا) حصہ لیکر بعض علمای سائنس کو فریب دیا مثلاً امریکہ کے مشہور شعبدہ باز سلیڈ نے جرمن کے علمای سائنس ژولنر۔ فشنر۔ اور ویبر کو دھوکا دیا مگر بعد کو اسکا فریب ظاہر ہوگیا لیکن حقیقت یہ ہی کہ ڈارونیت کی تفریط اور اسپریچولزم کی افراط نے انصاف پسند علمای سائنس کی آنکھین کھولدین۔ چنانچہ ۱۸۸۲ء مین ایک باقاعدہ انجمن سائیکیل ریسرچ یعنی روح کی تحقیقات کے متعلق قائم ہوئی جسمین فحول علمانے شرکت کی۔ یہ انجمن ابتک قائم ہی اور اسپریچولزم اور مادیین کی تحقیقات کو محققانہ نظر سے دیکھ رہی ہے۔

لیکن اصل یہ ہی کہ روح کی حقیقت ایک معما ہی جو نہ اسپریچولزم کے کرشمون سے حل ہوا ہی

ملہ ماخوذ از معمای کائنات باب ششم و اول۔

اور نہ مادیین کے مشاہدات سے سمجھ مین آسکتا ہی۔ جب معمولی محسوس اشیا کی ماہیت نہ ہماری قوی سے قوی دوربین یا خردبین سے نظر آتی ہی اور نہ مشاہدہ اور نہ تجربہ کچھ کام دیتا ہی تو وہ "جوہر لطیف" جو دماغ کے غشاے رقیق کے آڑے سینیمیٹوگراف کے تماشہ کیطرح محسوس اور نامحسوس عالم کی سیر دکھاتا ہی کیونکر سمجھ مین آسکتا ہی اسی واسطے جب حضرت رسول خدا صلعم سے روح کے متعلق سوال کیا گیا تو حق تعالی نے آپ کو یہ جامع اور مانع جواب تعلیم فرمایا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہین کہدیجیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہی اور تمکو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہی۔

یہان یہ نکتہ جس سے "لاادریت" کا خمار اُتر جائے یاد رکھنا چاہیے۔ عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہی کہ آنحضرت صلعم نے روح کے متعلق کچھ بیان نہ فرمایا لیکن حقیقت یہ ہی کہ آپ نے سب کچھ فرما دیا۔ ذیل مین ہم چند لطائف درج کرتے ہین جو اس جواب خداوندی سے مترشح ہوتے ہین۔

يسئلونك عن الروح۔الآيه کے لطائف

روح ایک "ربانی امر" ہی یعنی ایک ادراک والی پوشیدہ طاقت ہے جو محسوس مادی عالم کی انرجی کو مسخر کرکے اپنے کام مین لاتی ہی۔ یہ قوت اُس عالم سے تعلق رکھتی ہی جو اپنی اس علاحدہ خصوصیت کے لحاظ سے عالم امر کہلاتا ہی اور چونکہ محسوس مادی عالم یا "عالم خلق" کی کسی شئے مین یہ صفت پائی نہین جاتی اسلیے اسکو ایک جداگانہ نامحسوس عالم یا عالم غیب بھی کہتے ہین۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ صرف مذہب کی اصطلاحین ہین بلکہ اوپر کے صفحات مین علماے یورپ کے اقوال پڑھو اور پھر دیکھو کہ سائنس ان امور کے متعلق کیا کہتا ہی۔

آیت شریف مین رَبِّي کی ضمیر متکلم ایک دقیق اشارہ ہی اس رمز کی طرف کہ روح کے وجود کا یقین صرف اس پوشیدہ تعلق پر جو عبد اور معبود کے درمیان قائم ہے صفاے باطن اور رجوع قلب کے ساتھ غور کرنے سے سمجھ مین آتا ہے اسی واسطے ضمیر متکلم کا استعمال ہوا ورنہ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ کے عوض مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ یا مِنْ اَمْرِ الرَّحْمٰن استعمال ہوتا لیکن اس ضمیر کی خصوصیت نے پردہ اُٹھا دیا۔

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا چونکہ کفار قریش نے یہود مدینہ کے کہنے سے روح کی نسبت
آنحضرت صلعم سے دریافت کی تھی اسلیے عام طور سے یہ خیال ہی کہ عرب چونکہ ایک جاہل قوم تھی اسلیے انکو
حقیقت روح نہین بتائی گئی لیکن حقیقت یہ ہی کہ عرب ہو یا عجم۔ یورپ ہو یا ایشیا۔ افریقہ ہو یا امریکہ۔
اوتیتم کی ضمیر سب آدمیون کی طرف راجع ہی۔ روح کی ماہیت نہ سوال کرنیوالے سمجھے تھے اور نہ اب اس
زمانہ مین باوجود سائنس کی حیرت انگیز ترقیون کے کچھ سمجھے ہین۔ ہان اگر کچھ سمجھے ہین تو وہ لوگ
جو امر ربی کے نکتہ کو ذوق سلیم سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہین ؎

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست ‏ ‏ اینقدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

بیشک منزل مقصود کا پتہ نہین لیکن مقصد حیات اُس آواز پر چلنا ہے جو مثل صلصلۃ الجرس[1]
پہلے وادی بطحا مین سنائی دی اور پھر تمام عالم مین گونج اٹھی۔ قال اللہ عزوجل

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ	کہدیجیے کہ زمین پر پھر و پس دیکھو کسطرح خلق کی
الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ۔	ابتدا ہوئی پھر اللہ اٹھائیگا آخری اٹھان بیشک
اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔	اللہ سب چیزون پر قدرت رکھتا ہی

پھر ارشاد ہوتا ہی۔

کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا	کیونکر اللہ سے انکار کروگے حالانکہ تم بیجان تھے پھر تمکو
فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ	زندہ کیا پھر تمکو موت دیگا پھر تمکو زندہ کریگا پھر
ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔	اُسی کی طرف تم لوٹ جاؤگے۔

زمان ماضی کے ارتقا یعنی "نشاۃ الاولے" پر غور کرو آیندہ ارتقا یعنی "نشاۃ الاخرۃ"
بھی سمجھ مین آجائیگا دیکھو مردہ مادہ کیونکر زندہ ہوگیا۔ اسی طرح موت کے بعد پھر زندہ ہوکر

---

[1] صحیح بخاری مین حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ حارث ابن ہشام نے نزول وحی کے متعلق سوال کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی (کبھی جھینجھ گھنٹے کی جھنکار کی طرح وحی نازل ہوتی ہی اور وہ مجھپر نہایت سخت گذرتی ہی۔

منزل مقصود تک پہونچنا ہے۔ لراقمہ۔

"خواب زندگی"

لوگ کہتے ہین کہ دنیا ہے فقط خواب و خیال
یہ خیال اس خواب مین کسطرح پیدا ہو گیا

سو رہے ہین۔ دیکھتے ہین خواب بیداری کا ہم
ارتقاے زندگی کا راز افشا ہو گیا

وہ کیا "خواب عناصر" کی ہے تعبیر آدمی
جسکے دم سے دہر تیرہ مین اجالا ہو گیا

روح جو سوتی تھی پتھر مین وہ یون جاگی ہے اب
جسنے دیکھا اک نظر محو تماشا ہو گیا

سچ ہے "خواب زندگی" "خواب عناصر" کی طرح
ہان مگر تعبیر دینے والا عنقا ہو گیا

مادیت کی ہے ظلمت چارسو چھائی ہوئی
چشمہ خورشید ایمان آہ گندلا ہو گیا

ہمنے مانا مادہ فانی نہین لیکن یہ کیا
بعد مرنے کے ہمارا ایک قصہ ہو گیا

جسم کے ذرات تو باقی رہین ہم مر مٹین
موت کیا آئی ہمین۔ خون تمنا ہو گیا

موت کیا ہے؟ ارتقا کے سلسلہ کی اک کڑی
مر کے اس منزل مین جینے کا سہارا ہو گیا

زندگی کیا ہے؟ فقط اک نردبان روح ہے
صورت نشو بشر سے آشکارا ہو گیا

خاک کے پتلے فنا ہونا ترا اب ہے محال
دعوی قانون ہستی تجھ پہ اجرا ہو گیا

ہم یہان ہون یا وہان مٹنے کے اب ہرگز نہین
امر ربی کے کنایہ سے ہویدا ہو گیا

باب چہارم

حیات بعد الموت

میرے ایک دوست جنھین سائنس کے ساتھ خاص شغف ہی ایک دن مجھسے کہنے لگے کہ دنیا مین جسقدر حقائق دریافت ہوے ہین وہ سائنس کے ذریعہ سے ورنہ مذہب "واللہ اعلم" کے بیجا تحکم سے کسی مشکل مسئلہ کو حل نہونے دیتا اور انسان کو ہمیشہ جاہل رکھتا۔ مین نے کہا مذہب نے جن امور کو دریافت کیا ہی انپر انصاف کی نظر ڈالنے سے پہلے ذرا معلومات سائنس کی نوعیت پر تو غور کرو۔ سائنس کی تمام تحقیقات کا ملخص یہ ہی کہ چند قوانین ہین جنکے باقاعدہ نفاذ سے کائنات کا کارخانہ چل رہا ہی نسل انسان کی طفولیت مین ان قوانین کا جزئی علم حاصل ہوا تھا اب کلیات کی شکل مین مرتب ہوکر سائنس کے نام سے مشہور ہوا ہی مثلاً انسان نے پہلے یہ دیکھا کہ آفتاب کبھی تو دیر مین نکلکر جلد غروب ہوجاتا ہی اور کبھی جلد نکلکر دیر تک رہتا ہی۔ چاند کبھی گھٹ جاتا ہی کبھی بڑھ جاتا ہی وغیرہ وغیرہ ان روزانہ مشاہدات پر غور کرنے اور اجرام سماوی کے متعلق اپنی معلومات مین وسعت دینے اور پھر ان معلومات کو کلیات کی شکل مین ترتیب دینے سے علم ہیئت مدوّن ہوا۔ یا مثلاً انسان کو پہلے یہ معلوم ہوا کہ لکڑی آگ سے جل اُٹھتی ہی۔ لوہا پانی مین زنگ کھا جاتا ہی۔ ترمیوے عرصہ تک رکھ چھوڑنے سے سڑ جاتے ہین وغیرہ وغیرہ۔ ان مشاہدات مین جسقدر ترقی ہوتی گئی اسیقدر اشیا کے خواص۔ ترکیب اور تحلیل کا علم وسیع ہوتا گیا اور آخر ان معلومات کی باقاعدہ ترتیب سے کمسٹری (علم کیمیا) کی تدوین ہوئی۔ یہی حال سائنس کے بقیہ شعبون کا سمجھو۔ لیکن باین وسعت معلومات سائنس ابتک یہ نہ سمجھا جاسکا اور نہ سمجھا سکتا ہی کہ ان قوانین کی اصلیت کیا ہی اور کیون نافذ ہین ؟ ہم اپنے اس

وضاحت کے ثبوت مین اسپنسر کی مشہور کتاب "اصول اوّلیہ" سے ایک مثال پیش کرتے ہین
یہ مسلّم ہی کہ کشش ثقل کا مسئلہ تحقیقات سائنس کا ایک بڑا کارنامہ ہی اور علمی دنیا نیوٹن کی
عمر بھر ممنون منت ہی جسنے یہ معرکۃ الآرا مسئلہ دریافت کیا - لیکن تھوڑی دیر کے واسطے اس مسئلہ کی تاریخ پر غور کرو
قدیم آریہ قوموں کا یہ عقیدہ تھا کہ آفتاب ایک رتھ ہی جسپر اُنکا آسمانی دیوتا بیٹھکر سیر کرتا ہی ابھی
اس بحث کو چھوڑ دو کہ یہ عقیدہ فی نفسہ کیسا تھا بلکہ صرف یہ دیکھو کہ آفتاب کی ظاہری حرکت کی علت
سمجھنے کے واسطے اُس زمانہ کی فہم کے موافق قدما نے کیونکر ایک "محرک دیوتا" کا وجود تسلیم کیا - مدت دراز کے
بعد جب کیپلر نے یہ دریافت کیا کہ سیارے آفتاب کے گرد گردش کرتے ہین تو اُسکو یہ خیال پیدا ہوا کہ انکی
گردش کی کچھ علت ہونا چاہیے اسلیے اُسنے یہ رای قائم کی کہ ہر ایک جرم سماوی مین ایک "پوشیدہ روح" ہی
جسکی قوت سے گردش کا ظہور ہوتا ہی - اسطور سے ایک مادّی مجسم دیوتا کا خیال تو باطل ہو گیا لیکن
اسکے عوض نفوس ملکی کا عقیدہ قائم ہو گیا - آخر مین جب نیوٹن نے اجرام سماوی کی حرکت کو ایک ہی
ہمہ گیر قانون کے دائرہ مین داخل کر دیا تو نفوس ملکی معطل ہو گئے اور اُنکی جگہہ "قانون کشش ثقل"
نے لے لی - اسطور سے قدما کے محسوس مادی دیوتا پہلے نامحسوس نفوس کی شکل مین تبدیل ہوے
اور آخر کار ایک عسیر التخیال ہمہ گیر قانون کے پیرایہ مین ظاہر ہوے - کچھ شک نہین کہ قانون کے
دریافت ہو جانے سے اجرام سماوی ایک باقاعدہ نظام کے تحت مین داخل ہو گئے جسکو عقل سلیم
تسلیم کرتی ہی لیکن یہ مشکل حل نہوئی کہ اس قانون مین نافذ ہونے کی قوت کہان سے آئی اسلیے
نیوٹن نے کیپلر کے نفوس فلکی کی جگہہ ایتھر کو قائم کیا جسکی وساطت سے یہ قانون نافذ ہی لیکن پھر
یہ مشکل کہ خود ایتھر کیونکر اس قانون کو نافذ کرتا ہی حل نہین ہوتی[1] -

اس مثال سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ مذہب نے جس راز کو پہلے ہی دن ٹوٹے پھوٹے الفاظ مین افشا
کیا تھا سائنس نے اسی کو ایک عمر کی کاوش و کاہش مین سمجھایا بھی تو اس طرح کہ

معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد

[1] اصول اوّلیہ صفحہ ۱۰۳ - یہ وہی اشکال ہی جسکو ہمنے باب دوم مین مذہب اور سائنس کے فلسفہ کا اصل اختلاف سمجھاتے ہوے حل کیا تھا
حقیقت مین "معقولات" اور "تخیلات" دو جداگانہ تصورات ہین - ایک کی بنیاد تصور شئی پر ہی اور دوسرے کی تصور ذات پر ۱۲

لیکن مذہب کے اُن طفلانہ بھولے بھالے افسانون اور ٹوٹے پھوٹے ابتدائی الفاظ کا اعجاز دیکھو کہ دور آخر مین انکی حقیقت ایک اُمی ﷺ (روحی فداہ) کی زبان پاک سے کس فصیح و بلیغ پیرایہ مین ادا ہوئی ہی - ارشاد ہوتا ہی -

الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان — سورج اور چاند حساب سے ہین اور تارے اور درخت سجدہ کرتے ہین

شمس و قمر نجم و شجر کی کچھ تخصیص نہین تمام کائنات کا یہی حال ہی

وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن — اور کوئی شئے ایسی نہین جو اسکی تسبیح و تحمید نہ کرتی ہو

لا تفقھون تسبیحھم - — لیکن تم اُنکی تسبیح کو نہین سمجھتے ہو -

یہ تسبیح اور تحمید کیا ہی ؟ انقیاد - یعنی ایک زبردست مقنن کی ہمہ گیر قانون کی پابندی مین سر جھکا دینا - اس انقیاد کا جلوہ ان تمام پوشیدہ قوتون مین جنکے واسطے سائنس نے اپنی اصطلاحین مثلاً میل مرکزی کشش اتصال - اتحاد کیمیاوی وغیرہ وغیرہ ایجاد کی ہین نظر آتا ہی - اسی انقیاد کا رنگ ان تمام قوانین کائنات مین جنکا علم انسان کو سائنس کے ذریعہ سے ہوتا جاتا ہی صاف جھلک رہا ہی مگر تعجب ہی کہ سائنس کے گروہ "معتدین" کو نظر نہین آتا

صدق اللہ العلی العظیم حیث قال -

لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور - — آنکھیں اندھی نہین ہوتین مگر دل جو سینون مین ہین اندھے ہو جاتے ہین

موازنہ معلومات سائنس و مذہب

حقیقت یہ ہی کہ سائنس کے روز افزون معلومات صرف اسیقدر سمجھاتے ہین کہ کائنات کا کارخانہ کسطرح چل رہا ہی - اسکے سمجھنے کے واسطے آج ایک تھیوری قائم ہوتی ہی - کل دوسری - پرسون تیسری - اسیطرح انسان کے معلومات ترقی کرتے جاتے ہین - لیکن یہ تمام انکشافات اُن معلومات کے سامنے جنکو خاص مذہب نے سمجھایا ہی سطحی معلوم ہوتے ہین

وہ معلومات کیا ہین ؟ وہ یہ ہین کہ یہ کارخانہ عبث نہین ہی اور اسلیے ہم بھی جو اس کارخانہ کے ایک جزء ہین نہ عبث پیدا ہوے نہ عبث مرتے ہین -

ماخلقنا السموات والارض وما بینھما — ہمنے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونونکے بیچ مین ہے نہین پیدا کیے

الا بالحق واجل مسمی — مگر حق کے ساتھ اور ایک ٹھہری ہوئی مدت تک

افحسبتم انما خلقناکم عبثا و — کیا تمنے یہ سمجھا ہی کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہی اور یہ کہ تم ہماری

انکم الینا لا ترجعون — طرف لوٹ کر نہ آؤگے۔

کچھ شک نہین کہ حیات بعد الموت کا مسئلہ انسان کے واسطے ایک مہتم بالشان امر ہی کیونکہ اس تحقیق کے درپے ہونا کہ کائنات کا کارخانہ کسطرح چل رہا ہی صرف محدود موجودہ زندگی تک مفید ہو سکتا ہی لیکن یہ معلوم کرنا کہ یہ کارخانہ کیون چل رہا ہی اور ہمکو کیا کرنا ہی حقیقۃً ایسا ہی جسپر ہماری زندگی اور موت کا انحصار ہی اور یہی مذہب کا اصلی کارنامہ ہی۔

اس تقریر کا یہ منشا نہین ہی کہ سائنس کے معلومات جو درحقیقت دافع اوہام ہین اور سچے مذہب کے مؤید حقیر اور عبث ہین بلکہ مقصود یہ ہی کہ جن مدعیون نے اپنے محدود علم کے زعم مین یہ سمجھ رکھا ہی کہ

زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی وربی — کافرون کا یہ گمان ہی کہ مرنیکے بعد پھر زندہ نہونگے کہدیجیے

لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم وذلک — کیون نہین قسم ہی میرے رب کی کہ تم ضرور زندہ کیے جاؤگے پھر تمکو

علی اللہ یسیر (سورۂ تغابن) — تمھارے اعمال جتلائے جائینگے اور ایسا کرنا اللہ پر آسان ہی۔

وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائین کیونکہ ارتقای گذشتہ پر ایمان لانا اگر ارتقای آیندہ یعنی معاد سے منکر ہونا تعلیمات سائنس کی تکذیب کرنا ہی[1] جسکی وجہ سوای اسکے اور کوئی نہین جسکو عطار نے "شتر مرغ" کی لطیف تمثیل مین ادا کیا ہی۔ نفس کی حیلہ جوئی کے متعلق شیخ موصوف فرماتے ہین۔

چون شتر مرغے بدان این نفس را — نے کشد بار و نہ پرّد بر ہوا

گر بہ پر گوئیش گوید اشترم — ور نہی بارش بگوید طائرم

یہی حال سائنس کے گروہ معتدین کا ہی۔ طبائع جب یہ رنگ اختیار کر لیتے ہین تو قبول حق سے بمراحل دور ہو جاتے ہین۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

معاد کے یقین کے واسطے دو بڑے مرحلے پیش آتے ہین۔

---

[1] دیکھو باب دوم "آیندہ ارتقا" کی سرخی ۱۲

پہلا مرحلہ۔ روح کے وجود کا اثبات ہو اسلیئے ہمنے گذشتہ باب "معمای حیات" میں پہلے اسی مبحث پر قلم اُٹھایا تھا۔

دوسرا مرحلہ۔ موت کے بعد روح کا باقی رہنا اور پھر جزا و سزا اور ثواب وعقاب کا معاملہ پیش آنا اس مرحلہ کے طے کرنے کے واسطے سب سے پہلے اس تمہید کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دنیا مین کوئی قوم کسی زمانہ مین ایسی نہین گذری جنمین موت کے بعد کسی نہ کسی طور پر انسان کے باقی رہنے کا یقین عام طور سے نہ پایا جائے۔ ابھی اس بحث کو چھوڑ دو کہ اس یقین کی مختلف صورتون کی بنا محض توہم یا تخیل پر تھی یا کچھ حقیقت کا شائبہ بھی تھا۔ دیکھنا صرف یہ ہو کہ کسطرح یہ یقین اپنے ہمہ گیر اثر سے گویا انسان کی فطرت مین داخل نظر آتا ہو۔ اس دعوے کے ثبوت مین ہم گذشتہ اور موجودہ قومون کے عقائد کو انھین کی مقدس کتابون سے اخذ کر کے مجملا بیان کرتے ہین۔

۱۔ مصریون کے عقائد

ماخذ محققین علم الآثار کی رائے مین وادی نیل کے باشندے دنیا کی سب سے قدیم قوم ہین جنکے حالات سن عیسوی سے سات آٹھ ہزار برس قبل کے حسب ذیل معتبر ذرائع سے معلوم ہوتے ہین۔

(۱) مصر کے قدیم شاہی خاندان پنجم و ششم کے مقابر یعنی اہرام کے کتبے جنمین حالات مابعد الموت منقوش ہین۔

(۲) کتاب الموتی یہ ایک مجموعہ ہو اُن متفرق دعاؤن اور تعویذون کا جو متفرق طور پر مستشرقین یورپ کو مدفون شہرون اور معبدون سے دستیاب ہوا۔ ۱۸۴۲ء مین لِپ سیوس نے اسکو ایک کتاب کی صورت مین شائع کیا۔

(۳) اٹھاروین اور بیسوین خاندان شاہان تھبس کے مقابر کی منقش تصویرین۔

(۴) رومی مورخ پلوٹارک کی کتاب متعلق حالات اُسائرس و آئیس جو مصریون کے معبود تھے

عقائد مصریون کے عقیدہ مین انسان تین چیزون سے مرکب ہو۔

(۲)

(۱) خط یعنی جسم خاکی جو موت کے بعد فنا ہو جاتا ہی

(۲) خا یعنی موکل جسم یا ہمزاد جو موت کے بعد قبر مین زندہ رہتا ہی اسلیے مردہ کے ساتھ ضروری اشیای خوردنی وغیرہ قبر مین رکھ دیتے تھے تاکہ خا اُسسے متمتع ہو سکے مگر رفتہ رفتہ ان اشیاء کے عوض صرف اُنکی تصویرین قبر مین رکھ دیتے تھے کیونکہ مصریون کے عقیدہ مین ہر شی کا ایک خا یعنی موکل ہوتا ہی اسلیے جسم انسان کا موکل اشیا کے موکلون کو اپنا تابع کرکے متمتع ہو سکتا ہی۔

(۳) خو جسکے معنی چمکنے والی۔ اس سے مراد نفس ناطقہ ہی جو خا پر حاکم ہی اور اُس سے خدمت لیتا ہے

یہ اصطلاحات قدیم تھے لیکن جب سے "ممی" یعنی لاشون کو آلایش سے پاک کرکے ایک خاص ترکیب سے چند ادویہ کے ذریعہ سے محفوظ رکھنے کی رسم جاری ہوئی ہی تو روح کو با یعنی ایک فرضی چڑیا کی شکل مین جسکا سر آدمی کی سر کی طرح ہوتا ہی ظاہر کرنے لگے کیونکہ مصر کے قبرستانون مین چھوٹے چھوٹے سفید اُلو اپنا گھونسلا بناتے تھے اور قبرون پر منڈلاتے پھرتے تھے اسلیے مصریون نے روح کو انھین چڑیون کی شکل کا مشابہ جانور تصور کیا۔ ان خیالات کی بنا پر مصری تین خاص عقیدونکے پابند تھے۔

عقیدۂ اول۔ سب سے قدیم عقیدہ یہ تھا کہ مرنے کے بعد صرف جسم خاک مین ملجاتا ہے لیکن با یعنی روح کو نوحت (ارواح کی دیوی) کھلاتی پلاتی رہتی ہی۔ مصریون مین اُسوقت تک جزا و سزا کا خیال نہین پیدا ہوا تھا اسلیے با یعنی روح کی آرام اور تکلیف کا انحصار مُردے کے ورثا پر تھا جو قبر مین اشیای خوردنی اور لوازم زندگی کا اہتمام خاص طور سے کرتے تھے اور تیوہارون مین مردہ کے نام پر صدقہ دیتے تھے۔

عقیدۂ دوم رفتہ رفتہ جزا و سزا کا خیال بھی پیدا ہوا اور اُسائرس دیوتا کی آسمانی بادشاہت کا عقیدہ قائم ہوا۔ مرنے کے بعد ہر شخص کی روح کو انوبس دیوتا جسکا مظہر شغال ہی مُردون کے بادشاہ اسائرس کے سامنے جسکے گرد بیالیس دیوتا سچائی کے دیوان خاص مین پرا جمائے کھڑے ہوتے ہین پیش کرتا ہی اور ایک ترازو لاکر مردہ کے اعمال تولتا ہی۔ سچائی کا دیوتا

توث میزانِ عدل کے پاس کھڑا ہوکر نتیجہ لکھتا جاتا ہے۔ آخر مین اگر نیکیون کا پلہ بھاری نکلا اور
کبیرہ گناہون کے ارتکاب سے روح محفوظ رہی ہو تو اساٹرس کی بادشاہت مین داخل ہونے کا
فرمان ملجاتا ہو۔ یہ بادشاہت آسمانی تھی جہان نیل فلک (کہکشان) بہتا ہو نیکون کی ارواح یہان
پہنچکر عالو (مقام اعلے) کے زرخیز کھیتون کی پیداوار پر عیش و عشرت سے بسر کرتے ہین۔ باغون
مین ہرے بھرے درختون کے سایہ مین دعوتین کھاتے اور کھلاتے ہین اور نور کی کشتیون مین
سوار ہوکر دریاے اخضر فلک کی سیر کرتے ہین۔ غرض کہ جو سامان عیش دنیا مین محنت اور مشقت کے
ساتھ مہیا ہوتے تھے وہ یہان بے عمل بخشش حاصل ہین۔ اب بدون کی ارواح کا حشر سنو۔ جسوقت
بدی کا پلہ بھاری نکلا چند قسم کی سزائین ملتی تھین یا تو فوراً روح کو زمین کے نیچے ایک تیرہ و تار غار
عمیق مین پھینک دیتے تھے جہان ایک پانی اژدہا روح کو اپنے شکنجہ مین کسکر عذاب دیتا تھا
یا روح کو اسکے گناہون کے پاداش مین کسی جانور کی شکل مین مسخ کرکے دنیا مین پھینک
دیتے تھے اور جسقدر زائد گناہ ہوتے تھے اسیقدر مختلف جانورون کے قالب بدلنا ہوتے تھے
یہان تک کہ جب سب گناہون سے پاک ہوگیا تو پھر قالب انسانی عطا ہوتا تھا اور آسمانی
بادشاہت مین شامل کرلیا جاتا تھا۔ عقیدۂ سوم۔ "را" ایک دیوتا ہے جو آفتاب کی کشتی مین
سوار ہوکر رات کو ایک تیرہ و تار تحتانی عالم مین بلاؤن اور بھوتون پر فتح پاکر صبح کو پھر آسمان
پر چمکتا ہو۔ اسلیے مرنیکے بعد روح کو اس تیرہ و تار عالم کے ہولناک خطرون سے نجات پانے کے
واسطے یہ ضروری ہو کہ را دیوتا کی کشتی مین جگہ ملجائے یا اپنی کشتی را کی کشتی کے ساتھ لیجائے
اسواسطے مردہ کی قبر مین ایک چھوٹی سی کشتی مع ملاحون کے مجسمے اور چند تعویذ جنکی برکت سے
بلاؤن اور بھوتون سے کچھ گزند نہ پہونچے رکھ دیتے تھے۔ اس عقیدہ کی روسے ارواح کی بہشت
بس یہی تھی کہ دیوتاؤن کی معیت حاصل ہوجائے لیکن رفتہ رفتہ یہ عقیدہ عقیدۂ دوم کا ایک
جز ہوگیا۔ را کی جگہ اساٹرس نے لے لی۔ اب بالعموم تو وہی اساٹرس کی بادشاہت کا عقیدہ
قائم رہا لیکن خواص نے اساٹرس کی معیت یا اسکی نورانی ذات مین فنا ہوجانا فوز عظیم تصور کیا۔[1]

[1] ماخوذ از "مذہب مصریان" صفحات ۷ لغایت ۱۹ مصنفہ فلنڈرس پیٹری ۱۲

۲- ہنود کے عقائد

ہنود کی سب سے قدیم مقدس کتابیں وید ہیں۔ رگ وید میں لکھا ہے کہ یم مُردوں کا راجہ ہے جسکا باپ ووسوت (آسمان) اور ماں سرنیو (صبح) ہے ذیل میں ہم ایک بھجن کا ترجمہ درج کرتے ہیں جسمیں معاد کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ یہ بھجن سوم دیوتا کی شان میں ہے۔

اے بہتے ہوئے سوم مجھے اس غیر فانی اور لازوال مقام میں لیچل جہاں نورانی جلوہ ہے اور جو بہشت میں ہے اے سوم اندر دیوتا کے واسطے رواں ہو۔

مجھے وہاں لے چل جہاں یم کا راج ہے۔ جہاں بہشت کے دروازے ہیں اور جہاں بڑے بڑے دریا بہتے ہیں مجھے وہاں لیچل اور بقای دوام عطا کر۔ اے سوم اندر دیوتا کے واسطے رواں ہو۔

مجھے وہاں لیچل جہاں تیسری بہشت ہے جہاں اس آسمان کے اوپر تیسرا عالم نور ہے اور جہاں اپنی مرضی کے موافق انسان سیر کرسکتا ہے وہاں مجھے لیچل اور بقای دوام عطا کر۔ اے سوم..... الخ

مجھے وہاں لیچل جہاں ہر ایک خواہش پوری ہوتی ہے۔ جہاں پرادھم[؟] کا مقام ہے جہاں کھانا پینا اور چین ہے مجھے وہاں لیچل..... الخ

مجھے وہاں لیچل جہاں تعیش۔ مسرت اور سرور ہے۔ جہاں قلب مضطرب کی ہر ایک تمنا برآتی ہے مجھے وہاں لیچل اور بقاے دوام..... الخ (منڈل یازدہم ۱۱۳)

یہ عقیدہ ہندوستان کے قدیم رشیوں کا تھا لیکن رفتہ رفتہ جب وید کی سیدھی سادھی تعلیم پر فلسفیانہ نکتہ سنجیوں کا رنگ چڑھگیا تو آواگون (تناسخ) کا عقیدہ جسکا رگ وید میں کہیں ذکر نہیں عام طور سے پھیل گیا۔ یہ عقیدہ اپنشد میں نہایت آب و تاب سے بیان کیا گیا ہے ذیل میں ہم چند مقامات کا ترجمہ درج کرتے ہیں

(۱) راجہ چترا گنگایبنی اودالکا اور اُسکے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

مُردوں کی روحیں چندرما دیوتا (چاند) میں ہو پہنچتی ہیں جہاں سے یہ دیوتا پھر انہیں واپس کرتا ہے

سلہ سوم ایک درخت کا عرق ہے جس سے شراب بنتی ہے سلہ دیکھو مسٹر دت کی کتاب ہندوستان قدیم صفحہ ۲۱۰-

اب جیسے جسکے اعمال ہین اسی کے مطابق کیڑا مکوڑا یا مچھلی یا چڑیا یا شیر یا سور یا سانپ یا چیتا یا آدمی یا کچھ اور شکل مین مسخ ہوجاتا ہی-

پاک ارواح پہلے اگنی کے عالم مین پھر وایو پھر ورونا پھر پراجپتی پھر برہمان کے عالمون مین پہونچتی ہی- اس عالم مین حوض آرا- کوہ نیشتنھا- دریای وجارا- شجر الیا- شہر ساجیا- ایوان اپراجتا موجود ہین- اندرا اور پراجپتی دیوتا محافظ ہین اور برہمان تخت سلطنت پہ جلوہ افروز ہین جنکے حضور مین ارواح حاضر ہوتی ہین- (باب اول کوشتاکی)

(۲) راجہ جے بلی اسی اُدالکا کے بیٹے سے کہتا ہی

مردون کی روحین چاند مین رہتی ہین پھر وہان سے واپس ہوتی ہین اور قطرۂ باران بنکر برستی ہین- پھر چاول یا کوئی اور غلہ یا جھاڑی یا درخت یا کوئی اور قسم کا تخم بن جاتی ہین- اس درجہ پر پہونچکر جن روحون کے اعمال نیک تھے وہ تو برہمن یا چھتری یا ویش کے گھر مین غذا کے ذریعہ سے دوسرا جنم لیتے ہین لیکن جنکے اعمال بُرے تھے وہ کتے یا سور یا چنڈال کا جنم لیتے ہین (چہندوگیا باب پنجم ۱۰)

(۳) تناسخ کو صوفیانہ رنگ مین اسطرح بیان کرتے ہین- برہادارنیکا باب چہارم ۴ مین لکھا ہے کہ جسطرح ایک سُنار سونے کے ٹکڑے کو ڈھالکر ایک عمدہ شکل کا زیور بنا دیتا ہی اسیطرح روح اس جسم کو چھوڑکر اور جہالت کی آلایش سے پاک ہوکر ایک دوسرے عمدہ قالب مین جنم لیتی ہی- یہ تو اُس شخص کا حال ہی جسمین خودی باقی ہی لیکن جب خودی دور ہوگئی اور صفای کامل حاصل ہوگئی تو اسکی روح کو کسی دوسرے قالب کے بدلنے کی ضرورت نہین ہی وہ سیدھا برہمان مین ملجاتا ہی اور جسطرح سانپ کی کینچل بِل مین اُتری پڑی رہتی ہی اسیطرح جسم بھی علحدہ ہوجاتا ہی لیکن وہ غیر مادی اور غیر فانی روح برہمان ہی اور محض نور ہے-

جسکو یہ علم حاصل ہوگیا اور نفس پر قابو پاگیا وہ اپنی ہستی کو ہستی مطلق مین دیکھتا ہی جہان من و تو کی گنجایش نہین ہی- اب بدی کا اسپر زور نہین چلتا- بدی پر اُسکو فتح حاصل ہوگئی بدی اسکو جلا نہین سکتی وہ خود بدی کو جلا دیتا ہی- بدی سے نجات پاکر بے داغ اور شک سے

پاک ہو کر وہ سچا برہمان ہوجاتا ہے۔

انتباہ۔ عام خیال ہے کہ ہنود مین فلسفہ سانکھیا کا موجد کپلا اور مذہب بودھ کا بانی گوتم وجود روح کے منکر ہین اور اسلیے معاد کے بھی قائل نہین ہین لیکن یہ غلط فہمی ہے۔ ذیل مین ہم کپلا کی تعلیم کا ملخص سانکھیا کریکا سے اخذ کر کے درج کرتے ہین۔

آتمان یعنی روح کپلا جو سن عیسوی سے سات آٹھ سو برس قبل یعنی گوتم بودھ سے ایک یا دو صدی بیشتر گذرا ہے مادہ اور روح دونون کو قدیم اور ازلی مانتا ہے۔ مادہ یعنی پراکرتی سبب الاسباب ہے جس سے عقل ادراک اور حواس ظاہر و باطن اور تمام محسوسات کا عالم وجود مین آیا۔ روح یعنی آتمان مجرد عن المادہ ہے مگر فعل اور انفعال سے بالکلیہ بری ہے لیکن چونکہ دنیا مین پراکرتی (مادہ) کے ساتھ مقیم ہے اسلیے انسان کے مرنے کے بعد جب اس جسم خاکی سے علٰحدہ ہو گئی تو اپنے ہمراہ ایک دوسرا لطیف جسم لنگا سریر جو اعمال خیر یا شر کا مظہر ہے لیجاتی ہے۔ اب اگر نیکی کا عنصر غالب ہے تو لنگا سریر آٹھ علوی عالم مین جنکی صفت ستو (نور) ہے درجہ بدرجہ صعود کرتا رہتا ہے لیکن اگر بدی کا عنصر غالب ہے تو بطور تنزل پانچ سفلی عالم مین جنکی صفت تمس (ظلمت) ہے مبتلای ہبوط ہوجاتا ہے۔ پانچ سفلی عالم یہ ہین جانوران اہلی۔ جانوران صحرائی۔ طیور۔ حشرات الارض وغیرہ۔ نباتات اور جمادات اسطور سے پراکرتی پہلے جسم خاکی پھر لنگا سریر کے کرشمون کا تماشہ دکھاتے دکھاتے آخر تھک جاتا ہے۔ آتمان (روح) پر جب رقص ہستی کی پوری حقیقت روشن ہو گئی تو پراکرتی (مادہ) کی رفاقت سے نجات حاصل ہوجاتی ہے بالفاظ دیگر نجات کامل کا انحصار علم حقیقی پر ہے۔ (سانکا کریکا مترجمہ مسٹر ڈیوس ۵۹ لغایت ۶۸)

مذہب بودھ کا نروان سن عیسوی سے چھ سو برس بیشتر ہندوستان مین عقلای ہند کا مذہب محض رسم ورواج کا مجموعہ رہگیا تھا۔ برہمنون کے مذہبی استبداد کے سامنے قدیم رشیون کی روحانی تعلیمات سلب ہو گئی تھین اور اپنشد کی فلسفیانہ نکتہ سنجیان محض لفظی نزاع اور سخن پروری کے وقف ہو گئین۔ ۳۳ کروڑ دیوتاؤن کی پرستش اور روحون کے آواگون کے چکر نے دماغون کو

مختل کردیا تھا - چار ذاتون کا وجود اگرچہ تقسیم عمل کے روسے مادی ترقی کو مفید ہوا لیکن ساتھ ہی اخلاقی اور روحانی موت کا ایک خوفناک آلہ ثابت ہوا اور ملک کی آبادی کا بہت بڑا حصہ شودر کے ذلیل نام سے منسوب ہوکر نجات سے محروم کردیا گیا۔ ایسی جہالت کے زمانہ مین سرزمین ہند کا لقمان یعنی گوتم بودہ نے ادنے و اعلے سب پر سچی دینی تعلیم کے ذریعہ سے نجات ابدی کا دروازہ کھولدیا - گوتم کی تعلیم کا ملخص یہ ہی کہ حیات مایہ آلام ہی اور تمنای حیات جسکی بناء لذات جسمانی پر ہے مصائب کا پیش خیمہ ہی - اسلیے اس تمنا کا خون ہو جانا دراصل مصائب کا خاتمہ کردینا ہی لیکن یہ طریق سخت دشوار ہی اسلیے انسان کو چاہیے کہ اعمال ہشتگانہ کے ذریعہ اس منزل کو طے کرے وہ اعمال یہ ہین

درستی ایمان	خلوص نیت	حق گوئی	راست روی
اکل حلال	صدق طلب	تصفیۂ باطن	استغراق کامل

(دھما دگا باب اول ۶)

ان اعمال کی ممارست اور حقیقت حیات پر غور و تعمق سے قلب مین ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہی جسکو نروان کہتے ہین - گوتم اسکی تشریح یون کرتا ہی

جنھون نے راہ سلوک طے کرلی انکی مصیبت کا خاتمہ ہوگیا غم والم سے چھوٹ گئے اور ہر قسم کی بیڑیان کٹ گئین وہ جمعیت خاطر کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتے ہین - تعینات انکے واسطے سوہان روح تھی - وہ علائق سے یون جدا ہوتی ہین جیسے راج ہنس جھیل سے اڑجاتے ہین - (دھم پد ۹۰ و ۹۱)

بودھ کے عقیدہ مین نروان اس زندگی مین حاصل ہو سکتا ہی - یہی انسان کا انتہای کمال ہی اور یہی اسکی بہشت ہی - ایسا نفس جو فنا کے درجہ پر پہونچ گیا پھر کبھی آواگون کے پھندے مین پھنس نہین سکتا - گوتم کا یہ نروان ان لوگون کو جو دیوتاؤن کی شاہد بازیان اور جسمانی لذات کے افسانے مزے لے کر سنتے تھے کچھ زائد دلفریب نہ معلوم ہوا اسلیے انھون نے گوتم سے بار بار پوچھنا شروع کیا کہ دنیا مین جن لوگون کو یہ مرتبہ حاصل ہوگیا انکی کیفیت مرنیکے بعد کیا ہوگی - گوتم نے جو جواب ان سائلون کو دیا وہ سننے کے قابل ہی - کہتا ہی

مکالمہ گوتم و ملوکیاپت

ملوکیاپت۔ مہاتما مجھے صاف صاف بتادے کہ "بودھ کامل" مرنیکے بعد زندہ رہتا ہی یا نہین۔

گوتم۔ اے شخص کیا مین نے تجھسے کہا تھا کہ تو میرا چیلہ بن جا اور مین تجھسے فنا اور بقائے عالم کا راز کہدونگا۔

ملوکیاپت۔ ایسا تو نہین ہی۔

گوتم۔ پھر تو مجھسے ایسا سوال نکر لیکن یہ یاد رکھ کہ اگر کوئی شخص زہر آلود تیر سے زخمی ہوجائے اور وہ طبیب سے یون کہے کہ علاج زخم سے پہلے مجھے یہ بتادے کہ مجھے کس نے زخمی کیا تھا آیا وہ برہمن تھا یا چھتری یا ویش یا شودر۔ انصاف سے بتا کہ ایسے شخص کا کیا انجام ہوگا۔ بیشک وہ ایسے مہلک زخم سے مرجائیگا۔ بس یہی حال اُس آدمی کا ہی جو نفس کا تزکیہ اسوجہ سے نہین چاہتا کہ اُسکو معلوم نہین کہ مرنیکے بعد کیا ہوگا۔ اسلیے اے شخص جس مسئلہ مین مین سکوت اختیار کرون اسکے متعلق چون و چرا نکر یا لیکن جو کچھ مین نے تعلیم دی ہی اسکی منادی کرتے رہنا۔

گوتم کی مشہور مریدہ کھیما کا لطیفہ

کوسل کا راجہ ایک سفر مین کھیما سے ملا اور کہنے لگا۔

راجہ۔ اے مقدس ولیہ مجھے بتادے کہ بودھ مرنے کے بعد کیا زندہ ہی؟

کھیما۔ اس صاحب کمال نے اس امر کا اظہار نہین کیا۔

راجہ۔ تو کیا بودھ مرنے کے بعد زندہ نہین ہے؟

کھیما۔ (متانت سے) اس صاحب کمال نے یہ بھی نہین بتایا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ نہین ہی[1]

---

[1] گوتم کی تعلیمات کا مجموعہ تین دفتر مین ہی جنکو پتاک کہتے ہین۔ راجہ اشوک کے حکم سے ۲۴۲ برس قبل مسیح پٹنہ کی کونسل مین جمع کیے گئے ہہنے دونون مکالمے دفتر اول یعنی "ستت پتاک" سے ترجمہ کیے ہین جو "مجہم نکاے" اور "سمیوت نکاے" وغیرہ حصص مین منقسم ہی۔ مذہب بودھ کے پیرو اب وجود روح کے منکر ہین مگر یہ وہی صورت ہی جیسے عیسائیون مین تثلیث کے عقیدہ کا یقین حالانکہ حضرت عیسیٰ نے اس فاسد عقیدہ کی تعلیم نہین دی تھی ۱۲

گوتم کے بعد اُسکے پیرو چونکہ تناسخ کی آب وہوا مین پلے تھے اسلیے اس عقیدہ کے گہرے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے لیکن چونکہ گوتم نے روح سے بحث نہین کی تھی اسلیے تناسخ کے مسئلہ مین اسقدر ترمیم کی گئی کہ اگر اس زندگی مین نروان حاصل نہو سکے تو مرنے کے بعد مُردے کے کرم (عمل) نوزائیدہ معصوم بچہ مین حلول کرتے ہین اور جسطرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہی اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہی اسی طرح حیات کا سلسلہ قائم رہتا ہی یہان تک کہ دوسری زندگی کی تمنا کا پوری طور سے استیصال ہوجائے اور نروان کا مرتبہ حاصل ہوجائے[1]۔

مذہب بودھ کا چراغ ایک ہزار سال کے اندر جب ہندوستان مین گل ہونے لگا تو اپنشد کے پُرانے عقیدۂ تناسخ نے ویدانت کی تعلیم مین دوسرا جنم لیا۔

ویدانت برہم سُتر کے خطبۂ سوم مین لکھا ہی کہ موت کے بعد روح ایک جسم لطیف کے ساتھ چاند مین چڑھ جاتی ہی جہان سے واپس ہوتے وقت کرۂ اثیر ہوا اور بادل مین ہوتی ہوئی پانی کی شکل مین برستی ہی اور اسطرح پہلے نباتات مین حلول کرتی ہی اور پھر غذا کے ذریعہ جانورون کے رحم مین داخل ہوتی ہی۔ چوتھے خطبہ مین لکھا ہی کہ روح جسوقت برائیون سے پاک ہوجاتی ہی تو عرفان کامل کے درجہ پر پہونچکر جسطرح قطرہ دریا مین ملجاتا ہی اُسی طرح ہستی مطلق مین انجذاب کلی حاصل کرتی ہی اور یہ انتہائی کمال ہی لیکن اس زندگی مین بھی اگر یوگ کے طریقہ مین کمال ہوگیا تو جیون مُکتی کا مرتبہ حاصل ہوتا ہی اور پھر جوگی جی بقول پتنجلی مصنف یوگ سُتر جس شکل مین چاہین خواہ پتھر خواہ درخت خواہ جانور مین تبدیل ہوجائین اور چشم زدن مین جہان چاہین پہونچ جائین غرض کہ ایسے ایسے مافوق العادت کرشمے دکھانے کی قدرت حاصل ہوجاتی ہی۔

ویدانت کے ساتھ ہنود مین فلسفیانہ تعلیم کا خاتمہ ہوگیا اسکے بعد جب اٹھارہ پوران لکھے گئے تو اگرچہ تناسخ کا عقیدہ بدستور قائم رہا لیکن دوراز کار اور حد سے زیادہ فحش اور شرمناک افسانے جزو مذہب ہوگئے[2]

---

[1] ڈیوس کے ہبرٹ لکچرز صفحہ ۹۹۔ [2] دیکھو پدم پُران جلندھر کی عورت برندا پر بشن کا عاشق ہونا اور پتھر بنجانا۔ سالگرام اور تلسی کی پوجا۔ اسیطرح لنگ پوران اور متسیہ پوران وغیرہ مین اسی قسم کی داستانین ہین جنکی تاویل "عذر گناہ بدتر از گناہ" ہے ۱۲

۳- یونانیون کے عقائد

قدیم یونانی اگرچہ کوہ المپس کو دیوتاؤن کا استھان اور ٹارٹارس کو شیاطین کا مسکن سمجھتے تھے لیکن انسان کی ارواح مرنیکے بعد ایک تحتانی مقام ہیڈس مین جاتی تھین جہان نہ روشنی ہی اور نہ کسی قسم کی دل چسپی کا سامان - اکیلیز جو ہومر کی مشہور نظم رزمیہ کا ہیرو ہی ہیڈس کی افسردگیون کی شکایت کرتے ہوے کہتا ہی کہ اس حالت کے مقابلہ مین دنیا کی سب سے حقیر مزدور کی زندگی بہتر ہے۔[۱]

مردون کے جلانے کی رسم ہومر کے زمانہ مین رائج تھی پیٹروکلیس کی روح کہتی ہی کہ جب آگ کے شعلون مین جسوقت مین جسم کی آلائش سے پاک ہوگئی تو پھر ہیڈس سے کبھی واپس نہین آسکتی

مسٹریز یا اسرار - مذکورۂ بالا عقیدہ قدیم تھا لیکن سنہ عیسوی سے چھ سو برس قبل پہلے محض جزا وسزا اور پھر تناسخ کا عقیدہ مسٹریز (پُراسرار طریق سے ایک خاص دیوی یا دیوتا کی پرستش کے ذریعہ سے مرنے کے بعد عیش وآرام کا امیدوار رہنا) کی تعلیم سے جسکو فیثاغورث اور اُسکے شاگردون نے فلسفیانہ رنگ مین پیش کیا عام طور سے پھیل گیا - ان مین سب سے زیادہ مقبول اُلوسی نین" مسٹریز تھین جنکا ماحصل یہ ہی -

افسانۂ اول - پرسی فون ایک پری جمال دیوی تھی جسکو زیس دیوتا کے ایما سے روحون کا دیوتا ہیڈس بھگا لیگیا - پرسی فون کی مان دمیتر جو کوہ المپس کی ایک مشہور دیوی تھی زیس سے ناراض ہوکر بیٹی کی تلاش مین ایک بوڑھی عورت کے بھیس مین الوسی یس کی سرسبز زمین پر اُتر ی اور جب کہین بھی بیٹی کا پتہ نہ چلا تو غصہ مین آکر ایک ہولناک قحط کی بلا نازل کردی جسکی سبب سے دیوتاؤن کی نذر بھینٹ سب موقوف ہوگئی - زیس یہ حالت دیکھکر گھبرایا اور ہیڈس سے سفارش کی کہ کسی طرح پرسی فون کو اُسکی بیقرار مان کو دکھاوے - ہیڈس کسی طرح راضی نہوتا تھا اُسنے پرسی فون کو روحون کی رانی بنالی تھی کہ جو کوئی اُسکی پوجا کرے مرنے کے بعد اسکو ہر قسم کی راحت

---

[۱] ایلیڈ باب ۲۳ و ۷۵ -

عطا ہو لیکن آخر زیس کی کوشش سے یہ طے ہوا کہ پرسی فون چار مہینے ہیدس کے ساتھ رہے اور بقیہ
ایام اپنی ماں کے پاس - اس طور سے پرسی فون کی پرستش نجات کا ذریعہ قرار پایا - دیوی جس سے
خوش ہو گئی اُسکو مرنے کے بعد الیسیم کے سبز و شاداب مرغزاروں میں چین کرنا نصیب ہوتا تھا
لیکن جسنے اسکی پوجا نہ کی اور اپنے جسم پر اسکے بتخانہ کی خاک نملی اُسکو مرنے کے بعد کیچڑ میں
ڈال دیتے تھے - اس افسانہ کی فلسفیانہ تشریح یوں کرتے تھے کہ جسطرح زمین میں بیج
بوتے ہیں اور وہ پھوٹکر پھر پھولتا پھلتا ہے اسی طرح مرنیکے بعد انسان الیسیم میں پھر زندہ
ہوکر عیش کرتا ہے لیکن جسطرح بعض تخم زمین میں خراب ہوکر سڑ جاتے ہیں اسی طرح بدوں
کی روحیں اذیت پاتی ہیں -

افسانہ دوم - اسی پرسی فون سے دیوتاؤں کے راجہ زیس نے پوشیدہ تعلق پیدا کیا جس سے
زگروس تولد ہوا - ہیرا جو زیس کی رانی تھی یہ سنکر بہت بگڑی اور گروہ شیاطین ٹائی ٹنز سے
سازش کر کے زگروس کے مار ڈالنے کی کوشش کی چنانچہ ٹائی ٹنز مٹی کا چہرہ لگا کر بچوں کی
شکل میں زگروس کے ساتھ مل جل کر کھیلنے لگے اور اُسکو طرح طرح کی چیزیں دکھا کر بہلانے لگے
ایک دن ایک آئینہ پیش کیا جسکو زگروس بہت غور سے دیکھنے لگا - ٹائی ٹنز نے موقع پاکر
زگروس پر حملہ کیا مگر اُسنے یہ رنگ دیکھکر سیکڑوں قالب بدلنا شروع کیے کہ کسی طرح انکے
پنجہ سے چھوٹ جائے اتفاق سے زگروس پھنسا ہی تھا کہ خونخوار ٹائی ٹنز فوراً اسکے
تکے بوٹی کر کے کھا گئے لیکن اتھینی دیوی نے زگروس کے کلیجہ کو چپکے سے اُٹھا لیا اور زیس
کے پاس لیگئی جسنے اپنے لخت جگر کے کلیجہ کو فوراً نگل لیا جس سے زگروس ایک جدید دیوتا
ڈیانی سس کے قالب میں حلول کر کے ظاہر ہوا - زیس اس کارروائی کے بعد ٹائی ٹنز کیطرف
متوجہ ہوا اور اُنکو اپنے غیظ و غضب کی بجلی سے جلا کر راکھ کر ڈالا - اس راکھ سے نسل انسانی
پیدا ہوئی چونکہ ٹائی ٹنز نے زگروس کا گوشت کھا لیا تھا اسلیے انسان میں نیکی اور بدی
دونوں عنصر موجود ہیں - اس افسانہ سے تناسخ کا عقیدہ سمجھایا جاتا تھا فیثا غورث کا شاگرد

اسید اکلیز کہتا ہے کہ روح کو تیس ہزار برس تک مختلف قالب بدلنا پڑتے ہین تب کہین ربّ نس کی ذات مین انجذاب کلّی حاصل کرتی ہے

لیکن سن عیسوی سے چار سو ستر برس پیشتر یونان کے مدینۃ الحکما ایتھنس مین ایک ایسا فیلسوف پیدا ہوا جسنے بقای روح کا مسئلہ اپنے خون سے حل کیا- یہ شہید حق سقراط ہے جسکو اسکے وہم پرست ہموطنون نے اسکی حکیمانہ تعلیم سے برافروختہ ہوکر زہر دیدیا- ذیل مین ہم اسکے شاگرد رشید افلاطون کے مکالمات سے سقراط کی موت کا سین اور اسکی آخری وصیت کا اقتباس درج کرتے ہین

سقراط کی موت کا سین افلاطون کے قلم سے

(سقراط کے شاگرد کرائٹو اور سمیاس قیدخانہ مین آتے ہین- سقراط اپنے بستر پر بیٹھ جاتا ہے- بیڑیان کاٹ دیگئی ہین سقراط اپنے پانون کو سہلا کر کہتا ہے)

سقراط- میرے دوستو جسے لوگ راحت کہتے ہین وہ ایک عجیب معما ہے- حیرت تو یہ ہے کہ وہ اپنی ضد یعنی تکلیف کے ساتھ کسطرح شریک ہے حالانکہ دونون ایک ساتھ جمع نہین ہوسکتین لیکن اگر ایک انمین سے کسی کو ملتی ہے تو خواہ نخواہ دوسرے سے بھی سابقہ پڑتا ہے گویا دونون کے سرے جوڑے ہوے ہین- اگر ایسف اسپر غور کرتا تو انکا افسانہ یون بناتا کہ دیوتا کو جب ان دو جنگجو شکلون مین صلح کرانا منظور ہوا تو اُسنے دونون کے سر ایک ہی زنجیر مین جوڑ دیے اب اگر ایک سر کھینچو تو دوسرا بھی لامحالہ کھنچ آئیگا- دیکھو میرے پانون مین بیڑیون کے سبب سے درد تھا اب بیڑیان کٹ گئی ہین تو تکلیف کی جگہہ راحت نے لے لی- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میدان تحقیق مین عقل انسانی نے ایک پوشیدہ راہ نکال لی ہے جب تک یہ جسم سنگ راہ ہے اور روح آلودہ علائق اُسوقت تک شاہد حق کا ملنا دشوار ہے اسلیے حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ حتی الوسع تعلقات جسم سے علحدہ رہے تاکہ روح مین صفائی پیدا ہو اور جسم سے جدا ہوکر جمعیت حاصل کرے موت کیا ہے ؟ روح کا قید جسم سے آزاد ہو جانا اسلیے حکمت کا سچا طالب وہ ہے جو ایسی آزادی کا متمنّی رہے- کیون کیا ایسا نہین ہے ؟

سقراط ماخوذ از تاریخ مذاہب مصنفہ جیولنس صفحہ ۳۷۷ لغایت ۳۸۰ -

شاگرد- بیشک ایسا ہی ہی-

سقراط- اگر ایسا ہی تو کیا یہ شرم کی بات نہین ہی کہ جو شخص تمام عمر موت کا طالب رہا ہو اُسکے سامنے جسوقت موت آئے تو وہ جزع و فزع مین مبتلا ہو جائے- ؟

شاگرد- کیون نہین-

سقراط- سمیاس حقیقت مین جو لوگ جویاے حکمت ہین وہ دراصل موت کے طالب ہین اور اُنکے سامنے موت کوئی خوفناک شئے نہین ہی کیونکہ جس چیز سے وہ کارہ تھے یعنی جسم اُس سے نجات ملی اور اب وہ آزادی کے ساتھ اپنے مطلوب کی طرف جاتے ہین- پُرانی داستانون مین لکھا ہی کہ بہت سے اگلے لوگ ہیڈس مین بخوشی خاطر چلے گئے تاکہ وہان وہ اپنے عیال و اطفال سے ملین- اب اگر طالب حکمت اس غرض سے ہیڈس مین جائے کہ وہ وہان آزادی سے اپنے مطلوب سے ہمکنار ہو تو کیا بعید ہی اسکا تو دین و ایمان ہی یہی ہی- میرے دوست اگر وہ سچا شیدای حکمت ہی تو موت سے ڈرنا کیا معنی وہ تو اور خوش ہوگا-

شاگرد- ہونا تو ایسا ہی چاہیے-

سقراط- میرے دوست اب اس امر پر غور کرو کہ اگر روح کو فنا نہین تو ایک دوسرا اہم معاملہ پیش آتا ہی جسکا تعلق محض اس زندگی سے نہین بلکہ ہمیشہ کیواسطے ہی وہ کیا ؟- سنو- اگر موت کے یہ معنی ہین کہ انسان کا قصہ ہی تمام ہوگیا تو بدکار بڑے نفع مین رہتے کیونکہ مرنے کے بعد جسم کی طرح روح اور اُسکے افعال ذمیمہ بھی فنا ہوگئے اور کچھ جھگڑا ہی باقی نہ رہا لیکن اگر روح کو فنا نہین ہی تو معاملہ نازک ہی اب اگر گناہون سے پناہ چاہتے ہو تو حتی الوسع خیر اور حکمت کے راستہ پر چلو کیونکہ روح نے اس دنیا مین جو کچھ اکتساب کیا ہو خیر ہو یا شر اُسکے ساتھ ہیڈس مین جاتا ہی- ارواح جب پہلی منزل پر پہونچتی ہین تو سب سے پہلے اُنکے اعمال کا حساب ہوتا ہی اب جنکے اعمال نیک و بد کا پلہ برابر رہا تو وہ ایک دریا مین پھینکدیے جاتے ہین جہان اُنپر عذاب ہوتا ہی یہانتک کہ وہ گناہون سے پاک ہوجائین اور نجات حاصل کرین

لیکن جنکے گناہ نہایت سخت ہین مثلاً قتل عمد وغیرہ وہ لوگ ٹارٹارس (دوزخ شیاطین) مین پھینک دیے جاتے ہین جہان سے نجات کی کوئی صورت نہین البتہ ایسے گناہ کبیرہ کے مرتکب مثلاً والدین کی نافرمانی وغیرہ کے واسطے یہ امید ہو کہ ایک سال کے بعد موج دریا انکو ساحل پر پھینک دے اب اگر انھون نے عذر معذرت کر کے اپنے مدعیون کو رضامند کر لیا تو عذاب سے نجات پا جاتے ہین ورنہ پھر ٹارٹارس مین پھینک دیے جاتے ہین یہ سلسلا اُسوقت تک جاری رہتا ہی جبتک حق العباد ادا نہو جائے۔ اب اُن لوگون کا حال سنو جنھون نے راہ حق اختیار کی وہ اس دنیا سے یون جاتے ہین جیسے قیدی قیدخانہ سے چھوٹے وہ جسم اور جسمانیت سے منزہ ہو کر اور علم و حکمت سے صفای باطن حاصل کر کے ابدالآباد تک آرام کرتے ہین۔

کرائٹو۔ بیشک ایسا ہی ہوگا لیکن اے استاد اب مجھے اور میرے ساتھیون کو کیا حکم ہوتا ہی کچھ اپنی اولاد کے واسطے وصیت کیجیے یا کسی اور معاملہ مین تاکہ ہم اسکو بجا لائین۔

سقراط۔ مین جو ہمیشہ کہتا رہا اب بھی کہتا ہون کہ اپنی اپنی آپ فکر کرنا اور میرے نقش قدم پہ چلتے رہنا ہی میری خوشنودی کا باعث ہی

شاگرد۔ ہم ایسا ہی کرینگے اور اب فرمائیے کہ آپ کی تجہیز و تکفین کسطرح ہو۔

سقراط۔ تم جسطرح پسند کرو بشرطیکہ تم مجھے پکڑ سکو اور مین بھاگ نہ جاؤن۔

{مسکرا کر اور شاگردون کو محبت بھری نگاہ سے دیکھکر}

میرے دوستو مین کرائٹو کو کیونکر سمجھاؤن کہ مین وہی سقراط ہون جو اسوقت تم سے گفتگو کر رہا ہی۔ وہ تو یہ سمجھ رہا ہی کہ تھوڑی دیر مین میرا جسم مردہ اُسکے سامنے ہوگا اور اسلیے دریافت کرتا ہی کہ تجہیز و تکفین کیونکر ہو۔ میرے شاگردو عدالت کے سامنے کرائٹو نے میری ضمانت کی تھی کہ مین کہین بھاگ نہ جاؤنگا اسلیے اب تم سے کہتا ہون کہ اسکے برعکس تم اسوقت یہ ضمانت کرو کہ مین مرنیکے بعد پھر یہان ٹھہرنے کا نہین بلکہ دوسرے مقام پر چلا جاؤنگا تاکہ کرائٹو میری جدائی کا متحمل ہو سکے اور جب وہ میرے جسم کو آگ مین جلتا ہوا یا زمین مین دفن ہوتا دیکھے تو میرے واسطے

غمگین نہو (کیونکہ موت سے مین کسی مصیبت مین مبتلا نہین ہوا) اور نہ اسطرح نوحہ کرے کہ آہ سقراط جلکر راکھ ہوگیا یا خاک مین ملگیا۔

(ماخوذ از مکالمۂ افلاطون موسوم بہ "فیڈو")۔

فلسفۂ یونان کا مؤرخ زلر کہتا ہی کہ سقراط کی موت نے اسکی تعلیمات مین ایک نئی روح پھونکدی۔ اسکے شاگردون مین سب سے زیادہ مشہور افلاطون ہے جسکی جوش و عقیدت کا یہ عالم ہی کہ اسکی کوئی تصنیف الٰہیات کی بحث سے خالی نہین۔ اُستاد کے مرتے ہی اُسنے قلم اُٹھایا اور پچاس برس تک یعنی ۳۴۷ برس قبل مسیحؑ جبتک موت نے اسکی دنیاوی زندگی کا خاتمہ نکردیا الٰہیات کے اسرار دلکش اور لطیف پیرایہ مین بیان کرتا رہا۔ اسکی تصانیف کا مجموعہ ۳۵ مکالمات اور ۱۳ خطوط مین منقسم ہے (انگریزی مین جوٹ نے انکا ترجمہ کیا ہی)۔

افلاطون الٰہی

روح کے متعلق افلاطون کے خیالات مذکورۂ بالا انتخاب سے ظاہر ہوتے ہین مگر جن اصول پر اسنے وجود اور بقائی روح کی بنیاد رکھی ہی وہ یہ ہین۔

انسان کلیات مثلاً عدل۔ خیر حسن وغیرہ کا ادراک کرتا ہی جسطرح آئینہ مین صورِ اشیا منعکس ہوتے ہین اسیطرح ان کلیات کا عکس اس عالم مادی مین نظر آتا ہی لیکن انکا مستقل وجود ایک دوسرے غیر متغیر عالم مین ہی جسکو عالم مجردات یا عالم مُثُل کہتے ہین۔ روح اس عالم مُثُل سے عالم مادی مین نازل ہوتی ہی لیکن جسطرح دوست کی تصویر دیکھنے سے دوست یاد آجاتا ہی اسی طرح محسوسات عالم کے معائنہ سے وہ عالم مُثُل یاد آتا ہی اور کلیات کا ادراک ہوتا ہی اس تقریر سے زمانہ ماضی مین روح کا وجود ثابت ہوتا ہی لیکن یہ کہ آیندہ بھی یعنی مرنیکے بعد روح باقی رہتی ہی اسکے متعلق افلاطون کہتا ہی کہ روح کو محض ترکیب عناصر کا نتیجہ جیسا کہ حکماے طبیعین کا خیال ہی ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ جسم اور روح کے تعلق مین ہمکو آمر اور مامور کا فرق صاف نظر آتا ہی[1]

[1] مقدمہ فیڈو صفحہ ۱۶۲۔ دوسرے مکالمات مین بھی افلاطون نے روح اور جسم کا فرق ظاہر کیا ہی اور اگرچہ منطقی حیثیت سے اسکا استدلال کمزور ہے لیکن ذوق سلیم پر اسکے جوش بیان اور اسلوب تخییل کا گہرا اثر ہوتا ہے ۱۲

عام خیال ہی کہ افلاطون تناسخ کا قائل ہی اور اسکے ثبوت مین اسکے مکالمہ مینو کا حوالہ پیش کیا جاتا ہی لیکن حقیقت یہ ہی کہ جسطرح زمانِ ماضی مین وجود روح کے واسطے افلاطون نے ایک عالمِ مثل کا وجود ثابت کیا ہی اسی طرح اُسنے مرنے کے بعد اُن ارواح کے واسطے جو لذات جسمانی مین منہمک رہی ہین ایک عالمِ برزخ کا وجود ثابت کیا ہی جہان اُنکے اعمال اُن جانورون کی صورت مین متمثل ہوتے ہین جنکے اوصاف سے وہ مشابہ ہوتے ہین مثلاً ظالم اور جابر بھیڑیا اور چیل کی شکل مین اور بندۂ شکم گدھے کی شکل مین نظر آئینگے۔ (فیڈو صفحہ ۲۲۵) مؤرخ ذلر کہتا ہی کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ افلاطون نے تناسخ کا ذکر واقعۂ نفس الامری کی طور پر نہین کیا ہی[1]۔

ارسطو

افلاطون کے ذوق روحانیت کا رنگ اسکے مشہور شاگرد ارسطو کی منطقیانہ تعلیم سے ہلکا پڑ گیا۔ ارسطو ۳۸۴؁ ق-م- پیدا ہوا تھا۔ اٹھارہ برس کی عمر مین افلاطون کی بیت الحکمۃ مین شامل درس ہوا اور استاد کی وفات یعنی ۳۴۷؁ ق-م- تک حاضر رہا۔ ارسطو اگرچہ استاد کی نہایت تعظیم کرتا تھا لیکن تصانیف مین نہایت آزادی سے بعض مسائل مین اختلاف کیا۔ اُسنے فلسفۂ اولیہ مین عالم مثل کے مستقل جداگانہ وجود سے انکار کیا اور اپنے استدلال کی بنیاد استقراء پر رکھی۔

ارسطو نے حکمای طبیعین کے مشاہدات کو پیش نظر رکھکر سب سے پہلے علم الحیات کی بنیاد ڈالکر حیات کے منازل ثلاثہ یعنی روح نباتی و حیوانی و انسانی کو ارتقائی حیثیت سے ثابت کیا لیکن چونکہ افلاطون کی حکمت اشراقیہ کا ذوق چشیدہ تھا اسلیے روح بشر کے جداگانہ وجود سے انکار نہ کر سکا کتاب الحیوان باب سوم مین کہتا ہی کہ روح کی دو حیثیتین ہین۔

(۱) روح حیوانی جو محض ترکیب جسم کا نتیجہ ہی اور موت کے بعد جسم کے ساتھ فنا ہو جاتی ہی۔

(۲) روح مجرد یا نفس انسانی جو بواسطۂ روح حیوانی مدبر بدن ہی۔ نفس کی دو حالتین ہین حالت فاعلہ اور حالت منفعلہ۔ آخر الذکر حالت مقتضیات کی پابند ہی اور اسلیے موت کے بعد فنا پذیر ہی لیکن حالت فاعلہ چونکہ غیر متغیر ہے اسلیے موت کے بعد قائم رہتی ہی لیکن انفرادی

---

[1] تاریخ فلسفۂ یونان صفحہ ۱۵۳ –

حیثیت سے نہین بلکہ اپنے مبدا یعنی عقل کل یا عقل فعال مین جسم اور جسمانیت سے منزہ ہوکر جذب ہوجاتی ہے [1]

۴- زرتشتیون کے عقائد

زرتشتیون کی قدیم مقدس کتاب اوستا ہی جسکی متعدد تفسیرونکو ژند کہتے ہین- اوستا کی ۲۱ نسک (صحائف) تھے لیکن ۳۳۱ برس قبل مسیح سکندر رومی نے ایران کو فتح کرکے اصطخر کے شاہی کتب خانہ مین آگ لگادی اور آتشکدون کو مسمار کردیا- ساڑھے پانچسو برس کے بعد اردشیر بابکان بانی سلطنت ساسانیان کے عہد مین ایک مذہبی کانفرنس جمع ہوئی جسنے بہت جدوجہد سے صرف ۲ نسک مع چند متفرق اجزا کے پہلوی زبان مین ترجمہ کرکے ترتیب دیے پہلوی اوستا اب دو حصون مین منقسم ہی- حصۂ اول مین ۳ دفتر ہین- وندیداد- وسپرد- اور یاسنا جنمین احکام اور مناجات زرتشت درج ہین اور حصۂ دوم مین جسکو خورد اوستا کہتے ہین وظائف دعائین اور تعویذ اوستا کے سوا چند اور خاص کتابین الہامی سمجھی جاتی ہین- اول دین کرد جسمین سیرت زرتشت اور آداب معاشرت کا بیان ہی- سکندر نے اصل کتاب جلادی تھی- اردشیر بابکان کے عہد مین از سر نو پہلوی زبان مین لکھی گئی تھی- اسکے متفرق اجزا کا ترجمہ آٹھوین صدی عیسوی مین ستور آذر فروبغ نے فارسی مین کیا- دوم بندہش اس کتاب کو پیشتر زندقہ کہتے تھے- ساتوین صدی عیسوی مین لکھی گئی توریت کی کتاب پیدائش کی طرح اسمین آفرینش عالم کا ذکر ہی- سوم ارداویراف نامہ اردشیر بابکان کے زمانہ مین ایک بزرگ ارداویراف نے اپنے مکاشفات یوحنا کے مکاشفات کیطرح قلمبند کیے تھے اسمین عالم بالا کی سیر دکھائی گئی ہی چہارم دادستان دینک- آٹھوین صدی عیسوی کی تصنیف ہی جسمین معاد اور حشر و نشر کے حالات مفصل درج ہین- اسکا مصنف موبد موبدان منوشچہر ہی-

ذیل مین ہم ان کتابون کے چند مقامات کا اقتباس درج کرتے ہین-

---

[1] فلسفۂ ارسطو مصنفۂ زار صفحہ ۲۰۶ و ۲۰۷- ارسطو کی اس منطقیانہ تقسیم روح سے اپی کیورس نے جو ۳۴۲ ق-م- مین پیدا ہوا فائدہ اٹھا کر روح کی حالت فاعلہ کے بقا سے بھی انکار کردیا اور یہ تعلیم دی کہ مرنے کے بعد نفس بھی فنا ہوجاتا ہی لیکن عقلائے عوام کے راہ راست پر قائم رہنے کے خیال سے جزا و سزا کا عقیدہ تعلیم دیا ہی ورنہ "یہ ہین سب بہین کے ڈھکوسلے نہ عذاب ہی نہ ثواب ہی" انسان کو فکر فردا سے اپنے عیش کو منغص کرنا چاہیے ۱۲ [2] ماخوذ از "پہلوی ٹکسٹ" مرتبۂ ڈاکٹر ویسٹ و "زرواسٹر و زرواسٹرازم" مؤلفۂ مستری ۱۲-

اوستا کے دفتر یاستا مین لکھا ہی کہ مرنے کے بعد انسان کی روح تین دن تک بیم و رجا کی حالت مین زمین پر رہتی ہی - چوتھے روز علے الصباح سروش (ملک الارواح) روح کو اپنے ہمراہ ایک پل پر لیجاتا ہے جسکا نام "کنود" ہی یہ پل جیسا کہ بین کرد مین لکھا ہی دوزخ پر قائم ہی اور بال سے زیادہ باریک ہی لیکن نیکون کو ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے ۹ تلوارین برابر رکھ دیگئی ہون - پل پر پہونچکر روح اگر نیک ہی تو اُسکے کردار ایک نوخیز حسینہ جمیلہ حور کی شکل مین نظر آتے ہین لیکن بدون کے سامنے ایک کالی کلوٹی دیونی آتی ہی - الغرض سروش کنود پل کے پاس روح کو کھڑا کرتا ہی جہان انصاف اور سچائی کے فرشتہ راسنا اور استد فرشتہ مہر کے سامنے اسکے اعمال کو تولتے ہین اور نتیجہ رنج کے موافق بہشت یا دوزخ مین بھیجتے ہین لیکن اگر نیکی اور بدی کا پلہ برابر رہا تو مقام ہمیستگان (اعراف) مین جگہہ ملتی ہی

ارداویراف اپنے سیر سموات کی تشریح یون کرتا ہی

مین عالم مکاشفہ مین سروش یزد سے ملا جسنے مجھے کنواد پل پر ایک سونے کی ترازو دکھائی جسمین مردون کے کردار تولے جاتے تھے مین نے مہر یزد کو بانچہزار فرشتون کے جھرمٹ مین دیکھا -

پھر مین امیثس اسپنت (ملک مقرب) بہمن سے ملا جو ایک سونے کے تخت پر جلوہ افروز تھا اُسنے مجھے آہرمزد (خدای زرتشت) کے حضور مین پیش کیا جسکے گرد مقرب فرشتے - زرتشت گستاسپ اور جاماسپ وغیرہما کے فروہر (ارواح) صف باندھے کھڑے تھے مین ادب سے جھکا اور حمد و ثنا مین مصروف ہوگیا - آہرمزد کے حکم سے سروش نے مجھے بہشت اور دوزخ کی سیر کرائی -

ارداویراف نے چار بہشت دیکھین - ستارہ پایہ - ماہ پایہ - خورشید پایہ - گروتمن آخر الذکر آہرمزد کا مقام ہی اور یہی اعلے علیین ہی - بہشت مین ہر قسم کی جسمانی لذات کی تصویر کھینچی گئی ہی اسیطرح دوزخ کو ایک تیرہ و تار ہولناک غار عمیق بیان کیا گیا ہی -

اوستا مین رستخیز (قیامت) کا ذکر متعدد جگہہ آیا ہی - زرتشت نے جسطرح دیوتاؤن کے عوض ایک خدا آہرمزد کی پرستش کی تلقین کی اسیطرح اُسنے تناسخ کے عوض حشر و نشر کے عقیدہ کی تعلیم دی -

---

۱؎ سروش کے لفظی معنی "سننے والے" ہین - سب سے پہلے اہرمزد کا فرمان سروش پر نازل ہوتا ہی وہ اسکو سنکر وخشور (پیغمبران) کو سناتا ہی گویا سروش زرتشتیون کا جبرئیل ہی - یاسنا کے باب ۹ مین لکھا ہی کہ زرتشت نے اوستا کو سروش سے سنا فریدون پر بھی سروش نازل ہوا تھا ۱۲

رستخیز کے متعلق یہ روایت ہی کہ جب دنیا مین بدی غالب آجائیگی تو زرتشت کی نسل سے تین بیٹے ہر ہزار سال کے بعد پیدا ہونگے اور عالم مین دین زرتشت کو تازہ کرینگے تیسرے بیٹے سوسیوش (زرتشتیون کا مسیح) کے عہد مین قیامت آئیگی - کیومرث (آدم) مع اپنی تمام نسل انسانی کے پھر پیدا ہوگا - تمام انسان ایک میدان مین جمع ہونگے اور اپنے اپنے اعمال ملاحظہ کرینگے - زمین ایک پگھلے ہوے آتشین مادہ کی طرح موجزن ہوگی نیک اور بد سب کو اس پر سے چلنا ہوگا مگر نیکون کو تکلیف محسوس نہوگی اور آرام سے بہشت مین چلے جائینگے مگر بدون کو سخت اذیت ہوگی اور وہ تین دن تک دوزخ مین رہینگے - اس مابین مین اہرمن مع اپنی ذریات کے آہرمزد کے مقابلہ کو نکلیگا لیکن سب کے سب اس ہولناک آتشین مادہ سے جلکر فنا ہوجائینگے - بدون کو پھر دوزخ سے نکالینگے اور دوزخ کو بھی فنا کردینگے اس طور سے نسل انسانی پھر نور کے جسم پاکر ابدالآباد تک بہشت مین رہینگے[۱]

۵ - یہودیون کے عقائد

عام خیال ہی کہ یہودی توریت اور زبور کو جو حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد پر نازل ہوئین مانتے ہین لیکن جن کتابون سے یہود اپنے عقائد کا استنباط کرتے ہین وہ یہ ہین -

اوّل - کتاب (وحی متلو) جو تعداد مین ۲۴ ہین پانچ حضرت موسیٰ کے صحائف یا اصل توریت باقی ۱۹ - انبیای بنی اسرائیل کے صحائف جنمین زبور حضرت داؤد بھی شامل ہی - یہ سب کتابین اولڈ ٹسٹامنٹ (عہد عتیق) کے نام سے عیسائیون مین مشہور ہین - ان کتابون کے علاوہ ۱۳ کتابین اور ہین جنکو اپوکریفل (نامعتبر) سمجھکر عہد عتیق سے خارج کردی ہین انمین سے خاص خاص یہ ہین - کتاب ادریس - مشاہدات ابراہیم - مشاہدات موسیٰ - ٹوبٹ - دانائی سلیمان - کتاب مقابیین - کتاب معراج اشعیاہ وغیرہما - اسمین کچھ شک نہین کہ حضرت موسیٰ کی پانچ کتابین جو اصل توریت ہین سنہ ۵۸۶ ق م مین جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کرکے اور یہودیون کو گرفتار کرکے بابل لیگیا ضائع ہوگئین سو برس کے بعد حضرت عُزیر نے اپنے طور پر ان کتابون کو لکھوایا اور انبیای بنی اسرائیل کے صحف مین

---

[۱] ماخوذ از دین کرد باب نہم دادستان دانک باب ۳۲ - و بندہش باب ۳۰ -

شامل کرکے ایک مجموعہ تیار کیا۔ لیکن یہ مجموعہ بھی ۱۶۸ برس قبل مسیح جب یونانی بادشاہ انطاکیوس ایپی فینس نے ہیکل سلیمانی کو پھر مسمار کر دیا اور یہود کی مقدس کتابون کو جلا دیا ضایع ہوگیا۔ اب صرف تراجم کے ذریعہ سے ان کتابون کا وجود ہی اسی وجہ سے سیکڑون اختلاف اور باہمی تناقض پائے جاتے ہین۔

دوم احادیث وآثار جنمین حسب ذیل مجموعے شامل ہین (۱) مِشنہ جسکے معنی دُہرانا ہین یہ ایک مجموعہ ہی احبار اور ربیّون (علماء یہود) کے ملفوظات کا جو ۲۰۰ئ مین جمع ہوگیا تھا۔ (۲) مِدراسہ یعنی تورات کے آیات اور احکام کی تفاسیر کا مجموعہ جو مِشنہ کے ساتھ ملحق کیا گیا۔ (۳) تالمود بابل اور شام کے ربیّون کے فتاوی اور آثار جو دو مختلف نسخون مین ۵۰۰ئ مین جمع ہوگئے تھے۔

عقائد اسرائیل ابراہیم کیمبرج یونیورسٹی کا مشہور فاضل اپنی کتاب "جوڈاازم" (مذہب یہود) کے صفحہ ۷۰ مین کہتا ہی کہ ابتداے عہد سے یہود مین معاد کا یقین مستحکم تھا لیکن حقیقت یہ ہی کہ انبیای بنی اسرائیل کا مطمح نظر چونکہ بت پرستی کی توبیخ اور خدای ذوالجلال کی تقدیس اور عبادت تھا اسلیے اُنھون نے عالم آخرت کی کیفیت کچھ تفصیل سے بیان نہین کی اور عذاب وثواب کو دنیاوی زندگی تک محدود رکھکر آفات ارضی وسماوی کو غضب الٰہی کی شکل مین شامت اعمال کا لازمی نتیجہ قرار دیا اور فتح ونصرت کو حسنات کا ثمرہ تصور کیا۔ حضرت یشعیاہؑ فرماتے ہین۔

ہمیشہ خداوند پر بھروسہ رکھو کیونکہ خداوند یہواہ لازوال قوت ہی۔ وہ مغرورونکو نیچا دکھاتا ہی اور عالی شان محلون کو بیخ وبنیاد سے اُکھاڑ کر خاک مین ملا دیتا ہی۔

راہ حق ایمان والون کا شعار ہی۔ ای خدای برحق تو ہی اُنکو راہ راست پر لاتا ہی۔

ہان خداوند ہم تیرے انصاف کے منتظر ہین۔ ہماری روح کی غذا تیرا نام ہے۔ ہم تجھی کو یاد کرتے ہین۔

شبہای تار مین میری روح تیرے واسطے بیقرار ہی - ہان پچھلی رات کو بھی تیری ہی
جستجو مین سرگرم ہی -

تیرے مُردے پھر زندہ ہونگے اور مین جسم کے ساتھ قبر سے اُٹھونگا - اے خاک مین
ملجانیوالو اُٹھو اور اُسکی حمد کے گیت گاؤ - کیونکہ جسطرح شبنم سے جھاڑی مین کلیان
پھوٹ نکلتی ہین اُسی طرح زمین اپنے مُردون کو اُگل دیگی -

(کتاب یشعیاہ باب ۲۶ آیات ۴ و ۵ و ۷ - ۹ و ۱۹)

قدیم عقیدۂ یہود یہ تھا کہ مرنے کے بعد روح ایک مقام شیول مین چلی جاتی ہی لیکن یوم یہواہ
یعنی قیامت مین حساب و کتاب کے واسطے پھر جسم مین داخل ہوگی اور مردے زندہ ہو جائین گے
تورات مین "یوم یہواہ" کو یوم الوعید - الیوم - یوم الاکبر - یوم الحساب وغیرہ نامون سے بیان
کیا ہی - اُسدن خداوند کا جلال نازل ہوگا - نیکوکار گنہگارون سے علیحدہ کیے جائینگے - یہواہ
اپنے دشمنون سے انتقام لیگا اور اُنکو جہنم مین ڈالدیگا - اسرائیلی گناہون سے پاک ہوکر بہشت
عدن مین آرام کرینگے - زمین و آسمان بدل جائینگے - ماہتاب آفتاب کی طرح چمکیگا اور آفتاب
کی روشنی سات حصہ زائد ہوگی - ناز و نعیم کی فراوانی ہوگی - دور شراب بے غل و غش چلینگے -
اور سرور اور آرام کے ساتھ یہواہ کا دیدار نصیب ہوگا -

بابل کی اسیری کے بعد سے یہودیون کے عقائد مین نمایان تغیر پیدا ہوگیا وہ اپنی قوم کو برگزیدہ
الٰہی یا "ابناء اللہ" سمجھتے تھے - حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا جاہ و جلال بھولا نہ تھا اسلیے اُنکی
جوشیلی طبیعتون کو محکومی کی ذلت سلطنت کا زوال اور ہمسایہ قومون کا عروج اور تسلط گوارا نہ تھا
لیکن واقعات سے انکار بھی ممکن نہ تھا اسلیے یوم یہواہ کی جگہ **دور مسیحا** نے لی جسکا ماحصل
یہ تھا کہ عنقریب اُنمین ایک مسیح پیدا ہوگا جو دشمنان دین اور شیاطین کا قلع و قمع کرکے بیت المقدس
کو از سر نو آباد کریگا اور دائمی دنیاوی بادشاہت کی بنیاد ڈالیگا - اس بادشاہت مین یہود کے مُردے

؎ کتاب نحمیاہ باب اول آیت ۱۴ - کتاب حبقوق باب اول آیت ۱۵ - زبور باب ۴۴ - آیت ۴ - حزقیل باب ۳۶ - آیت ۲۶ - یرمیاہ ۴

اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہوکر شریک سلطنت ہونگے لیکن باقی جہنم مین جلینگے[1]۔

"دور مسیحا" کا عقیدہ چونکہ یہود کے عقیدہ معاد کا ایک عنصر اور دین عیسوی کا تو روح روان ہو اسلیے ضرورت ہو کہ ہم یہان بالتفصیل بیان کرین کہ مسیحا سے کیا مطلب تھا۔

تحقیق مسیحا مسیحا آرامی زبان کا لفظ ہو اسکے معنی ہین "جسکے سر پہ تیل ملا جائے" یہودیون مین تخت نشینی کے وقت بادشاہ کے سر پہ تیل ملتے تھے (شموئیل اول باب ۲۴-) اس رسم کے ادا ہونے کے بعد وہ یہواہ کی طرف سے اُسکے بندون کا حاکم تسلیم کیا جاتا تھا - اسلیے مسیحا کے مجازی معنی بادشاہ کے ہین - قاضیون کے دور کے بعد یہود مین سلاطین کا عہد شروع ہوا جنمین حضرت داؤد نہایت مشہور ہوے - آپکے بیٹے حضرت سلیمان کے بعد ہی سلطنت یہود مین زوال شروع ہوگیا اور بنی اسرائیل کے اسباط مین تفرقہ پیدا ہوگیا اور شمالی اور جنوبی دو سلطنتین قائم ہوگئین شمالی سلطنت کو اسیریا والون نے ۷۲۲ برس قبل سن عیسوی تباہ کردیا اور جنوبی کو بھی بابل والون نے ۵۸۶ برس قبل سن عیسوی برباد کرکے ہیکل سلیمانی کو مسمار کردیا - ان ہولناک مصائب کے زمانہ مین یہود اپنے سلاطین کے زرین عہد کو یاد کرکے رو رو کر دعا کرتے تھے کہ حضرت داؤد کی اولاد مین کوئی ایسا بادشاہ یعنی مسیحا پیدا ہو جسکے دور مین انکا سابقہ جاہ و جلال عود کر آئے اور دشمنان دین کا قلع قمع ہوجائے[2]۔ لیکن انقلاب زمانہ سے جب یہود کی دنیاوی سلطنت کا عود کرنا ایک امید موہوم سے زائد نہ تھا تو ایک دوسرا مسرت خیال تسکین کا باعث ہوا وہ یہ کہ ابن آدم یعنی بنی اسرائیل کے متفقہ اسباط کو پھر حکومت نصیب ہوگی (کتاب دانیال باب ہفتم آیات ۱۳ لغایت ۲۷-) بنی اسرائیل چونکہ خود کو برگزیدہ قوم سمجھتے تھے اسلیے آدم کے خلف الرشید گویا اسرئیلی تھے باقی قومین سب ناخلف سمجھی جاتی تھین - اسی زمانہ مین سکندر ابن فیلقوس کے فتوحات کا طوفان اٹھا اور یونانی تمام ایشیا پر بلای بے درمان کی طرح چھاگئے اور مشرق کی پرانی تہذیب کو نیست و نابود کرنے لگے - ایران مین اگر آتشکدون کو موبدون کے خون سے بجھادیا تو ہیکل سلیمانی کو جو بخت نصر کے بعد

[1] کتاب دانیال باب ۱۲ آیات ۲ لغایت ۳ - [2] کتاب اور لیسوق ۳۶ لغایت ۴۲ - سبل لاین پیشین گوئیان - نغمات سلیمان غزل ۱۷ ۲۳ لغایت ۲۵ - کتاب یسعیاہ باب ۹ آیت ۶ - یرمیاہ باب ۲۳ آیت ۵ - حزقیل باب ۳۴

کیخسرو شاہ ایران کی اجازت سے ازسرنو تعمیر ہوا تھا انطاکیوس اپی فینس ملک شام کے یونانی بادشاہ نے پھر مسمار کردیا اور مقدس صحیفون کو جلادیا۔ اسکے ان مظالم سے یہودیون مین تہلکہ مچگیا لیکن اسرائیلی خون مین ایک مرتبہ پھر جوش پیدا ہوا یہودا مقابی کی مردانہ ہمت اور حمیت دین سے یہ فتنۂ عظیم فرو ہوا اور سفاک یونانیون کو شکست ہوئی ۱۶۷ برس قبل سن عیسوی یہودا نے بیت المقدس کو ازسرنو تعمیر کیا اور تورات کو پھر جمع کیا۔ اسطور سے بنی اسرائیل کی منفقہ اسباط یعنی "ابن آدم" کا موعودہ دور شروع ہوا۔ کتاب دانیال اسی عہد مین لکھی گئی یہ کتاب حضرت دانیال کی طرف منسوب کیجاتی ہے۔ اسمین یہ دکھایا گیا کہ چارسو برس پیشتر ان واقعات کے حضرت دانیال نے بابل کی اسیری کے زمانہ مین پیشین گوئی کی تھی۔ لیکن جب تھوڑے ہی عرصہ مین یہودا مقابی کے جانشینون نے رعایا پر تشدد کرنا شروع کیا تو مخالف جماعت نے کتاب دانیال کے طرز پر دوسری کتابین جنکو اپوکریفل کہتے ہین لکھنا شروع کین اور چونکہ مقابی حضرت داؤد کی نسل سے نہ تھے اسلیے ایک ایسے مسیحا کے پھر منتظر ہوے جو نسل داؤد سے ہو اسی زمانہ مین رومی فتوحات کی بجلی شام پر گری اور ۶۳ء ق۔م پومپی نے بیت المقدس کو فتح کرلیا اور مقابی دور کا خاتمہ ہوگیا۔ یہود کو پھر غیر قوم کی غلامی کرنا پڑی اور اس ذلت و خواری کی حالت مین مسیح موعود کا بیچینی سے انتظار ہونے لگا۔ ایسے فتنہ وآشوب کے زمانہ مین حضرت عیسےٰ پیدا ہوے آپکے متعلق ہم آیندہ صفحات مین عیسائیون کے عقائد کے تحت مین ذکر کرینگے۔ لیکن یہان سلسلۂ کلام کے طور پر اسقدر لکھنا ضروری ہے کہ آپنے یہود کو اُس شور وشر سے جو دور مسیح کی پیشین گوئی کی آڑ مین بیت المقدس کی تباہی اور انقلاب حکومت کا باعث ہوتا تھا روکنا چاہا اور انبیای ماسبق کی طرح خدا پرستی اور تہذیب اخلاق کی تعلیم دیکر مذہب مین جو محض اسم و رواج کا نام رہگیا تھا نئی روح پھونک دی لیکن یہود اپنے جاہلانہ جوش مین اس نکتہ کو نہ سمجھے۔

اس قول کی تائید مین ہم اُس مشہور تقریر کا ترجمہ درج کرتے ہین جو حضرت عیسےٰ نے عدالت کے سامنے کی تھی۔

پھر پائلٹ دوبارہ عدالت کی کرسی پر بیٹھا اور یسوع کو سامنے بلا کر پوچھا کہ کیا تو ہی یہودیون کا بادشاہ ہی- یسوع نے جواب دیا کہ کیا تو یہ بات اپنی طرف سے کہتا ہی یا دوسرون نے میری نسبت ایسا کہا ہی- پائلٹ نے جواب دیا کیا مین یہودی ہون- خود تیری قوم اور سردار احبار تجھے میرے پاس پکڑ لائے ہین- اب بتا کہ تیری کیا خطا ہی یسوع نے کہا میری بادشاہت اس دنیا کی نہین ہی- اگر میری بادشاہت دنیاوی ہوتی تو میرے خادم جنگ کرتے تا کہ مجھے یہود پکڑ نہ سکتے- لیکن میری سلطنت اس جہان کی نہین ہی- تب پائلٹ نے کہا تو کیا تو حاکم ہی- یسوع نے جواب دیا تو کہتا ہی کہ مین حاکم ہون- ہان مین اسی واسطے پیدا ہوا تھا اور اسی غرض سے اس دنیا مین آیا کہ سچائی کا شاہد بنون- میرا کلام وہی سنتا ہے جو حق کا شیدا ہے- (انجیل یوحنا باب ۱۸ آیات ۳۳ تا ۳۷)

حضرت عیسٰی کے بعد یہود مسیح موعود کے بدستور منتظر رہے اور تزکیہ قلوب کے عوض فتنہ و فساد اور سعیات مین مبتلا رہے آخر ٹائٹس رومی نے ایک فیصلہ کن جنگ کے بعد ۷۰ئہ مین بیت المقدس کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ ڈالا اور تمام اشراف و اعیان یہود کو روما مین قید کر لیگیا- اس واقعۂ ہائلہ کے بعد بھی یہود کی آنکھین نہ کھلین- ساٹھ برس کے بعد ایک یہودی بار قشبہ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا جسکی تصدیق امام یہود عقبہ نے بھی کر دی پھر کیا تھا تمام یہودی جمع ہوے اور رومیون پر حملہ کر دیا لیکن ۱۳۵ئہ مین قیصر ہیڈرین نے سخت مقابلہ کے بعد انکو شکست دی مسیح[۱] مارا گیا اور یہود خانمان خراب ہو کر اقصای عالم مین آوارہ گرد ہو گئے- احاطۂ حرم اقدس مین ہل چلایا گیا- جہان خداوند یہواہ کی پرستش ہوتی تھی وہان رومیون کے دیوتا جوپیٹر کا شوالہ بنایا گیا اور یروشلم کی جگہہ ایلیا آباد ہوا- سچ ہے

حلم حق با تو مواسا ہا کند　　چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

صدق اللّٰہ العلی العظیم- وما ظلمناہم ولکن کانوا انفسہم یظلمون-

[۱] اسکے مارے جانے کے بعد یہود نے کہا کہ یہ مسیح موعود نہ تھا اب پھر انتظار ہونے لگا اور آج تک دعاؤن مین اسکے ظہور کی التجا کرتے ہین مگر سے

وعدے یہ مرے اُنکے قیامت کی ہی تکرار　　اور بات ہی اتنی کہ اُدھر کل ہے اِدھر آج

۶- عیسائیون کے عقائد

جن کتابون پر عیسائیون کا اعتقاد ہے وہ یہ ہین-

(۱) اناجیل اربعہ یعنی متی- مرقس- لوقا- اور یوحنا کی کتابین جنمین حضرت عیسے کے حالات اور اقوال درج ہین- حضرت عیسے اور آپکے حواریون کی زبان ارامی (یعنی سریانی) تھی لیکن یہ کتابین روایت بالمعنے کے طور پر سب سے پہلے یونانی زبان مین لکھی گئین- کہتے ہین کہ مرقس کی انجیل سب سے قدیم ہی جو ۶۵ سے ۷۰ کے درمیان تحریر ہوئی- اسکا مصنف کوئی حواری نہ تھا بلکہ ایک ولی تھا جس نے سُنی سنائی روایتین روم کے عیسائیون کے واسطے تحریر کردین- اسکے ابتدائی الفاظ یہ ہین- "آغاز انجیل یسوع مسیح ابن اللہ" دوسرے درجہ پر متی کی انجیل ہی جسکے متعلق یہ روایت ہے کہ اسکا ماخذ اصل مین ایک ملفوظ تھا جسکو حواری متی نے اپنی زبان مین لکھا تھا لیکن وہ نسخہ زمانہ مین معدوم ہوگیا تھا اسلیے مترجم نے بہت کچھ اپنی طرف سے اضافہ کیا ہی مثلاً اسی انجیل کے باب دہم آیت ۵ مین لکھا ہی کہ حضرت عیسے نے اپنے حواریون کو صرف اسرائیل کی گم گشتہ بھیڑ (یہود) کی طرف بھیجا تھا اور تاکید کردی تھی کہ غیر یہود سے نہ ملنا جُلنا اور نہ اُنکو تعلیم دینا لیکن پھر خاتمہ پر باب ۲۸- آیت ۱۹ مین لکھا ہی کہ مسیح دوبارہ زندہ ہوکر حواریون پر ظاہر ہوا اور فرمایا کہ جاؤ باپ بیٹا اور روح القدس کے نام پر ساری دنیا کو اصطباغ دو- لوقا بھی کوئی حواری نہ تھا بلکہ ایک طبیب تھا جو سینٹ پال کے ہمراہ رہا تھا اُسنے اپنی انجیل تھیوفلوس رومی کی تلقین کے واسطے لکھی اور متی اور مرقس کی اناجیل کو ماخذ قرار دیا- انجیل یوحنا حواری کا آغاز اتباعاً اس یہودی فلسفہ سے جو اسکندریہ مین اشراقین کی تعلیمات سے پیدا ہوا تھا اور جسکا پیشرو مشہور یہودی فلسفی فائلو (المتوفی ۵۰ء معاصر حضرت عیسیٰ تھا کیا گیا ہی- نمونہ کے طور پر ہم اس انجیل کے باب اول کے چند آیات کا ترجمہ درج کرتے ہین-

ازل مین کلمہ کا وجود تھا- کلمہ خدا کے ساتھ تھا- کلمہ عین خدا تھا-

موجودات کا اُسی سے ظہور ہوا اور بغیر اسکے کوئی شئے وجود مین نہ آئی-

کلمہ مجسم ہوکر ہمارے یہان مقیم ہوا (ہمنے اسکی شان دیکھی - اُسمین باپ کے اکلوتے بیٹے کی شان جلوہ گر ہوئی) اور رافت اور حق کے ساتھ رہا

یہودی تصوف کے رنگ مین حضرت عیسی کو کلمہ اور روح پہلے اسی انجیل مین کہا گیا گر رفتہ رفتہ "ایک تین اور تین ایک" کی خالص عیسوی الٰہیات کی بنیاد اسپر قائم ہوگئی -

(۲) اعمال حواریین - حضرت عیسے کے بعد آپکے حواریون نے جو کچھہ کام کیے انکی تفصیل - اسکے دیباچہ مین لکھا ہی کہ لوقا نے اپنی انجیل لکھنے کے بعد ان اعمال کو تھیوفلوس کی ہدایت کے واسطے لکھا -

(۳) مجموعہ خطوط حواریین و مکاشفات یوحنا - اسمین سب سے بڑا حصہ سینٹ پال کے خطوط کا ہی جو یونانیون اور رومیون کے نام لکھے گئے - پال کا خط بنام تسولونیان ساکن مقدونیہ اناجیل اربعہ کی تحریر سے بھی قدیم مانا جاتا ہی اور بقول ہارنک حضرت عیسیٰؑ کے ۲۰ برس بعد لکھا گیا - مکاشفات یوحنا مین خداوند کا جلوہ فرشتون کی عجیب و غریب شکلون کا نظارہ عجیب الخلقت جانور اور آثار قیامت ورود مسیح - چشمۂ حیات اور بہشت و دوزخ کے حالات نہایت آب و تاب سے بیان کیے گئے ہین -

ان کتابون کے علاوہ اور ۳۴ - اناجیل ۲۳ - اعمال حواریین اور ۹۰ - خطوط حواریین ہین جنکو بعض فرقے معتبر بعض نامعتبر کہتے ہین[۱] -

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا طبع جدید جلد ۳ مین "بائبل" پر ایک مبسوط اور عالمانہ مضمون لکھا گیا ہی جسکی ایک سرخی "جمع و ترتیب انجیل" سے ہم چند فقرات کا ترجمہ درج کرتے ہین جو قابل غور ہین -

"یسوع اور اسکے حواریون کی کتابین اصل مین تورات تھین اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یسوع اور اسکے حواری دونون انھین کتابون پر قانع تھے - غالبًا پورے دو سو برس بعد وفات مسیح ایسے تحریرات نظر آتے ہین جنکو کتب عیسوی کہہ سکتے ہین - عیسائیون کی پہلی نسل تحریر کتب کی طرف مائل نہ تھی - اسنا ہی نہین کہ کتاب لکھنے کے واسطے کوئی خاص وجہ نہ تھی بلکہ نہ لکھنے کیواسطے

[۱] ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا برٹینکا طبع جدید جلد ۳ و ۱۵ تحت لفظ "بائبل" و "جیزس کرائسٹ" ۱۲

البتہ صریح علت موجود تھی یہ علت انکے اُس رجحان طبیعت مین مضمر تھی جسکو مسیح کی "حیات بعد الممات" سے تعبیر کرتے ہین عیسائیون کی پہلی نسل مسیح کے آسمان سے دوبارہ تشریف لانیکے روزانہ منتظر رہتی تھی - اصل یہ ہے کہ عیسائی نہ صرف "مسیحا" کے دوبارہ ورود کے منتظر تھے بلکہ رجعت یسوع کا انتظار کرتے تھے - یہود کا عقیدہ تھا کہ مسیحا مین صفات فوق البشر پائے جائینگے اسلیے یسوع کی پہلی تشریف آوری (جس سے نامرادی اور بیکسی ظاہر ہوئی) پر ورود "مسیحا" کا دعوی صادق نہوا اسلیے عیسائیون کی پہلی نسل جوش و خروش کے ساتھ یسوع کی بہت جلد ایسی آمد کے منتظر تھے جو جاہ و جلال اور عظمت و شان کے ساتھ ہو - قلوب کی یہ حالت ہو تو مستقل تصنیفات کی ضرورت ہی کیا تھی انکو تو یقین تھا کہ عنقریب خداوند سے بالمشافہ گفتگو ہوگی" -

(صفحہ ۸۷۲)

عیسائی علما کے اس "حق برزبان جاری" اقرار کے بعد اب ضرورت نہین کہ ہم اناجیل ربعہ یا دوسری کتابون پر کچھ تنقید کرین -

عقائد یہود کے ضمن مین ہم لکھ چکے ہین کہ کیونکر حضرت عیسیٰ کو یہودیون نے جعلی مسیح تصور کیا لیکن انکے مقابلہ مین عیسائیون نے آپ کو نہ صرف مسیح موعود بلکہ ابن اللہ اور ثالث ثلثہ یقین کیا جو کفارہ کے طور پر مصلوب ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر باپ کے پاس چلا گیا اور پھر جاہ و جلال کے ساتھ نازل ہوگا - اس اجمال کی تفصیل کیواسطے پہلے حضرت عیسیٰ کے واقعات زندگی پر غور کرنا چاہیے ذیل مین ہم فرانس کے مشہور محقق ریناں کی معرکۃ الآرا کتاب سیرت یسوع کا اقتباس درج کرتے ہین فاضل موصوف حضرت عیسے کے حیات کے دو جداگانہ دور قرار دیتا ہے - دور اول وہ ہے جب آپنے گیلیلی (شہر جلیل) کے گرد نواح مین مؤثر تمثیلون کے ذریعہ سے زہد - قناعت - مذمت دنیا اور تواضع پر وعظ کہنا شروع کیا اور درویشانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی - اس تعلیم سے اور نیز آپکے اس حیاتہ طرز عمل سے جو آپنے مغرور جبہ و دستار والے فریسیون (فقہاء یہود) کے برعکس غربا مساکین اور دل شکستہ گنہگارون پر رحم و کرم فرمانے سے اختیار کیا تھا آپ ہر دل عزیز ہوگئے لیکن اسکے ساتھ کسی نے آپ کو

یہ کہنا شروع کیا کہ آپ ہی الیاس یا یرمیاہ (جو ابتک زندہ مگر نظرون سے غائب مانے جاتے تھے) ہین اور جنکے ظہور سے دور مسیحا شروع ہوگا کسی نے یہ خیال کیا کہ آپ ہی مسیح موعود ہین لیکن آپ نے انکو ایسا کہنے سے منع کیا اتنا ہی نہین بلکہ ایک دن آپکے ایک حواری نے عرض کیا کہ اے نیک استاد مین کونسا نیک کام کرون کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤن۔ آپ نے فرمایا کہ "تو کیون مجھے نیک کہتا ہی نیک تو کوئی نہین مگر ایک یعنی خدا۔ لیکن اگر تو ایسی زندگی چاہتا ہی تو احکام کی تعمیل کر"۔

دوسرا دورہ ہی جب آپ مع ۱۲ حواریون کے بیت المقدس کی زیارت کو تشریف لیگئے خلائق کے مجمع مین یکایک ایک اندھا بول اٹھا کہ یہی داؤد کا بیٹا (مسیح موعود) ہی لوگون نے اسکی تائید مین زور شور سے "ہمارا بادشاہ مبارک" (ہوشعنا ابن داؤد) کے نعرے لگائے غرض کہ آپ اس شان سے ہیکل مین تشریف لیگئے۔ دیکھا کہ عبادت کے عوض لوگ احاطۂ حرم مین خرید فروخت کررہے ہین اور ایک بازار لگا ہوا ہی۔ آپ سخت ناراض ہوے اور نہی عن المنکر کے طور پر صرافون کے تختے اور کبوترون کی دکانین الٹ دین۔ یہ دیکھکر فقہا اور علماء یہود حسد کی آگ سے جلنے لگے۔ جب آپنے ہیکل مین بے خوف و خطر فریسیون (فقہاء) اور احبار کی ریاکاری حب دنیا اور جاہ طلبی کی قلعی کھولکر صدق نیت اور خلوص باطن کی طرف توجہ دلائی تو پیشوایان دین اپنی عظمت اور وقار کے جاتے رہنے کے خوف سے آپ کے دشمن ہوگئے اور قتل کے درپے ہوگئے۔ حضرت عیسٰیؑ سمجھ گئے کہ قاتلین انبیا اب آپ کو زندہ نہ چھوڑینگے۔ آپ نے ان پر نفرین کرکے بیت المقدس کے تباہ و برباد ہونے کی پیشین گوئی کی اور اپنے مریدون کو اپنی موت کی خبر دیکر یہ وصیت کی کہ خبردار فریب مین مت آنا بہت سے مسیح ہونے کا دعوے کرینگے اور بہتون کو فریب دینگے۔ جب تم جنگ و جدال کے ہولناک واقعات سننا تو پریشان مت ہونا۔ یہ ہونا ہی۔ آخر زمانہ مین فتنہ و فساد اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا اور جب یہ سب مصائب گذر چکین گے تو سورج تاریک ہوجائیگا چاند مین روشنی اخذ کرنے کی قوت نہ رہیگی۔ ستارے آسمان سے گرجائینگے۔ آسمان مین تزلزل پیدا ہوگا۔ مریدون نے پوچھا کہ یہ وقت کب آئیگا۔ آپنے جواب دیا کہ نہ انسان نہ آسمان کے فرشتے اور نہ "ابن آدم" کوئی بھی اسوقت کو نہین جانتا ہی ہان اگر اسکا علم ہی تو خدا کو اسلیے ہوشیار رہو اور عبادت کرو کیونکہ ممکن

اس ساعت کی خبر نہین -

حواریین آپکے یہ الفاظ سنکر افسردہ ہو گئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ اسرائیل کی بادشاہت قائم کرکے جاہ و جلال سے حکومت کرینگے - انھین ایام مین ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو آپ کی گرفتاری کا پیش خیمہ ثابت ہوا - آپ کے حواری چونکہ تارک الدنیا ہوکر آپکے ساتھ رہتے تھے اسلیے جو کچھ نذر نیاز کے طور پر ملتا تھا وہ سب آپ کے ایک حواری یہوداہ اسخریوطی کے پاس جمع ہوتا تھا وہ ان سب کے خورد و نوش کا سامان کرتا تھا اور سبکا خزانچی تھا - ایک دن حضرت عیسیٰؑ پریشانی کے عالم مین اپنے ایک دوست شمعون ابرص کے گھر تشریف لیگئے - ایک خوش عقیدہ عورت ایک قیمتی صندوقچہ مین خوشبودار تیل لائی اور آپ کے سر مبارک پر مل کر صندوقچہ کو اس زمانہ کے رسم کے موافق تصدق کرکے توڑ ڈالا - یہ دیکھکر حواری اس عورت پر بہت خفا ہوے اور کہنے لگے کہ یہ کیا فضول خرچی تھی اگر یہ سب ہمکو دیتی تو ہم تین سو درہم کو فروخت کرکے اپنے مصرف مین لاتے - حضرت عیسیٰؑ کو حواریون کی یہ گدایانہ روش ناگوار گذری آپنے پر درد لہجہ مین فرمایا "اس عورت پر ناحق خفا ہوتے ہو اسنے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا - محتاج تو ہمیشہ تمھارے ساتھ رہینگے لیکن میرا اب آخری وقت ہے اس خوشبو سے میرا کفن معطر ہوگا اور جب لوگ انجیل کو پڑھینگے تو اس نیک عورت کو بھی یاد کرینگے"[۲]

یہ سنکر حواری چپ ہو گئے لیکن یہوداہ دل مین پیچ و تاب کھا کر رہگیا اور آخر یہودیون سے سازش کرکے روپیہ کے لالچ مین مخبری کر دی - یہود چند سپاہی لیکر رات کے وقت دوڑ پڑے - حواری دشمن کی صورت دیکھکر آپ کو تنہا چھوڑکر بھاگ کھڑے ہوے اور اسطرح وہ معصوم نبی اللہ گرفتار ہو گیا - یہودی شریعت مین ارتداد یا الحاد کی سزا سنگسار کرنا تھا مگر اس زمانہ مین رومیون کی سلطنت تھی اور وہ یہودی شریعت سے مرتد ہونے کے جرم مین کسی کو سنگسار نہین کرتے تھے اسلیے یہود نے حضرت عیسیٰؑ پر بادشاہ وقت سے باغی ہونے کی تہمت لگائی اور پائلٹ سے جو وہان کا گورنر تھا یہ کہا کہ یہ شخص خود کو یہود کا بادشاہ کہتا ہے اور لوگون کو ورغلاتا ہے - جرم بغاوت کی سزا صلیب پر چڑھا کر

---

[۱] متی باب ۱۶ آیت ۲۲ مین لکھا ہے کہ پطرس یہ سنکر کہنے لگا کہ خداوند آپکا انجام ایسا نہوگا - مسیح نے خفا ہوکر کہا "دور ہو اے شیطان مجھ سے [illegible]

[۲] مرقس باب ۱۴ آیات ۳ لغایت ۹ -

مار ڈالنا تھی۔ اسلیئے یہود نے پائلٹ سے درخواست کی کہ وہ صلیب پر چڑھا دیا جائے۔ انجیل یوحنا باب ۱۹ مین لکھا ہی کہ پائلٹ کو جرم کا پورے طور سے یقین نہوا اُسنے آپ کی مظلومی پر ترس کھا کر یہود سے کہا کہ عید فسح کی خوشی مین حاکم ایک قیدی آزاد کرتا ہی اسلیئے حضرت عیسےٰ کو وہ چھوڑے دیتا ہی لیکن یہود نے غل مچایا کہ نہین نہین بلکہ ایک دوسرے قیدی کو جسکا نام براباس ہی چھوڑ دے۔ پائلٹ نے حکم دیا کہ اچھا حضرت عیسےٰ کو سولی دیجائے۔

حضرت عیسےٰ کے مصلوب ہونے کا واقعہ

واقعۂ صلیب کے متعلق مختلف رائین ہین۔ یہود اپنی شیخی سے یہ دعوے کرتے تھے کہ ہمنے حضرت عیسیٰ کو شریعت کے بموجب سنگسار کرکے صلیب پر لٹکا دیا۔ عیسائی سنگسار کرنا نہین تسلیم کرتے لیکن صلیب پر چڑھا کر مار ڈالنا تسلیم کرتے ہین اور دعوے کرتے ہین کہ بعد مصلوب ہونیکے حضرت عیسےٰ قبر مین دفن ہوے مگر مُردون مین سے جی اُٹھے اور حواریون سے ملے اور پھر آسمان پر چلے گئے اور اپنے باپ یعنی خدا کے دائین ہاتھ پر جا بیٹھے۔

اس واقعہ پر بحث کرنے سے پہلے صلیب دیے جانے کا طریقہ سمجھ لینا چاہیے۔
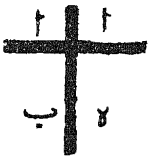
صلیب اس شکل کی ہوتی ہی۔ اسپر چڑھانے کا یہ طریق تھا کہ انسان کے دونون ہاتھ اُن لکڑیون پر جہان نشان آ بنا ہی پھیلاتے تھے اور اُسکی ہتھیلیون کو اُن لکڑیون سے ملا کر آہنی کیلون سے ٹھوک دیتے تھے۔ جہان نشان ب بنا ہی وہان ایک مضبوط لکڑی لگی ہوتی تھی جو دونون ٹانگون کے بیچ مین رہتی تھی اور انسان اسپر ٹک جاتا تھا اس سے غرض یہ تھی کہ انسان بدن کے بوجھ سے نیچے نہ کھسکنے پاوے پھر دونون پانون کو یا تو اوپر تلے رکھکر ایک لوہے کی مینخ سے ٹھوک دیتے تھے یا رسّی سے خوب جکڑ کر باندھ دیتے تھے صلیب پر چڑھا دینے سے انسان جلد نہین مرتا تھا کیونکہ اسکی ہتھیلیان اور کبھی پاؤن بھی زخمی ہوتے تھے۔ اُسکے مرنے کا سبب یہ ہوتا تھا کہ چار چار پانچ پانچ دن تک اُسکو صلیب پر لٹکائے رہتے تھے اور ہاتھ پانون کے سوراخ اور بھوک اور پیاس اور دھوپ وغیرہ کا صدمہ اُٹھاتے اُٹھاتے کئی دن مین مرتا تھا۔ اب اس بات پر

غور کرنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ کو کسطرح صلیب پر چڑھایا تھا جسدن آپ صلیب پر چڑھائے گئے وہ جمعہ کا دن تھا اور یہودیوں کے عید فصح کا تہوار تھا دوپہر کے وقت آپ صلیب پر چڑھائے گئے مگر دن ختم ہوتے ہی یہود کا "سبت" (ہفتہ کا دن) شروع ہونیوالا تھا اور یہودی مذہب کے رو سے ضرور تھا کہ مقتول یا مصلوب کی لاش قبل ختم ہونے دن کے یعنی قبل شروع ہونے سبت کے (یہودیوں کے یہاں آفتاب غروب ہونیکے بعد سے دوسرے دن کا شمار کرتے تھے) دفن کردیجائے مگر صلیب پر انسان اسقدر جلد نہیں مر سکتا تھا اسلیے ایسے اوقات میں ٹانگیں توڑ کر مار ڈالتے تھے چنانچہ ڈوڈا کو جنکو حضرت عیسےٰ کے ساتھ صلیب پر لٹکایا تھا انکو اسی طور سے مار ڈالا لیکن حضرت عیسےٰ کے متعلق ایک عجیب واقعہ پیش آیا آپ اگرچہ تین چار گھنٹے صلیب پر لٹکے رہے لیکن زہد و ریاضت کے باعث لاغر ہونے اور سخت کرب اور اذیت کے باعث ایک دکھراش نعرے کے ساتھ بیہوش ہو گئے تھے اور جسم میں حس و حرکت بالکل محسوس نہیں ہوتی تھی اسلیے خیال ہوا کہ آپ کا دم نکل گیا اسلیے ٹانگیں توڑنے کی ضرورت نہوئی کہا جاتا ہے کہ برچھی سے آپ کی پسلی زخمی کردی گئی تھی لیکن یہ امر مشتبہ ہے کیونکہ اناجیل میں لکھا ہے کہ جب آپ نے دوبارہ زندہ ہو کر حواریوں کو ہتھیلیوں کے زخم دکھلائے تو پسلی کے زخم کا نشان نہیں دکھایا علاوہ اسکے صلیب پر لٹکنے کی حالت میں جب آپ پیاس کی شدت سے بیتاب ہوے تو ایک رومی سپاہی نے آپ کی مظلومی سے متاثر ہو کر اپنے نیزہ پر ایک اسفنج پانی سے بھر کر آپ کے موہنہ سے لگا دیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے حاکم پائلٹ کی طرح رومی سپاہی بھی آپ کی موت سے کادہ تھے اسلیے قیاس کہتا ہے کہ جسوقت انھوں نے آپکو بیحس و حرکت پاکر مردہ تصور کیا ہوگا تو برچھی سے زخمی نہ کیا ہوگا اور اگر کیا بھی ہوگا تو ہلکا سا چرکا دیا ہوگا۔ بہرحال شام کے وقت یروشلم کا ایک صاحب اثر شخص یوسف جو آپ کا معتقد تھا حاکم کے پاس لاش کے دفن کرنے کی اجازت لینے آیا پائلٹ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ اسقدر جلد کیونکر مر گئے۔ اسقدر جلد مرجانے کی خبر سے کچھ حاکم ہی کو تعجب نہیں ہوا بلکہ عیسائی بھی اسکو ناممکن سمجھتے تھے اسلیے تیسری صدی عیسوی میں علماء نے اسقدر جلد صلیب پر مرجانا آپ کا مختص معجزہ قرار دیا۔ غرض کہ یوسف نے اجازت حاصل کرکے آپکے جسد مبارک کو ایک لحد میں رکھکر اوپر سے

ایک بھاری پتھر ڈھانک دیا لیکن رات کے وقت آپ اس لحد مین نہ تھے۔ اسکی تحقیق مشکل ہے کہ آپ کو کسنے نکال لیا۔ صبح کے وقت یہود نے اس خیال سے کہ آپ کی لاش کوئی لے نہ جائے حاکم کی اجازت سے وہان پہرہ متعین کردیا مگر اب کیا فائدہ تھا جو کچھ ہونا تھا وہ اس سے پہلے ہو چکا تھا۔

جب اس تمام واقعہ پر مورخانہ طور پر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ آنپر ایسی حالت طاری ہوگئی تھی کہ لوگون نے انکو مردہ سمجھا تھا۔ اس امر کی نظیرین کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اُترے ہین تاریخ مین موجود ہین۔ ڈاکٹر کلارک نے متی کی انجیل کی تفسیر مین لکھا ہے کہ ایسی کئی مثالین ہین کہ شخص مصلوب کئی دن تک زندہ رہا ہے۔ ہیروڈوٹس مورخ لکھتا ہے کہ سنڈوکیس بحکم دارا صلیب پر چڑھایا گیا مگر پھر اُسکے حکم سے اُتار اگیا اور زندہ رہا۔ یوسی فس مورخ اپنی سوانح عمری مین لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ قیصر ٹائٹس کے حکم سے بہت سے قیدی صلیب پر چڑھائے گئے اُنمین سے تین آدمی اسکے ملاقاتی تھے اُسنے بادشاہ سے انکی سفارش کی اور وہ صلیب پر سے اُتارے گئے اور انکا معالجہ کیا گیا مگر انین سے دو مر گئے لیکن ایک اچھا ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ پانچ چار گھنٹے کے بعد صلیب پر سے اتار لیے گئے تھے اور جو واقعات مذکورہ بالا پیش آئے اُن سے یقین ہوتا ہے کہ وہ زندہ تھے۔ رات کو وہ لحد سے نکال لیے گئے اور مخفی طور پر اپنے معتقدون کی حفاظت مین رہے۔ حواریون نے انکو دیکھا ہوگا اور ملاقات کی ہوگی اور پھر کسی وقت (اعمال حوارین باب مین لکھا ہے کہ چالیس دن تک آپ دوبارہ زندہ ہوکر حوارین مین رہے) اپنی موت سے انتقال فرما گئے۔ بلا شبہہ آپ کو یہودیون کی عداوت کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام پر دفن کردیا ہوگا جو اب تک نامعلوم ہے اور یہ مشہور کیا ہوگا کہ یہودیون نے جسکو مصلوب کیا تھا وہ دوبارہ زندہ ہوکر بادلون مین لپٹا ہوا آسمان پر چڑھ گیا۔ حضرت موسیٰ کی وفات کے وقت بھی نہایت شبہہ تھا کہ بنی اسرائیل جو پہاڑون اور جنگلون مین پھرتے پھرتے اور دشمنون سے لڑتے لڑتے حضرت موسیٰ سے سخت ناراض تھے آپ کی لاش کے ساتھ کیا سلوک کرینگے اسلیے ایک غار مین مخفی طور پر دفن کیا اور آجتک کسی کو اسکا پتہ معلوم نہین (توریت کتاب پنجم باب ۳۴)

حضرت علی مرتضیٰ کا جنازہ بھی خوارج کے خوف سے اسیطرح مخفی طور پر دفن کیا گیا حالانکہ خوارج کا خوف بہ نسبت یہودیون کے بہت کم تھا۔ پھر بعضون نے حضرت علی مرتضےٰ کی نسبت بھی یہی مشہور کردیا کہ آپ آسمان پر تشریف لیگئے اور بعضون نے الوہیت کے درجہ پر پہونچا دیا۔[1]

واقعہ صلیب کے متعلق کلام مجید کی شہادت

اب ہمکو غور کرنا چاہیے کہ اس واقعہ کے متعلق کلام مجید مین کیا لکھا ہے۔ ذیل مین ہم چند آیات درج کرتے ہین۔

پہلی آیت

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا..... (سورۂ آل عمران)	جب خدا نے کہا اے عیسےٰ بیشک مین تجھکو موت دینے والا ہون اور اپنے پاس اُٹھا لینے والا ہون اور تجھکو پاک کرنیوالا ہون اُن لوگون سے جو کافر ہوئے......

دوسری آیت

مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ (سورۂ مائدہ)	مین نے اُنسے نہین کہا بجز اسکے جسکا تونے مجھکو حکم دیا تھا کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا پروردگار ہے اور جب تک مین انمین رہا انپر گواہ تھا پھر جب تونے مجھکو وفات دی تو تو انپر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

تیسری آیت

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ (سورۂ مریم)	اور مجھکو حکم دیا ہے نماز کا اور زکوٰۃ کا جب تک کہ مین زندہ رہون اور اپنی مان کے ساتھ نیکی کرنے کا اور مجھکو جبار اور شقی نہین بنایا ہے اور مجھپر سلامتی ہے جسدن کہ مین پیدا ہوا اور جسدن کہ مرونگا اور جسدن کہ پھر زندہ ہوکر اُٹھونگا (بروز حشر)

[1] یہ قول غلاۃ کا ہے جنکا پیشرو عبد اللہ بن سبا ہے وہ کہتا تھا کہ حضرت علی مرتضےٰ آسمان پر زندہ تشریف لیگئے اور اب دوبارہ نازل ہوکر زمین کو عدل سے بھر دینگے۔ گویا عیسائیون کی رجعت مسیح کی طرح وہ حضرت علی کی رجعت کا قائل تھا۔ اسی طرح کیسانیہ محمد بن حنفیہ کی رجعت کے قائل ہوے اور انکو مہدی موعود کا لقب دیا۔ (ملل ونحل شہرستانی صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۷)

چوتھی آیت

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا	(یہودی) کہتے تھے کہ ہمنے مسیح عیسی ابن مریم رسول خدا کو قتل کر ڈالا حالانکہ نہ انھون نے انکو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا لیکن انپر (صلیب پر مار ڈالنے کی) شبہہ کر دیگئی اور جو لوگ کہ سمین اختلاف کرتے ہین البتہ اس بات مین شک مین پڑے ہین انکو اسکا یقین نہین ہی بجز گمان کی پیروی

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ (سورۂ نسار) کے انھون نے اسکو یقینا قتل نہین کیا بلکہ خدا نے اپنے پاس اسکو اٹھا لیا۔

پہلی آیت مین صاف لفظ **متوفیک** واقع ہی جسکے معنی عموماً ایسے مقام پر موت کے لیے جاتے ہین خود قرآن مجید سے اسکی تفسیر پائی جاتی ہی جہان خدا نے فرمایا اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا۔ ابن عباسؓ اور محمد بن اسحٰق نے بھی جیسا کہ تفسیر کبیر مین لکھا ہی اس آیت مین متوفیک کے معنی ممیتک کے لیے ہین یہی حال لفظ **توفیتنی** کا ہی جو دوسری آیت مین ہی اور جسکے صاف معنی یہ ہین کہ جب تو نے مجھکو موت دی یعنی جب مین مر گیا اور انمین نہین رہا تو تو انکا نگہبان تھا۔ اس آیت مین ایک اور لفظ بھی قابل غور ہے یعنی **مادمت فیہم** اسکے صاف معنی یہ ہین کہ جب تک مین زندہ تھا اسکی تشریح خود تیسری آیت مین موجود ہی جہان فرمایا ہی **مادمت حیّا** پس صاف ظاہر ہی کہ جو معنی حیّا کے ہین وہی مطلب فیہم سے نکلتا ہی۔ اسکے بعد ہی **فلمّا توفیتنی** تو اس سے اور بھی صاف طور سے ظاہر ہو گیا کہ اس انتہا سے حیّا ہی مراد تھی اور مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جب تک مین اُن مین تھا یعنی زندہ تھا تو مین انپر شاہد تھا لیکن جب تو نے مجھے موت دی تو تو ہی انکا نگہبان رہا پس ان آیتون سے اس دنیا ہی مین حضرت عیسی کا زندہ رہنا اور پھر اس دنیا ہی مین اپنی موت سے مر جانا بخوبی ظاہر ہوتا ہی۔

عام طور سے جو کچھ غلط فہمی پھیلی ہی وہ لفظ **رفع** سے جو پہلی اور چوتھی آیت مین واقع ہی حالانکہ اس لفظ سے علی الرغم یہود جو مصلوب کو ملعون کہا کرتے تھے صرف حضرت عیسی کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہی نہ یہ کہ مجسّم آسمان پر زندہ اٹھا لینا۔ تفسیر کبیر مین بعض علما کا قول لکھا ہی کہ لفظ الرفع کا تعظیما اور

تفخیماً بولا گیا ہے۔ قولہ رافعک الی ان المراد الی محل کرامتی و جعل ذلک رفعاً الیہ للتفخیم والتعظیم"

اب باقی رہی چوتھی آیت مگر جب تحقیق ہوگیا کہ یہودی یہ دعوی کرتے تھے کہ ہمنے حضرت عیسیٰ کو سنگسار کرکے قتل کیا تھا اور عیسائی یہ یقین کرتے تھے کہ یہود نے صلیب پر حضرت عیسیٰ کو مارڈالا حالانکہ یہ دونون باتین غلط تھین۔ وہ سنگسار تو ہرگز نہین ہوے صلیب پر البتہ لٹکائے گئے مگر اُسپر مرے نہین اُن دونون عقیدون کے رد کرنے کو خدا نے فرمایا کہ ما قتلوہ وما صلبوہ پہلے ما نافیہ سے نفس قتل کا سلب ہوتا ہے اور دوسرے سے کمال صلیب کا کیونکہ صلیب پر چڑھانے کی تکمیل اُسیوقت تھی جب صلیب کے سبب سے موت واقع ہوتی حالانکہ صلیب پر موت واقع نہین ہوئی۔ ولکن شُبّہ لھم سے اور زیادہ تشریح اس مطلب کی ہوتی ہے تشبیہ مین چار چیزین ہوتی ہین مشبہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ اور مشبہ لہ اس آیت مین صرف دو چیزین بیان ہوئین ایک مشبہ جو حضرت عیسیٰ تھے دوسرے مشبہ لہم جو یہودی تھے اور درپے قتل مسیح تھے۔ مشبہ بہ قرآن مین مذکور نہین۔ علمای اسلام نے جب بعض عیسائی فرقون کا یہ قول پایا کہ شمعون یا یہودا صلیب پر چڑھایا گیا تھا تو اُنھون نے یہودا یا شمعون کو مشبہ اور حضرت عیسیٰ کو مشبہ بہ اور یہودا یا شمعون کی تبدیل صورت کو وجہ تشبیہ قرار دیدیا حالانکہ یہان صرف مشبہ بہ محذوف ہے اور وہ موتی ہے اور وجہ تشبیہ وہ حالت ہے جو حضرت عیسیٰ پر [illegible] طاری ہوئی تھی جسکے سبب وہ مردہ تصور ہوے تھے پس تقدیر آیت کی یہ ہے وما صلبوہ ولکن شُبّہ لھم بالموتی اسکی زیادہ تصریح اسی آیت کے اگلے لفظون سے ہوتی ہے جہان خدا نے فرمایا وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن (جو لوگ اسمین اختلاف کرتے ہین وہ شک مین ہین اُنکو کچھ علم نہین ہے بجز گمان کی پیروی کے) اور پھر اسکے بعد تاکیداً اور یقیناً فرمایا کہ اُنھون نے عیسیٰ کو قتل نہین کیا وما قتلوہ یقیناً مگر صلیب کا اس مقام پر کچھ ذکر نہین کیا بلکہ قتل کی نفی کی اور اس سے بخوبی ثابت ہے کہ اوپر کے الفاظ مین جو صلیب کی نفی کی تھی اُس سے نفی قتل بالصلیب مراد تھی نہ مطلق صلیب کی۔[1]

---

[1] اس استدلال کا ماخذ تفسیر القرآن جلد دوم صفحات ۴۶ لغایت ۵۰ مؤلفہ سید احمد خان ہے۔ مرحوم سرسید کو لوگ مفسر قرآن مانین یا نہ مانین ہمارا تو اسپر عمل ہے کہ ہم یہ نہین دیکھتے کہ کس نے کہا بلکہ یہ دیکھتے ہین کیا کہا ؎

مبین کہ گفت پسندیدہ گفت گر بشنو　　کہ گفت سرورما انظروا الی ما قال

ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اصل واقعہ کیا تھا جسپر یہود کی شیخی اور عیسائیون کی وہم پرستی نے پردہ ڈال دیا تھا۔ جبکہ ایک فریق اس معصوم پیغمبر کو معاذ اللہ "مصلوب ملعون" کہتا تھا اور دوسرا فریق توبہ توبہ "مرکر جی اُٹھنے والا خدا کا بیٹا" سمجھتا تھا نبی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمکو سچی بات بتادی۔ کیون نہین حضرت عیسےٰ خود پیشین گوئی کرگئے تھے کہ جب روح حق کا ظہور ہوگا تو وہ تمکو تمام تر سچائی کی طرف ہدایت کریگا کیونکہ وہ اپنے طرف سے کچھ نہ کہیگا بلکہ جو کچھ اُسپر القا ہوگا وہی کہیگا۔ وہ تمکو آنیوالی باتون کا نشان بتائیگا اور میری عظمت کریگا (یوحنا باب ۱۶۔ آیات ۱۳ و ۱۴)

وہ روح حق کون ہی؟ وہی جس نے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کا ڈنکہ بجادیا۔ وہی جسکی شان یہ ہی۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى۔ وہی جس نے حضرت عیسےٰ اور تمام رسول اور نبیون کی سچی عظمت کرنے کی ہمکو تعلیم دی۔

انتباہ۔ عام طور سے مسلمانون مین بھی واقعہ صلیب کے متعلق غلط فہمی پھیل گئی ہی جسکی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب کے اقوال احادیث نبوی کے نام سے مشہور ہوگئے ہین لیکن جبکہ کلام مجید کی کھلی ہوئی شہادت موجود ہے تو اسکے مقابلہ مین وہ حجت نہین ہوسکتے۔ علامۂ ابن الجوزی جو فن روایت کے مجتہد اور درایت کے امام تھے فرماتے ہین

کل حدیث رأیتہ یخالف العقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع فلا تتکلف اعتبارہ ای لا تعتبر رواتہ ولا تنظر فی جرحھم او یکون مما یدفعہ الحس والمشاھدۃ او مباینا لنص الکتاب (فتح المغیث صفحہ ۱۱۱)	جس حدیث کو دیکھو کہ عقل کے مخالف ہی یا اصول کے مخالف ہی اسکو جان لو کہ موضوع ہی بغیر اس تکلیف کی ضرورت نہین کہ اسکے راویون کی جانچ ہو اور انکے بیان کی تنقید کیجائے یا وہ حدیث جو مشاہدات کے مخالف ہو یا نص قرآن کے (مخالف ہو موضوع سمجھی جائیگی)

خطیب بغدادی فرماتے ہین

ان من جملۃ دلائل الوضع ان یکون مخالفا للعقل بحیث لا یقبل التاویل ویلحق بہ ما یدفعہ الحس	حدیث کے موضوع ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہی کہ وہ حدیث اسقدر عقل کے مخالف ہو کہ اسکی تاویل بھی نہ ہوسکتی ہو اسی مین یہ بھی شامل ہی

لہ اسکے متعلق ہم اس کتاب کے حصہ دوم مین بحث کرینگے ۱۲

والمشاهدة او یکون منافیا لدلالۃ الکتاب القطعیۃ او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعی - (تدریب الراوی صفحہ ۹۹)	کہ محسوسات اور مشاہدات اس حدیث کے مخالف ہوں یا وہ قرآن کے قطعی مفہوم کے یا حدیث متواتر کے یا اجماع قطعی کے مخالف ہو -

واقعۂ صلیب کی صلیت ظاہر کرنیکے بعد اب ہم پھر عیسائیوں کے عقائد کی طرف رجوع کرتے ہین -

سینٹ پال کے تعلیمات

پال جسکا اصلی نام سال تھا شہر طرطوس کا جس پر اس زمانہ مین رومیون کا قبضہ تھا باشندہ تھا - ابتدائے جوش یہودیت مین دین عیسوی کا سخت دشمن تھا اور حواریون کو آزار دیتا تھا یہانتک کہ اسٹیفن حواری کے شہید کرنے مین خود بھی شریک تھا لیکن ایک دن یہ مشہور کرکے کہ مین نے آسمان سے مسیح مصلوب کو نازل ہوتے دیکھا اور انکے ہاتھ پر توبہ کرلی ہو زمرۂ حواریین مین شامل ہونے کا دعوی کیا[1] - حواریون نے پہلے انکار کیا لیکن برنباس کی سفارش سے جماعت مین داخل کرلیا - پال کے متعلق اعمال حواریین باب ۹ آیات ۲۰ و ۲۹ مین لکھا ہی کہ اسنے سب سے پہلے مسیح کے ابن اللہ ہونے کا دعوے بے خوف و خطر پیش کیا - آخر مین پال حواریون سے خفا ہوکر الگ ہوگیا[2] - اب اسنے اپنے طور پر حضرت عیسے کے حالات بت پرست رومیون اور یونانیون کے توہمات کے قالب مین ڈھالکر پیش کیے اور اقوام غیر یہود (جنٹائلز) کا رسول مشہور ہوا - اس دعوے کے ثبوت مین ہم دو مثالین پیش کرتے ہین -

اول ضمیر متکلم کی جگہہ اکثر حضرت عیسے نے خود کو "ابن آدم" کہا ہی جسطرح انبیای بنی اسرائیل کہا کرتے ہین - حضرت حزقیل فرماتے ہین "خدا نے مجھ سے کہا کہ اے ابن آدم" گمراہ بنی اسرائیل کی طرف جا اور انکو ہدایت کر (کتاب حزقیل باب ۲ آیت ۳) تورات کے ایک دوسرے مقام پر خدا نے بنی اسرائیل کو اپنا بیٹا کہا ہی - دیکھو کتاب ہوسیا باب ۱۱ آیت ۱ "خدا کہتا ہی کہ جب اسرائیل بچہ تھا تو مین اسکو پیار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا بیٹا مصر سے آیا ہی" -

سینٹ پال نے ان الفاظ سے فائدہ اٹھاکر یونانیون اور رومیون کو جو دیوتاؤن کے توالد اور تناسل کے پیشتر ہی سے قائل تھے یہ تعلیم دی کہ حضرت عیسیٰ واقعی ابن اللہ تھے تاکہ آپکی عظمت انکے

---

[1] اعمال حواریین باب ۹ - آیات ۴ و ۶ - [2] نامہ گلاتیون باب ۲ -

دلون مین راسخ ہو جائے۔ اسی نکتہ کی طرف کلام مجید مین حق تعالی اشارہ فرماتا ہے۔

وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ انکا کہنا اپنے مونھ سے

بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ہے۔ انکی باتین اگلے کافرون کی ایسی ہو گئی ہین۔ اللہ

قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ۔ (سورۃ التوبہ) انکو ہلاک کرے یہ کہان بہکے جاتے ہین۔

دوم۔ بت پرستون کے عقیدہ مین دیوتا مر بھی جاتے ہین لیکن پھر کسی نہ کسی طرح زندہ بھی ہو جاتے ہین مصریون کے دیوتا اسارس کے جسم کے ۱۴ ٹکڑے کئے گئے مگر اپنے بیٹے ہورس کی مدد سے پھر زندہ ہو گیا۔ بابل والون کی دیوی انیستر دوزخ مین مردون سے بدتر ہو گئی مگر پھر صحیح وسالم واپس آ گئی غرض کہ اس قسم کے بہت سے افسانے بت پرستون مین مشہور تھے۔ پال نے مسیح کا مصلوب ہو کر تیسرے دن مُردون مین سے زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ جانا اور باپ کے داہنے ہاتھ پر بیٹھنا اسی قبیل سے سمجھا[1] یا اور بت پرستون نے بے چون وچرا تسلیم کر لیا۔

الغرض حضرت عیسے کو الوہیت کے درجہ پر پہونچانے کے واسطے جو بنیادی پتھر جناب سینٹ پال نے رکھا اُسی پر جوش غلو مین دین عیسوی کی عمارت قائم ہوئی۔ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا اے اہل کتاب (نصاریٰ) دین مین حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر وہی کہو عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ جو سچ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مسیح عیسے مریم کا بیٹا اللہ کا رسول تھا اور رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ اسکا کلام تھا جو مریم تک اُسنے پہونچا دیا اور اسکی روح تھا پس اللہ مِّنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ اور اسکے پیغمبرون پر ایمان لاؤ اور تین خدا نہ کہو اس سے باز آؤ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ (سورۃ النساء) یہ تمھارے واسطے بہتر ہوگا۔

مسئلہ تثلیث کے متعلق ہم جلد دوم مین بحث کرینگے یہان ہم اب اصل مطلب یعنی عیسائیون کے عقائد متعلق معاد کی طرف رجوع کرتے ہین۔

[1] اس مقدس جھوٹ کو جناب پال اپنے نامہ رومیان باب ۳ درس ۷ مین بہت فخر سے بیان کرتے ہین کہ "اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی ظاہر ہوئی اور اُسکی بزرگی زیادہ ہوئی تو کیسے مین گنہگار گنا جاتا ہون"

حضرت عیسے نے چونکہ صاف کہدیا تھا کہ "مین توریت کو منسوخ کرنے نہین آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہون اور جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جاوین توریت کا ایک نقطہ یا ایک شوشہ ہرگز نہ مٹیگا"[اہ] اس لیے اناجیل اربعہ مین حیات بعد الممات اور حشر و نشر کے متعلق وہی یہود کے عقائد قائم رہے لیکن اسقدر اضافہ کے ساتھ کہ مسیح نے مردون کو زندہ کردیا - آپ کی مصلوبی کے وقت نیک لوگون کی لاشین قبرون سے نکل کر اٹھ کھڑی ہوئین[اہ] - خود یسوع مسیح تین دن مردہ رہنے کے بعد جی اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا اور باپ کے داہنے ہاتھ پر بیٹھ کر قیامت کے دن انصاف کریگا اسدن اسکے قریب حواریون کے واسطے ۱۲ تخت بچھائے جائینگے اور وہ بنی اسرائیل کے ۱۲ اسباط کا انصاف کرینگے معتقدین بہشت مین جائینگے جہان خدا اپنی آستین سے انکے آنسو پوچھیگا اور انگور کی شراب پلائیگا منکرین کو جلتی ہوئی آگ مین جھونک دینگے جہان وہ روئینگے اور دانت پیسینگے اور ابدالآباد تک معذب رہینگے

اناجیل اربعہ کا یہ مختصر بیان اعجوبہ پسند عیسائیون کے واسطے کافی نہوا اسلیے پارسیون کے نامہ ارداویراف کی طرح یوحنا نے بھی عالم بالا کی سیر کرکے اپنے مکاشفات لکھے جنکو الہامی سمجھکر جزو اناجیل یقین کرتے ہین - ذیل مین ہم چند مکاشفات کا ترجمہ درج کرتے ہین -

مکاشفات یوحنا اسکے بعد مین نے نگاہ کی تو دیکھا آسمان پر ایک دروازہ کھلا ہے پہلی آواز جو مین نے سنی صور کی سی تھی جو مجھسے مخاطب ہوے - اس نے کہا اوپر آ مین تجھے آج وہ باتین دکھاؤنگا جو اسکے بعد ضروری ہونگی - یہ سنتے ہی مین روح مین جاملا - مین نے ایک تخت لگا ہوا دیکھا

[اہ] متی باب ۵ آیت ۱۷ و ۱۸ - [اہ] متی باب ۲۷ آیت ۵۲ -

[اہ] متی باب ۱۹ آیت ۲۸ و باب ۲۵ آیت ۳۱ - لوقا باب ۲۲ آیت ۳۰ - آجکل عیسائی یہ کہتے ہین کہ اناجیل مین جسمانی لذات بہشت کا تذکرہ نہین ہے لیکن یہ غلطی ہے - انجیل مین تمام تر جسمانی لذات کا ذکر ہے - البتہ متی کے باب ۲۲ مین ایک مقام پر نیکون کو فرشتون سے تشبیہ دیگئی ہے اسکی وجہ یہ تھی کہ صدوقی جو منکر معاد تھے حضرت عیسے سے ایک مسئلہ حل کرانے آئے وہ یہ کہ توریت کے احکام کے مطابق اگر کوئی شخص لاولد مرجائے تو اسکا بھائی اپنی بھاوج سے شادی کرکے اولاد پیدا کرے اب فرض کرو کہ وہ بھی لاولد مرگیا عورت دوسرے بھائی کے تحت مین آئی اسی طرح سات بھائیون نے شادی کی اور آخر مین لاولد ہی مری اب قیامت مین یہ عورت کس بھائی کو دی جائیگی - حضرت عیسے نے فرمایا کہ قیامت مین شادی بیاہ کیسا وہان تو لوگ خدا کے فرشتون کی طرح زندگی بسر کرینگے - ۱۲

اور اُسپر مجھے ایک شخص بیٹھا نظر آیا وہ شخص سنگ یشم اور عقیق کا سا تھا اور ایک قوس قزح جو دیکھنے مین زمرد کے مانند تھی اس تخت کے گرد لپٹی ہوئی تھی۔ اُس تخت کے آس پاس ۲۴ تخت اور تھے ان تختون پر ۲۴ بزرگ سفید لباس پہنے ہوے دیکھے انکے سر پر سونے کے تاج تھے۔ بجلی۔ گرج اور آوازین تخت سے نکلتی تھین اور آگ کے سات چراغ تخت کے آگے روشن تھے۔ یہی چراغ خدا کی سات روحین ہین۔ اس تخت کے سامنے شیشہ کا سمندر بلور کی طرح موجین مار رہا تھا اور تخت کے بیچ مین اور تخت کے گرد چار ایسے جاندار تھے جنکے تمام جسم پر آنکھین ہی آنکھین تھین۔ پہلا جاندار شیر ببر کی طرح تھا۔ دوسرا بچھڑے کی شکل کا۔ تیسرا آدمی کی شکل کا۔ چوتھا اُڑتے ہوے عقاب کی صورت کا۔ ان چارون کے چھ چھ پر تھے اور چارون طرف جسم کے ہر حصہ مین آنکھین آنکھین تھین اور رات دن انھین قدوس قدوس کہنے کے سوا اور کوئی کام نہین (باب ۴)

پھر مین نے نظر کی تو دیکھا کہ ہر قوم اور ہر فرقے کے لوگ جنکا شمار ممکن نہ تھا سفید جامہ پہنے اور خرمہ کی ڈالیان ہاتھ مین لیے اُس تخت کے آگے اور برّے (حضرت عیسےٰ سے مراد ہی جو فدیہ کے طور پر مصلوب ہوے) کے حضور کھڑے ہین وہ غل مچا مچا کے کہہ رہے ہین نجات ہمارے خدا کو اور اس برّے کو جو تخت پر بیٹھا ہی۔ (باب ۷)

پھر مین نے دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اُترا اسکے پاس جہنم کی کنجی تھی اور ایک طولانی زنجیر تھی اُسنے اژدہے یعنی شیطان کو پکڑ لیا اور ہزار برس تک قید رکھا اور اسکو تحت الثریٰ مین پھینک دیا اور دروازہ بند کر کے مہر لگا دی تا کہ وہ خلائق کو گمراہ نکرے۔ مین نے دیکھا کہ تخت بچھا دیے گئے اور انصاف ہونے لگا۔ جنھون نے یسوع اور کلمۂ حق کی راہ مین سر دیا۔ جنھون نے دجّال کی پرستش نہین کی نہ اُسکا بت پوجا نہ اُسکا نشان پیشانی اور ہاتھون پر لگایا یہ سب لوگ زندہ ہوگئے اور ہزار برس تک مسیح کے ساتھ حکمران رہے لیکن بقیہ مردے ویسے ہی رہے جبتک ہزار برس پورے نہوے۔ یہ بعثت اولیٰ تھی۔ مبارک ہی وہ جو اس بعثت اولیٰ مین شریک ہوا اب انپر آخری موت کا زور نہین چل سکتا۔ یہ لوگ خدا اور مسیح کے نائب ہین اور مسیح کے ساتھ ہزار برس تک حکومت کرینگے

ہزار برس کے بعد شیطان کو قید سے نکالینگے وہ یاجوج اور ماجوج کو جو سمندر کی ریت کی طرح شمار
مین ہین جاکر بہکائیگا اور فساد ڈلوائیگا وہ وسیع زمین مین پھیل جائینگے اور ولیون کے خیمہ کو
اور مقدس شہر کو گھیر لینگے لیکن آسمان سے آگ برسیگی اور اُنکو فنا کریگی۔ گمراہ کرنیوالا شیطان
آتشین سمندر مین ڈال دیا جائیگا اور دجال اور جھوٹے پیغمبر بھی اور ان سب کو شب و روز ابدالآباد
تک عذاب ہوتا رہیگا۔ موت اور دوزخ کو آتشین سمندر مین جھونک دینگے اسکا نام فنامی آخر ہے (باب۲۰)
پھر مجھے بہشت کا نظارہ دکھایا گیا جو جواہرات کی طرح جگمگاتی تھی۔ اسکی دیوارین بلند اور بڑی
تھین اسمین بارہ پھاٹک تھے جنپر ۱۲ فرشتے دربانی کرتے تھے۔ ہر پھاٹک پر بارہ اسباط بنی اسرائیل
کے نام درج تھے۔ دیوار کے بارہ آثار تھے جن پر ۱۲ حواریون اور برہ (مسیح) کے نام منقوش تھے۔ دیوارین
ہر قسم کے جواہرات مثلاً زمرد عقیق لعل فیروزہ نیلم پکھراج وغیرہ وغیرہ سے بنائی گئی تھین اور پھاٹک
موتیون کے بارہ دانون سے۔ سڑکین خالص سونے کی اور صاف اور شفاف۔ (باب۲۱) اور مین نے
دیکھا کہ آب حیات کا دریا خدا اور برے کے تخت کے نیچے سے بہ رہا تھا۔ سڑک کے بیچ مین اور دریا
کے دونون جانب زندگی کا درخت اُگا تھا جسمین بارہ قسم کے پھل تھے جو ہر مہینے پھلتے تھے۔ اسکی
پتیان قومون کو صحت بخشنے والی تھین۔ رات کا وہان گذر نہین۔ نہ شمع کی ضرورت اور نہ آفتاب
کی روشنی کی حاجت ہی کیونکہ خدا خود اُنکو نور بخشتا ہی اور بہشتیونکو وہان ابدالآباد تک رہنا نصیب ہوگا (باب۲۲)

مکاشفات یوحنا کے طرز پر عیسائیون کے ہولی فادرز (ائمہ دین) اور پاپاؤن اور ولیون
نے معاد کے متعلق جو حالات لکھے ہین اگر انکا اقتباس ہم یہان درج کرین تو ناظرین یہ سمجھین گے
کہ ہم "طلسم ہوش ربا" یا "بیتال پچیسی" کے قصے کہانیان لکھ رہے ہین لیکن حقیقت یہ ہے
کہ مسیحیت کا واہمہ غضب کا خلاق تھا۔

انتباہ۔ افسوس ہی کہ مسلمانون نے بھی اہل کتاب کے اُن بادر ہوا افسانون کو قبول عام
کی سند دے رکھی ہی مثال کے طور پر ہم دجال کا ذکر کرتے ہین۔

مکاشفات یوحنا کے مذکورہ بالا اقتباس مین دجال کا مذکور ہو چکا ہی۔ سینٹ پال نامہ دوم

تھسلونین باب ۲ آیت ۹ مین کہتا ہے

شیطان کے فساد کے بعد جب دجّال جو تمام تر قدرت اور کرشمون اور شعبدون کے ساتھ پیدا ہوگا تو خداوند اُسکو اپنے مونھ کی پھونک (دم عیسے) سے بھسم کردیگا اور اپنے نور ظہور سے فنا کردیگا۔

وہم پرست عیسائیون نے ان اقوال کی بنا پر دجّال کے متعلق عجیب و غریب قصّے گڑھ لیے اور مسلمانون مین بھی وہی روایتین مشہور ہوگئین۔ علامہ ابن خلدون نے ایسے تمام روایات کی قلعی خوب کھولدی ہے۔ لکھتے ہین۔

ان العرب لو یکونوا اهل کتاب ولا علم وانما غلبت علیهم البداوة والامیة واذا تشوقوا الی معرفة شیٔ مما تشوق الیه النفوس البشریة فی اسباب المکونات وبدء الخلیقة واسرار الوجود فانما یسألون عنه اهل الکتاب قبلهم ویستفیدونه منهم وهم اهل التوراة من الیهود ومن تبع دینهم من النصاری۔ واهل التوراة الذین بین العرب یومئذ بادیة مثلهم ولا یعرفون من ذلک الا ما تعرفه العامة من اهل الکتاب ومعظمهم من حمیر الذین اخذوا بدین الیهودیة فلما اسلموا بقوا علی ما کان عندهم مما لا تعلق له بالاحکام الشرعیة التی یحتاطون لها مثل اخبار بدء الخلیقة ومما یرجع الی الحدثان والملاحم وامثال ذلک ...... وهؤلاء مثل کعب الاحبار ووهب بن منبه وعبد الله بن السلام وامثالهم فامتلأت التفاسیر من المنقولات عندهم فی امثال هذه الاغراض اخبار موقوفة علیهم ولیست مما یرجع الی الاحکام

عرب کے لوگ اہل کتاب نہ تھے اور نہ اُنمین علم تھا۔ بدویانہ زندگی اور جہالت اُنپر غالب تھی۔ جب کسی بات کے دریافت کرنے کا شوق ہوتا کہ اسباب کائنات اور ابتدای آفرینش و اسرار وجود سے واقف ہون جنسے آگاہ ہونیکا انسان کی طبیعت کو شوق ہوتا ہے تو اہل کتاب سے دریافت کرتے تھے جو اُس زمانہ مین یہودی اور عیسائی تھے اور بجز اُن باتون کے جو عوام جانتے ہین اور کوئی بات نہین جانتے تھے۔ یہ لوگ زیادہ تر قبیلہ حمیر کے تھے جو یہودی ہوگئے تھے۔ جب مسلمان ہوے تو جن باتون کا احکام شریعت سے جن مین احتیاط کی جاتی ہے تعلق نہ تھا مثلاً ابتداے آفرینش اور قرب قیامت کی نشانیون اور فتنون کی خبرین وہ سب انکی وجہ سے مسلمانون مین رہگئین ..... کعب احبار وہب بن منبہ۔ عبداللہ بن سلام وغیرہ انھین لوگون مین تھے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تفسیرون مین اس غرض کیلیے ایسی حدیثین نقل ہونے لگین جنکا سلسلۂ روایت انھین لوگون تک موقوف تھا اور چونکہ احکام اور اعمال سے ان کا تعلق نہ تھا

فتحری فی الصحۃ التی یجب بھا العمل وتلقاھا المفسرون جس مین تصحیح کی ضرورت ہوتی لہذا تنقیح بھی نہیں کی گئی۔
فی مثل ذلک وملأ وا کتب التفسیر بھذہ المنقولات تفسیر کی کتابین انھین منقولات سے بھر گئیں جن کے
واصلھا کما قلنا عن اھل التوراۃ الذین یسکنون البادیۃ ماخذ عرب کے جاہل یہودی تھے انکو تحقیق سے لگاؤ نہ تھا البتہ
ولا تحقیق عندھم بمعرفۃ ما ینقلونہ من ذلک الا انھم بعد صیتھم مذہبی بزرگ اور عابد وزاہد ہونے کی وجہ سے اُنکی شہرت
وعظمت اقدارھم لما کانوا علیہ من المقامات فی الدین والملۃ فتلقیت وسیع اور عظمت و شان نہایت بلند تھی یہی سبب ہے کہ یہ حدیثین
بالقبول من یومئذ ۔ (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۹۳ طبع بیروت) اُسی زمانہ سے ابتک مقبول چلی آتی ہین۔

اس عبارت کو غور سے پڑھو اور پھر دیکھو کہ کسطرح اسلام کا نورانی چہرہ روایات اہل کتاب سے گرد آلود ہو گیا ہے
کیا اب بھی ہماری آنکھیں نہ کھلینگی یاایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ (مسلمانو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ)

دجال کی اصلیت اصل یہ ہے کہ "دو مسیحا" کی پیشین گوئی مین کتاب دانیال باب ۲ آیات ۲۳ تا ۲۵ مین یہ
بھی بیان کیا گیا تھا کہ اس سے پیشتر ظالمانہ حکومت ہوگی جسمین دغا و فریب۔ قتل و غارت وغیرہ عام طور سے پھیل جائینگے
پہلی صدی عیسوی کے نصاریٰ چونکہ مسیح کے بہت جلد آسمان سے دوبارہ تشریف لانے کے منتظر تھے اسلیے
اُنھوں نے قیاصرۂ روم کو دجال تصور کیا چنانچہ قیصر نیرو جب نے عیسائیوں کا قتل عام کیا تھا دجال[1]
مشہور ہوا اسکے نام کے عدد ۶۶۶ نکلتے تھے مکاشفات یوحنا مین لفظ دجال کے بھی اسیقدر عدد تھے
اسلیے سب کو یقین ہو گیا کہ نیرو دجال ہے۔ لیکن نیرو کے بعد ظلم وستم کا بازار ویسا ہی گرم رہا اور مسیح بھی
تشریف نہ لائے اسلیے یہ خیال کیا گیا کہ نیرو پھر زندہ ہوگا اور عالم مین فساد ڈالیگا اسوقت مسیح نازل
ہونگے اور اسکو قتل کر کے ابدی سلطنت قائم کرینگے[1]۔ لیکن جب قیصر قسطنطین نے دین عیسوی اختیار کر کے
یونانی اور رومی مذہب کا خاتمہ کر دیا تو قیصر کے عوض ایران کے آتش پرست ساسانی بادشاہ کو دجال
کا لقب ملا اور یہ مشہور ہوا کہ دجال مشرق[2] (یعنی ایران) سے پیدا ہوگا۔ غرض کہ زمانہ کے رنگ کے ساتھ
دجال کا رنگ بھی بدلتا گیا۔ طرہ یہ کہ عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے آپس ہی مین ایک دوسرے کو دجال کہنا

[1] انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن جلد پنجم صفحہ ۳۸۶ -
[2] "بعد ازان دجال نیز از اصفہان پیدا شود" کا مصرعہ یہین سے اُڑایا گیا ہے -

شروع کیا۔ چنانچہ پروٹسٹنٹ طریق کا بانی لوتھر تقدس مآب پوپ (پاپای روم) کو دجال کہتا ہے[1]۔

دجال کا مادہ دجل ہے جسکے معنی فریب کے ہیں عربی مین دجال ایسے شخص کو کہتے ہین جو بڑا فریبی ہے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ ہر زمانہ مین دغا اور فریب کا بازار گرم رہا ہے اور ابک نہین سیکڑون دجال پیدا ہوئے اور ہونگے[2]۔ پہلی صدی عیسوی کا دجال اگر نیرو تھا۔ لیوتھر کا دجال اگر پوپ تھا تو اس بیسوین صدی کا دجال کبیر بھی جدید تہذیب کے پردہ سے آخر نکل ہی آیا" بنی نوع انسان کا ہمدرد" طرابلس کے نخلستان اور بلقان کے کوہستانون مین اپنے اصلی خون آشام دیو کی صورت مین باوجودیکہ پھر بھی آنکھون مین خاک جھونکنے کی کوشش بہت کچھ کی مگر بمصداق" جو چپ رہیگی زبان خنجر تو خون پکاریگا آستین کا" آخر ظاہر ہی ہوگیا۔ "آزادی اور حریت" کا پری پیکر خلق خدا کو اپنی زلف چلیپا کا غلام بنانے مین آخر کھل کھیلا۔ کیون نہین ؎

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون اسکا مین کھاؤن فریب	آستین مین دشنہ پنہان ہاتھ مین نشتر کھلا
گو نہ سمجھون اسکی باتین گو نہ پاؤن اسکا بھید	پر یہ کیا کم ہے کہ مجھسے وہ پری پیکر کھلا

(غالب)

۷۔ عقائد اسلام

مسلمانون کے عقائد کا اصل ماخذ قرآن مجید ہے۔

دنیا مین کوئی کتاب جسے اہل مذاہب الہامی یقین کرتے ہین ایسی نہین ہے جو قرآن مجید کے مقابلہ مین ابتک اپنی اسی حالت مین جسطور پر کہ نازل ہوئی تھی محفوظ رہی ہو۔ سر ولیم میور جیسا "عیب نماید ہنرش در نظر" مستشرق اپنی کتاب لائف آف محمد مین نکتہ چینی کرتے کرتے ایک مقام پر بے ساختہ لکھ جاتا ہے کہ دنیا مین غالباً کوئی اور کتاب ایسی نہین ہے جسکی عبارت بارہ سو برس تک ایسی خالص رہی ہو۔ کچھ شک نہین کہ حوادث اور فتن مین یہ کتاب تمام الہامی کتابون کے مقابلہ مین جس حیرت انگیز طریقہ سے محفوظ رہی ہے صاف نظر آتا ہے کہ انسانی طاقت سے بالاتر کسی پوشیدہ قوت نے

[1] ماخوذ از انسائیکلو پیڈیا تحت لفظ اینٹی کرائسٹ (دجال)۱۲ [2] ماخوذ از علم الحدیث مؤلفہ مولانا عمادی ۱۲

اپنا اعجاز دکھایا ہے۔ ایک ایسی قوم مین جنمین لکھنے پڑھنے کا رواج بمنزلہ شاذ کے ہو[۱]۔ ایک ایسے زمانہ مین جبکہ ہر طرف سے دشمنون کا نرغہ ہو۔ قریش اعراب ایران اور روم کی زبردست سلطنتین مخالفت پر تُلی ہون۔ ایک ایسی حالت مین جبکہ کسی الہامی کتاب کے بجنسہ محفوظ رہنے کی کوئی ایک نظیر بھی موجود نہو علے رؤس الاشہاد یہ دعوی کر بیٹھنا کہ اِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ اور لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اور پھر اس دعوے کا آجتک جبکہ تیرہ سو برس سے زائد ہو چکے ہین حرف بحرف پورا ہونا اتنا ہی نہین بلکہ فرض کرو کہ آج یکایک اگر یہ کہدیا جائے کہ دنیا مین الہامی کتابون کے جسقدر قلمی اور مطبوعہ نسخے ہون سب کے سب ایک ہی وقت مین فوراً سمندر مین پھینک دیے جائین تو بتاؤ کہ بجز قرآن مجید کے جو سینہ مسلم مین محفوظ ہے وہ کون سی الہامی کتاب ہے جو پھر بجنسہ شائع ہو سکتی ہو۔ پھر اگر اسکی حفاظت کا یہ الٰہی انتظام نہین ہے تو کیا ہے؟ مولانا روم فرماتے ہین ؎

مصطفےٰ را وعدہ داد الطاف حق	گر بمیری تو نمیرد این سبق
کس نتاند بیش وکم کردن درو	تو بہ از من حافظے دیگر مجو

اب ہم اس حفاظت الٰہی کی کیفیت تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہین۔

جمع و ترتیب قرآن مجید

اہل کتاب کا عقیدہ ہے کہ خدا نے کوہ طور پر اپنے ہاتھ سے پتھر کی تختیون پر توریت کو کھود کر حضرت موسیٰ کو دیدیا۔ حضرت موسیٰ جب اپنی قوم کے سامنے ان الواح کو لائے تو دیکھا کہ آپ کی عدم موجودگی مین بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کرنے لگے ہین آپ نے جوش غضب مین الواح کو پھینک دیا جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئین[۲]۔

اب اسکے مقابلہ مین کلام مجید کا حال سنو حق تعالی ارشاد فرماتا ہے

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (سورہ شعرا) بیشک اسکو عالمون کے پروردگار نے اتارا ہے۔ اُسکو اتارا ہے روح الامین نے تیرے دل پر تاکہ تو ڈرانیوالون سے ہو واضح عربی زبان مین۔

[۱] مشہور مؤرخ بلاذری کا قول ہے کہ جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو قریش کے تمام قبیلے مین صرف (۱۷) آدمی تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے (فتوح البلدان صفحہ ۴۷۱) [۲] کتاب خروج باب ۳۲ درس ۱۵ و ۱۶۔

کیون نہین۔ قلب محمدی طور تجلی تھا اور مسلمانون کے دل پتھر کی لوحین پھر کیون نہ حیرت انگیز حفاظت کا اعجاز ظاہر ہو
نبوت کے ۲۳ برس کی مدت مین وہ تمام کلام جو مختلف اوقات مین آنحضرت پر بذریعۂ وحی نازل ہوا تھا
اُسکا نام قرآن مجید ہے حق تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل) اور قرآن کو ہمنے حصے حصے کردیے اسلیے کہ تو اسکو ٹھہر ٹھہر کر لوگون کو سُنائے اور ہمنے اسکو آہستہ آہستہ اُتارا۔

جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آنحضرت صلعم صحابہ کے سامنے تلاوت فرماتے تھے اور کاتبِ وحی
سے جنمین حضرات علی و عثمان و زید بن ثابت و ابی بن کعب خاص طور سے مشہور ہین لکھوا دیتے تھے
کیونکہ خود آنحضرت صلعم لکھنا پڑھنا نہین جانتے تھے جیسا کہ اس آیت پاک سے صاف ظاہر ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (سورۂ العنکبوت) اور نہ تھا تو پڑھتا پہلے اس سے کتاب اور نہ لکھتا تھا تو اُسے داہنے ہاتھ سے اپنے کہ اسوقت شک کرتے جھوٹے۔

احادیث اور آثار بھی اس امر کے شاہد ہین۔ درحقیقت اگر آنحضرت صلعم کو لکھنا پڑھنا آتا ہوتا تو آپ کے
عزیز۔ اقارب صحابہ اور رفقا ضرور واقف ہوتے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سامنے خلاف
واقع دعوے کرتے کیونکہ ایسی صورت مین مخالفین کو اسکی گرفت کا آسان موقع ہاتھ آجاتا اور عقائد
اسلام کی تصدیق پر ہرگز یقین نکرتے۔ قطع نظر اسکے ایک ایسی خفیف بات کے چھپانے سے فائدہ
کیا تھا۔ آپ کا لکھا پڑھا ہونا منصب نبوت کے کسی طرح مخالف نہ تھا اور نہ اُس سے قرآن مجید کی شان
اور اسکے معجزہ مین اور بے مثل فصاحت و بلاغت مین کچھ فرق آسکتا تھا کیونکہ حروف کے لکھ لینے یا
پڑھ لینے سے کوئی انسان فصیح اور بلیغ نہین ہوسکتا خصوصًا ایسا بزرگ جو افصح العرب والعجم ہو۔

فرانس کا مشہور مستشرق ڈاکٹر موریس جو آجکل گورنمنٹ فرانس کی طرف سے کلام مجید کا ترجمہ کررہا ہے
اپنے ایک مضمون مین جسمین مشہور مورخ ریناش کے اتہامات کی دھجیان اڑائی ہین۔ لکھتا ہے
قرآن مجید کی اگر کوئی ایسی منقبت ہوسکتی ہے جس مین کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اسکی فصاحت
و بلاغت ہے۔ وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تین سو ملین (۳۰ کرور) انسان فخر کررہے ہین وہ یہی ہے

کہ مقاصد کی خوبیاں اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہین کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لیے جو کتابین تیار کی ہین اب سب مین یہ بہترین کتاب ہے۔ اسکے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغمون سے کہین اچھے ہین۔ مجھے امید تھی کہ موسیو رینان قرآن مجید کے متعلق (اپنی کتاب تاریخ الادیان مین) اتنا سخت فیصلہ کرنے مین میرے ترجمۂ قرآن کے مکمل ہونے تک تامل فرمائینگے۔ میرے ترجمہ سے اُنکو معلوم ہوگا کہ کمال بلاغت اور اعلے مطالب مین قرآن کا درجہ کسقدر بلند ہے۔ ابتک ان امور کی صحت مین اُنھین جو شک ہے وہ اعتقاد راسخ اور ایمان سلیم سے بدل جاتا۔ یہ عذر کافی نہین ہے کہ وہ قرآن کی زبان نہین جانتے لہذا اس فیصلہ مین انکو معذور رکھنا چاہیے جو ایک بات نہین جانتا اُسکو فیصلہ کرنا کیا ضرور ہے۔

موسیو ساواری اور کازیمرسکی کے ترجمے کافی نہین ہین نہ اُن سے مطلوبہ اغراض حاصل ہو سکتے ہین اور نہ قرآن کی حقیقت سے اطلاع ہوتی ہے[1]۔ (یہی حال سیل اور پالمر کے انگریزی ترجمون کا ہے دیکھین ہمارے بزرگ قوم میجر سید حسن صاحب بلگرامی کیا کرتے ہین۔)

الغرض وحی جو نازل ہوتی تھی اُسکو صحابہ یا تو زبانی حفظ کر لیتے تھے یا جو لکھنا جانتے تھے وہ اُس کو اونٹ کی ہڈی یا کھجور کی چھال یا چمڑے وغیرہ پر لکھ لیتے تھے۔ یہ طریقہ ابتداے نبوت سے جاری ہو گیا تھا چنانچہ تفسیر اتقان مین لکھا ہے کہ احمد نے اپنی مُسند مین روایت کی کہ حضرت جعفر طیار رض نے نجاشی بادشاہ حبش کے سامنے سورۂ مریم کی تلاوت کی۔ حق تعالی ارشاد فرماتا ہے واذا سمعوا ما انزل الی الرسول ...... الایۃ (رکوع ۱ مائدہ)۔ اسی طرح حضرت عمر رض کے ایمان لانے کے واقعہ مین لکھا ہے کہ آپ نے اپنی بہن کے پاس ایک صحیفہ لکھا ہوا دیکھا جسمین سورۂ حدید کے ابتدائی آیات درج تھے[2]۔ ایسے بہت سے واقعات ہین جنسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید جسقدر نازل ہوتا تھا قلمبند کرنے کے ساتھ تحریر بھی کر لیا جاتا تھا۔

---

[1] ماخوذ از تہذیب الاخلاق ضمیمہ وکیل مؤرخہ ۸ مئی سنہ ۱۹۱۰ع [2] اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ذکر حضرت عمر رض ۱۲

تفسیر اتقان مین لکھا ہے کہ ابو عبید نے کتاب القراءۃ مین صحابۂ رسول اللہ مین سے جو لوگ قاری تھے انکا ذکر یون کیا ہے کہ مہاجرین مین سے خلفای اربعہ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ۔ ابن مسعودؓ۔ حذیفہؓ سالمؓ ابی ہریرۃؓ اور ایسے بارہ اور صحابہ اور صحابیہ۔ صحیح بخاری مین حضرت قتادہ سے مروی ہے[1] کہ جن صحابیون نے پورا کلام مجید جمع کرلیا تھا وہ چار شخص تھے ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابو زید اور ایک روایت مین ابو الدرداء۔

آیتون کی ترتیب اپنی اپنی سورتون مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توقیف (یعنی ہدایت) اور آپکے حکم سے واقع ہوئی ہے اور اس بارہ مین مسلمانون کا کوئی اختلاف نہین البتہ سورتون کی موجودہ ترتیب جمہور کے نزدیک صحابہؓ کے اجتہاد سے قائم ہوئی ہے[2]۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی حیات تک چونکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اسلیے متفرق تحریری اجزاے قرآن ایک کتاب کی صورت مین جمع نہین کیے گئے لیکن جب آپ نے انتقال فرمایا اور وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا تو متفرق اجزا کو ایک ہی مجلد مین مرتب کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس واقعہ کو ہم صحیح بخاری سے بجنسہ نقل کرتے ہین۔

زیدؓ ابن ثابت کہتے ہین کہ مجھکو ابو بکرؓ نے اہل یمامہ[3] کے قتل کے زمانہ مین بلا بھیجا۔ عمرؓ بن خطاب بھی وہان موجود تھے۔ ابو بکر نے کہا کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ یمامہ کے دن قرآن کے قاری کثرت سے قتل ہوگئے اور مین ڈرتا ہون کہ اور موقعون مین بھی قاری کثرت سے مقتول ہون تو قرآن بہت سا جاتا رہیگا اور میری یہ رای ہوتی ہے کہ تم قرآن کے جمع کرنے کا حکم دو۔ مین نے عمر سے کہا تم وہ کام کیونکر کروگے	عن زید بن ثابت قال ارسل الی ابی بکر مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ قال ابو بکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا

[1] بخاری باب القراء ۱۲ [2] اس بحث کو سیوطی نے اپنی تفسیر اتقان نوع ہشتم مین نہایت شرح وبسط سے لکھا ہے۔

[3] جنگ یمامہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سال بعد ۱۲ھ مین واقع ہوئی مسیلمہ کذاب کے مقابلہ مین ۱۲

لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمر هذا والله خير
فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك ورأيت
في ذلك الذي رأى عمر قال زيد قال ابو بكر انك رجل
شاب عاقل لا نتهمك وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله
صلى الله عليه وسلم فتتبع القرآن فاجمعه فوالله لو
كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان اثقل علي مما امرني به
من جمع القرآن قال قلت لابي بكر كيف تفعلون شيئا
لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
هو والله خير فلم يزل ابو بكر يراجعني حتى
شرح الله صدري للذي شرح له صدر ابي بكر
وعمر فتتبعت القرآن اجمعه من العسب
واللخاف وصدور الرجال حتى وجدت
آخر سورة التوبة مع ابي خزيمة الانصاري لم اجدها مع
احد غيره " لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه
ما عنتم " حتى خاتمة براءة وكانت الصحف عند ابي بكر
حتى توفاه الله ثم عند عمر حياته ثم عند حفصة
بنت عمر (رواه البخاري)

جسکو رسول اللہ صلعم نے نہین کیا۔ حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم یہ
عمدہ بات ہے۔ عمر اسیطرح مجھسے اصرار کرتے رہے یہانتک کہ خدا نے
میرا سینہ اسکے لیے کھولدیا اور مین نے بھی اس کام مین وہ فائدہ
دیکھا جو عمر نے سوچا تھا۔ زید کہتے ہین کہ ابو بکر نے کہا تم جوان عاقل
آدمی ہو تمپر ہم بدگمانی نہین کر سکتے اور تم رسول اللہ صلعم کے لیے وحی
لکھا کرتے تھے پس قرآن کی جستجو کرکے اسکو جمع کرو۔ سو خدا کی
قسم اگر کسی پہاڑ کو ہٹا دینے کو کہتے تو مجھپر اتنا گران نہوتا جتنا
کہ قرآن کے جمع کرنے کا حکم گران معلوم ہوا مین نے ابو بکر سے کہا
تم لوگ وہ کام کیونکر کروگے جسکو رسول اللہ صلعم نے نہین کیا
ابو بکر نے کہا خدا کی قسم یہ کام اچھا ہے۔ ابو بکر اسیطرح اصرار کرتے رہے
یہانتک کہ خدا نے میرا سینہ اسکے لیے کھولدیا جسکے لیے ابو بکر و عمر کو
خیال دلایا تھا۔ پس مین قرآن کو تلاش کرکے جمع کرنے لگا
ہڈیون اور سفید پتھر کی تختیون سے اور لوگون کے سینون سے
یہانتک کہ سورۂ توبہ کا اخیر مینے ابو خزیمہ انصاری کے پاس
پایا اور کسی کے پاس نہین پایا " لقد جاءکم رسول من انفسکم
عزیز علیہ ما عنتم " سے براءۃ کے اخیر تک اور سب صحیفے ابو بکر کے پاس تھے یہانتک کہ
خدا نے انکو وفات دی پھر عمر کے پاس تھے انکی زندگی تک پھر حفصہ کے پاس جو عمر کی بیٹی تھین۔

١ و ٢ شاید کسی کو یہ شبہہ ہو کہ حضرت ابو بکر اور حضرت زید کو پہلے تامل کیون ہوا اصل یہ ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلعم امور دین مین نہایت محتاط تھے
کوئی فعل جو عہد رسالت مین نہین ہوا تھا جبتک کہ اسکو بہتر نہین سمجھ لیتے تھے بدعت خیال کرتے تھے۔ نزول قرآن کا منشا یہ تھا کہ لوگ اسکی
مزاولت کرکے ہدایت حاصل کرین نہ یہ کہ جلدون مین باندھکر اٹھا کر چھوڑ دین (افسوس آجکل ہمارا یہی حال ہوگیا ہے) حضرت ابو بکر کا خیال پہلے
اسی طرف رجوع ہوا اسلیے تامل کیا لیکن حضرت عمر کا منشا دوسرا تھا یعنی فتنہ و آشوب مین تحفظ کے لحاظ سے ایک مجلد تحریر کر لیا چاہیے۔ جبکہ یہ کام
سرانجام ہوگیا تو حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت مین نزول قرآن کے منشا کو پیش نظر رکھکر پھر اس مصحف کی نقلین نہین کرائین بلکہ قرآن کے
کثرت سے پڑھے جانیکا انتظام کیا چنانچہ تراویح مین کلام مجید کا التزام کے ساتھ مساجد مین پڑھنے کا طریقہ آپکے وقت سے ابتک جاری ہے ۱۲

ابن ابی داؤد نے یحیی بن عبدالرحمن بن حاطب کے طریق سے روایت کی ہے کہ اُسنے کہا "عمر رض نے (مسجد مین) آ کر کہا جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی قرآن کی تعلیم حاصل کی ہو وہ آکر اپنے یاد کردہ قرآن کو سنائے اور عمر کسی شخص سے قرآن کا کوئی حصّہ اسوقت تک نہین تسلیم کرتے تھے جبتک وہ آدمی اپنے دو گواہ نہ لائے" اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زید بن ثابت قرآن کو محض لکھا ہوا پانے ہی پر اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ اسکی شہادت ان لوگون سے بھی بہم پہونچا لیتے جنھون نے اُسے سُنکر یاد کیا تھا اور اسکے علاوہ خود زید حافظ قرآن تھے غرض کہ قرآن مکتوب کے موجود پانے اور خود حافظ ہونے کے باوجود انکا دو شہادتون کو بھی بہم پہونچا کر اُسے مصحف مین تحریر کرنا صد درجہ کی احتیاط تھی۔ ابو شامہ کا قول ہے کہ صحابہ رض کی غرض یہ تھی کہ قرآن نہ لکھا جائے مگر اسی اصل سے جو رسول اللہ صلعم کے روبرو تحریر مین آیا ہے نہ کہ محض یادداشت پر اعتماد کر کے لکھ لیا جائے اسی وجہ سے زید نے سورۃ التوبہ کے آخری حصّہ کی نسبت کہا ہے کہ مین نے اُسے ابی خزیمہ انصاری کے سوا کسی اور کے پاس نہین پایا" یعنی اسکو لکھا ہوا صرف انھین کے پاس پایا کیونکہ زید محض یادداشت پر اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ کتابت کو بھی دیکھنا چاہتے تھے[1]۔

الغرض قرآن مجید جب اس طور پر مرتب ہوا تو سب سے پہلے کاغذ پر لکھا گیا موطا مین منقول ہے۔

عن سالم بن عبداللہ قال جمع ابوبکر القرآن فی قراطیس — سالم بن عبداللہ کہتے ہین کہ ابوبکر نے قرآن کو کاغذ پر جمع کیا۔

اس تحریری مجموعۂ قرآن کو **مصحف** کا لقب دیا گیا۔ ابن اشتہ کتاب المصاحف مین لکھتے ہین کہ "جسوقت صحابہ نے قرآن کو جمع کر کے اوراق مین لکھ لیا تو ابوبکر نے اسکے لیے کوئی نام تجویز کرنے کی ہدایت کی اُسوقت کسی نے سفر اور کسی نے مصحف نام رکھنے کی صلاح دی کیونکہ حبش کے لوگ کتاب کو مصحف کہا کرتے تھے۔ اور ابوبکر پہلے شخص تھے جنھون نے کتاب اللہ کو جمع کر کے اسکا نام مصحف رکھا"۔

حضرت عثمان رض کے زمانہ مین ایک دوسرا واقعہ پیش آیا جسکے سبب سے اس مصحف کی نقلین بلاد اسلامیہ مین روانہ کی گئین

بخاری نے حضرت انس رض سے روایت کی ہے کہ حذیفہ رض بن الیمان عثمان رض کے پاس آئے اور وہ عراق والون کے ساتھ

---

[1] ماخوذ از اتقان فی علوم القرآن ۱۲

اہل شام سے لڑرہے تھے آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتح مین - حذیفہ کو ان دونون ممالک کے مسلمانون کا قرارت مین اختلاف رکھنا سخت پریشان بنا چکا تھا اسلیے انھون نے عثمان سے کہا تم امت کی اس بات سے پہلے ہی خبر لیلو جبکہ وہ یہود اور نصاریٰ کیطرح باہم اختلاف رکھنے والے بنجائے" عثمان نے یہ بات سنکر بی بی حفصہ رض کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحیفے آپکے پاس رکھے ہین انھین بھیجدیجیے ہم نقل کر کے واپس کر دینگے - حفصہ رض نے وہ صحیفے عثمان کے پاس بھیجدیے - عثمان رض نے زید بن ثابت - عبد اللہ بن زبیر سعد بن العاص اور عبد الرحمن بن الحارث کو انکی نقل کرنے پر مامور کیا اور تینون قریشی صاحبون سے کہا کہ جہان کہین قرآن کے تلفظ مین تمھارے اور زید بن ثابت کے مابین اختلاف آپڑے وہان اس لفظ کو خاص قریش ہی کی زبان مین لکھنا کیونکہ قرآن انھین کی زبان مین نازل ہوا ہی - چنانچہ ان چارون صاحبون نے ملکر عثمان رض کے حکم کی تعمیل کر دی اور جب وہ ان صحیفون کو مصاحف مین نقل کرکے لکھ چکے تو عثمان نے وہ صحائف بدستور بی بی حفصہ کے پاس واپس بھیجدیے اور اپنے لکھوائے ہوے مصحفون مین سے ایک ایک مصحف ممالک اسلامیہ کے ہر ایک گوشہ مین ارسال کر دیا اور حکم دیا کہ اس مصحف کے سوا اور جسقدر صحیفے یا مصحف پہلے کے موجود ہون انکو سوخت کر دیا جائے - یہ واقعہ ۲۵ھ ہجری کا ہی -

اتقان مین حارث المحاسبی کا یہ قول درج ہی کہ " لوگون مین یہ بات مشہور ہو رہی ہی کہ قرآن کو عثمان رض نے جمع کیا مگر در اصل یہ بات ٹھیک نہین - عثمان نے تو صرف یہ کیا کہ اپنے اور اپنے پاس موجود ہونیوالے مہاجرین اور انصار کے باہمی اتفاق رای سے عام لوگون کو ایک ہی وجہ سے قرارت کرنے پر آمادہ بنایا کیونکہ انکو اہل عراق اور اہل شام کی قراتون کے حروف مین باہم اختلاف رکھنے کے باعث فتنہ کا خوف پیدا ہو گیا تھا - حضرت علی مرتضیٰ رض فرماتے ہین کہ اگر مین حکمران ہوتا تو مصاحف کے ساتھ وہی عمل کرتا جو عثمان رض نے کیا ہی - قاضی ابوبکر اپنی کتاب الانتصار مین کہتے ہین کہ عثمان رض نے ابی بکر رض کی طرح قرآن کو "ما بین اللوحین" (دو دفتیون کے اندر) ہی جمع کر دینے کا قصد نہین کیا بلکہ انھون نے

۱؎ یہ ہی اختلاف قرارت کی اصلیت - عیسائیون نے جب دیکھا کہ اناجیل کی تحریف اور تدلیس کا یہ ثبوت کو ہو چکی تو انھون نے محض اپنی کور باطنی سے اختلاف قرارت کی روایت کو تحریف کا مترادف سمجھکر قرآن مجید پر اعتراض کرنے لگے کیا خوب سے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

تمام مسلمانون کو اُن معروف اور ثابت قراءتون پر جمع کر دینے کا ارادہ کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول چلی آتی تھین اور جسقدر قراءتین اُنکے سوا پیدا ہو گئی تھین اُنکو مٹا دینا چاہا۔

حقیقت معاد

اب ہم عقائد معاد کی تشریح کلام مجید سے جو بالاتفاق اصل ماخذ ہے ذیل مین درج کرتے ہین لیکن سب سے پہلے یہ دو اصول ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

دو اصول پہلا اصول۔ کلام مجید مختلف اوقات مین نازل ہوا ہے اسلیے شان نزول پر سب سے پہلے غور کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلعم جب مبعوث ہوے تو معاد کے متعلق مختلف خیالات تھے ایک گروہ مشرکین حشر و نشر اور عذاب و ثواب کا قائل نہ تھا اور ایسے خیالات کو خرافات سمجھتا تھا۔ ایک بدوی شاعر کہتا ہے۔

اموت ثم بعث ثم نشر	حدیث خرافة یا ام عمرو
مرنا پھر زندہ ہونا پھر چلنا پھرنا	یہ تو خرافات باتین ہین اے عمرو کی ماں (شاعر کی بی بی)

ایک گروہ قدیم مصریون کی با (روح بشکل بوم) کو صدیٰ اور ہامہ تصور کرتا تھا۔ لبید ایک نوحہ مین کہتا ہے۔

فلیس الناس بعدک فی نقیر	وماھم غیر اصداء وھام

(تیرے بعد لوگ نالہ کرنیوالے نہین ہین ہان "صدیٰ" اور "ہامہ" (جوش انتقام مین) چیختے رہین گے)

"ہامہ" اور "صدیٰ" کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ پردار جانور ہین جو مقتول کے سر سے نکلکر آسمان پر چیختے پھرتے ہین جب تک انتقام نہ لیا جائے۔ مشرکین کے علاوہ ایک گروہ مجوسیون اور اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کا تھا جو حشر اجساد "دور مسیحا" اور "رجعت مسیح" کا قائل تھا۔ کلام مجید مین جہان معاد کا ذکر آیا ہے وہان ان گروہون کے معتقدات کو پیش نظر رکھنا چاہیے تاکہ آیات کے معانی منکشف ہو جائین۔

دوسرا اصول۔ مذاہب عالم مین اگرچہ بہت کچھ تباین اور تخالف ہے لیکن اگر بامعان نظر دیکھا جائے تو اصولاً ایک دوسرے سے وابستہ ہین اتنا ہی نہین بلکہ جسطرح علم الجنین کے ماہرین نے انواع کے جنین مین سابقہ اشکال ارتقائی کا معاینہ کیا ہے اسیطرح علم الادیان کے واقف کو ہر مذہب مین اسکے مقدم مذہب کے معتقدات کا اعادہ صاف نظر آتا ہے۔ تم اوپر کے صفحات مین پڑھ آئے ہو

کہ مصریون کا عقیدہ متعلق اسائیرس کسطرح یونانیون کے عقائد مسٹریز (اسرار) مین عود کر آیا - اسیطرح یہود کا "دور مسیحا" عیسائیون کے "رجعت مسیح" مین نمودار ہوگیا - قرآن مجید چونکہ کائنات ادیان کا "عالم صغیر" ہے اسلیے ضرور ہی کہ اپنے سابقہ اقالیم کے مدارج کا پتہ دے - اسکے سب سے قریب کے اقالیم نصاری یہود اور زرتشتیون کے عقائد ہین۔ یہی وجہ ہی کہ حشر و نشر جزا و سزا وغیرہ مین انھین مصطلحات کا اعادہ پایا جاتا ہی لیکن جسطرح عالم انسان عالم حیوان سے ممیز ہی اسیطرح معاد کے تمام آیات پر جب من حیث المجموع غور کروگے تو اگر چشم بصیرت کور نہین ہی تو بیساختہ زبان سے نکل جائیگا ؎

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد   بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

ان دو اصول کو ذہن نشین کرنیکے بعد اب آیات ذیل پر غور کرو -

(۱)

آیات

واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقناہ الی بلد میت فاحیینا بہ الارض بعد موتها کذلک النشور (سورۃ فاطر)

وتری الارض هامدۃ فاذا انزلنا علیها الماء اهتزت وربت وانبتت من کل زوج بهیج ذلک بان اللہ هو الحق وانہ یحیی الموتی وانہ علی کل شیء قدیر (سورۃ الحج)

ترجمہ - اور اللہ وہ ہی جسنے بھیجا ہی ہواؤن کو پھر اُٹھاتے ہین بادلون کو پھر ہم اُسکو ہانک لیجاتے ہین مرے ہوے شہر کیطرف پھر اُس سے زندہ کرتے ہین زمین کو اسکے مرجانیکے بعد - اسی طرح مُردون کا زندہ ہونا ہی -
اور تو دیکھتا ہی کہ زمین خشک ہوگئی پھر جب ہم برساتے ہین اُسپر پانی تو پھولتی ہی اور بڑھتی ہی اور اُگاتی ہی ہر قسم کی خوش آیند چیزین - یہ اسلیے ہی کہ اللہ وہی برحق ہی اور یہ کہ وہی زندہ کرتا ہی مُردون کو اور یہ کہ وہی ہر شئے پر قادر ہی -

---

امثال کس لطیف اور موثر پیرایہ مین موسم باران کے حیات بخش منظر کا دلفریب نقشہ کھینچکر حیات بعد الممات کی طرف توجہ دلائی ہی جس سے عالم اور جاہل شہری اور دیہاتی وحشی اور متمدن سب ہی مستفید ہوسکتے ہین -
قدرت نے یہ تخیل انسان کے سامنے اُسی دن پیش کردی تھی جبکہ اسکو اس دنیا مین پہلے پہل ہوش آیا ہی

۱؎ حق تعالی ارشاد فرماتا ہی و انزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومهیمنا علیہ (سورۃ المائدۃ) اور اُتاری ہمنے تجھپر کتاب حق کے ساتھ سچا کرنیوالی اگلی کتابون کو اور سب پر شامل -

لیکن تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ قدیم قوموں نے کس طرح اس تمثیل کی اصلیت سمجھنے میں کوتاہی کی اور آواگون کے پھندے میں پھنسکر رہگئے۔ ہنود یہ سمجھے کہ واقعی روحیں پانی کی طرح برستی ہیں اور سبزہ میں حلول کر کے اُگتی ہیں اسی طرح یونانی "الوسی ین مسٹریز" کی بھول بھلیاں میں سرگردان رہے حالانکہ اس لطیف تمثیل سے حیات بعد الممات کی طرف صرف ذہن منتقل کیا گیا ہے۔ جسطرح کوئی یہ کہے کہ زید شیر ہی تو اس کہنے سے یہ مطلب نہیں کہ زید کے دُم بھی ہی بس صرف شجاعت کی طرف ذہن منتقل گیا گیا ہی۔

(۲)

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجل مسمّی ان فی ذلک لاٰیٰتٍ لقوم یتفکرون (سورۃ الزمر)

ترجمہ۔ اللہ جانوں کو مرتے وقت اُٹھالیتا ہی اور جو نہیں مرین اُنکو سوتے وقت (اُٹھالیتا ہی) پھر جنپر موت کا حکم لگا چکا اُنکو تو رکھ چھوڑتا ہی اور باقی جانوں کو ایک ٹھہرے ہوے وعدے (موت) تک چھوڑ دیتا ہی بیشک اسمین غور کرنیوالوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

خواب موسم باران کا اعجاز چونکہ روزانہ نظر نہیں آتا اسلیے اُن آیات میں ایک ایسی تمثیل بیان کی گئی جو ہر روز اعلے اور ادنے سب کو ایک ہی طور پر نظر آتی ہی وہ کیا ؟ خواب (نیند) اسی واسطے اسکو "اخو الموت" کہتے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

میرہند ارواح ہر شب زین قفس	فارغان نے حاکم و محکوم کس
شب ززندان بیخبر زندانیان	شب زدولت بیخبر سلطانیان
نے غم و اندیشۂ سود و زیان	نے خیال این فلان و آن فلان
رفتہ در صحرائے بیچون جان شان	روح شان آسودہ و ابدان شان
چونکہ نور صبحدم سر بر زند	کرگس زرین گردون پر زند
میل ہر جانے بسوے تن شود	ہر تنے از روح آبستن شود

[۱] حکمای طبیعین کی تقلید میں محمد بن زکریا رازی طبیب اور ابو مسلم خراسانی تناسخ کے قائل ہو گئے۔ محدث ابن حزم نے انکی رد مین ایک جدا عنوان الکلام علی من قال بتناسخ الارواح قائم کیا ہی (جزو اول کتاب الفصل صفحہ ۹۰)

اس مضمون کو ڈریپر نے فلسفیانہ طور پر خوب لکھا ہے۔ کہتا ہے[1]۔

ہماری زندگی کا ⅓ حصہ نیند مین گذرتا ہے اور اس زمانہ مین ہم پر عالم خارجی کا کوئی اثر نہین پڑتا۔ سامعہ باصرہ اور دوسرے قوا معطل ہوتے ہین لیکن وہ کبھی نہ آنکھ جھپکنے والی اور ہر وقت فکر مین ڈوبی رہنے والی نقاب پوش ساحرہ یعنی روح اپنی کنج تنہائی سے اُن تصویرون پر نظر ڈالتی رہتی ہے جو اُسنے جمع کی ہین۔ یہ تصویرین نہ مٹ سکتی ہین اور نہ اُنکا نور گھٹا سکتا ہے اور اُنکو طرح طرح سے ترکیب دے دیکر وہ اس انکشاف اور حیرت انگیز مرقع کی تیاری کا سامان کرتی ہے جسے خواب کہتے ہین۔

اسطور سے قدرت نے انسان کی جسمانی ساخت کا ڈھنگ ہی کچھ ایسا رکھا ہے کہ بقاے روح اور حیات اخروی کے تصورات بے اختیار اُسکے دماغ مین پیدا ہوتے رہتے ہین غیر مہذب وحشی کو بھی جسکی روح پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی ہے خواب مین وہ سہانے جنگل اور دلفریب مرغزار نظر آتے ہین جو اسکی یاد کا سب سے زیادہ خوشگوار حصہ ہین۔ ظاہر ہے کہ عالم خواب کے ان مظاہر کو وہ روح کے وجود اور بقا کی حجت قاطع سمجھتا ہے۔ خود ہم بھی جنکی تہذیب و تمدن کا آفتاب نصف النہار پر ہے اس قسم کے واقعات سے متاثر ہوے بغیر نہین رہ سکتے اور جو نتائج ہمارے غیر مہذب آبا و اجداد نے ان سے اخذ کیے تھے وہی ہم بھی نکالتے ہین۔ ہمارے اعلی درجہ کی تہذیب و شایستگی جسطرح ہمین کمزوریون اور بیماریون سے نہین بچا سکتی اسی طرح مقتضیات فطرت کی قید سے بھی آزاد نہین کر سکتی۔ ان اعتبارات سے روی زمین کے کل انسان مساوی الحیثیت ہین۔ ہم خواہ وحشی ہون خواہ تہذیب یافتہ لیکن اس سے ہم کو کسی طرح مفر نہین کہ ہماری فطرت فنا اور بقا کی اُن حقیقتون کو جن سے زیادہ معظم بالشان اور قلب کو مرعوب کرنے والی حقیقت اور کوئی نہین ہو سکتی ایک نہ ایک وقت ہمارے سامنے پیش کر کے رہتی ہے۔

---

[1] معرکۂ مذہب و سائنس صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳

(۴۳)

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ ءَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا۔ (سورۂ مریم)

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ (سورۂ یسین)

ترجمہ۔ اور آدمی کہتا ہی کہ کیا جب مین مرجاؤنگا تو پھر (دوبارہ) جلاکر نکالا جاؤنگا کیا اس آدمی کو اتنہ شعور نہین کہ جب پہلے وہ کچھ نہ تھا ہمنے اُسکو پیدا کردیا۔

اور ہمارے لیے مثال لاتا ہی اور اپنی خلقت بھول گیا اور کہا کون جلائیگا ہڈیون کو جب وہ سڑگل گئی ہون کہدے وہی اُسے جلائیگا جسنے اُسکو پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر شئے پر دانا ہی۔ وہی جسنے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ نکالی پس ناگاہ تم اُس سے تاپتے ہو

حشر و نشر انسان اگر اپنی خلقت پر غور کرے تو معاد کے یقین کا راستہ صاف نظر آتا ہی۔ تم باب اول سلولر تھیوری (مسئلہ بیوت) مین پڑھ آئے ہو کہ کسطرح پروٹوپلیزم (مادالحیات) مدارج ارتقا طے کرکے ''احسن تقویم'' کے درجہ پر پہونچگیا۔ اب فرض کرو کہ ہم کئی لاکھ برس قبل مسیح سمندر کے کنارے کھڑے ہوے اموبا (پہلا جانور) کا تماشا دیکھ رہے ہین کیا اسوقت کسی طور سے بھی یہ خیال ہوسکتا تھا کہ ایک دور ایسا بھی آئیگا جب انیسوین صدی مین اس ناچیز وحقیر کا حشر ڈارون کی شکل مین نظر آئیگا مگر اس عجیب و غریب حشر یعنی ''نشاۃ الاولی'' کو ہمنے سائنس کی خردبین سے دیکھ لیا اب آیندہ کے واسطے کیون آنکھ بند کرلین اور کیون نہ غور کرین۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ (سورۂ واقعہ) اور تحقیق تمنے پہلی پیدایش جان لی پھر کیون نہین سوچتے

سچ پوچھو تو پروٹوپلزم کا اس بے انتہا کاوش و کاہش کے بعد ڈارون بن جانا اس سے لاکھ درجہ مشکل تھا کہ اب جبکہ کارخانہ جا جمایا ہی ایک دوسری شکل مین ڈارون اپنا دراک کا اصلی مزہ چکھ لے۔ کیون نہین

وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ (سورۂ روم)

اور وہی ایسا ہے جس نے مخلوق کی ابتدا کی پھر اسکا اعادہ کریگا (دوبارہ پیدا کریگا) اور یہ اُسپر آسان ہے۔

لیکن افسوس باین ہمہ وسعت معلومات ان مدعیان علم کی یہ حالت ہے۔

بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ (سورۃ النمل)

بلکہ انکا علم مختلف ہو گیا آخرت میں بلکہ وہ شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے نابینا ہیں۔

کچھ نہیں جسطرح انتخاب طبعی کی بنا پر وہ افراد جنمین کوئی نمایان تفوق تھا اور جو ماحول کے اثر سے کشمکش حیات مین غالب آکر "بقای اصلح" کے لقب سے ملقب ہوے اُسی طرح وہ نفوس جو حسنات کے حول مین تقوے کے امتیازی نشان سے فائز ہوکر "قلبِ منیب"[1] کے جدید اکتساب سے "نشاۃ الاخرے" کے عالم مین داخل ہوے وہی بازی لیجائینگے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (سورۂ والشمس) بیشک کامیاب ہوا جسنے پاک کیا نفس کو اور بیشک نامراد ہوا جسنے گندہ کیا اُسے

اقوال خمسہ ضرورت ہے کہ ہم یہان اُن اقوال کو جو معاد کے متعلق بیان کیے گئے ہین درج کردین۔

شرح مواقف مین لکھا ہے کہ معاد کے مسئلہ مین جو اقوال کہے جاسکتے ہین وہ صرف پانچ ہین۔

(۱) صرف معاد جسمانی کا ثبوت اور یہ اُن اکثر متکلمین کا مذہب ہے جو نفس ناطقہ کا انکار کرتے ہین۔

(۲) صرف معاد روحانی کا ثبوت یہ مذہب فلاسفۂ الٰہیین کا ہے۔

(۳) ان دونون مین سے کسی کا ثبوت نہین۔ فلاسفۂ طبیعیین مین سے قدما کا یہی مذہب ہے۔

(۴) بالکل سکوت اختیار کرنا یہ مذہب جالینوس سے منقول ہے اسکا قول ہے کہ مجھکو یہ نہین ثابت ہوتا کہ نفس آیا مزاج ہے تو موت کے وقت معدوم ہوجائیگا تو اسکا اعادہ نا ممکن ہوگا یا وہ ایک جوہر ہے جو بدن کے خراب ہونے پر باقی رہتا ہے اس حالت مین معاد بھی ممکن ہوگی۔

(۵) دونون کا ثبوت (یعنی جسمانی و روحانی) اور یہی اکثر محققون کا مذہب ہے مثلاً حلیمی۔ غزالی

---

[1] اشارہ ہے اس آیت پاک کی طرف مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِۣ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ (جو ڈرا رحمن سے غیب پر اور رجوع کرنے والا دل لایا داخل ہو تم جنت مین سلامتی کے ساتھ یہ دن ہمیشہ رہنے کا ہے) (سورہ ق) ۱۲

راغب ۔ ابوزید البلخی ۔ معمر (جو کہ قدیم معتزلیون مین سے ہی) اور عموماً متاخرین شیعہ اور اکثر صوفیون کا یہ لوگ کہتے ہین کہ انسان حقیقت مین صرف نفس ناطقہ کا نام ہی وہی مکلف ہی وہی عاصی و مطیع ہی اُسی پر ثواب عذاب ہوتا ہی اور بدن تو بجاے ایک آلہ کے کام دیتا ہی۔ جسم خراب ہو جاتا ہی۔ پھر بھی نفس باقی رہتا ہی۔ پس جب خدا قیامت کے دن مخلوقات کو اُٹھانا چاہیگا تو ہر ایک روح کے لیے ایک مخصوص جسم بنا دیگا جس سے روح کا تعلق ویسا ہی ہوگا جیسا کہ دنیا مین تھا"

اس پانچوین قول کی تائید شاہ ولی اللہ نے بھی اپنی تصانیف مین کی ہی مگر جسم کے ساتھ "نسمہ"[1] کی اصطلاح قائم کی ہی۔ لکھتے ہین۔

فلا یکون تلک الحیوۃ مبتدءۃ بل التکمیل لما فیھا مجازاۃ فیتصعد تلک الاجساد الی ھیئۃ نسمیۃ وتدخل فی حوادث الحشر (تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۳۸۸)

بس یہ زندگی کوئی ابتدائی زندگی نہوگی بلکہ اُسی کی تکمیل کے لیے ہوگی جو اُن مین ہی بطور بدلا دینے کے پھر جسم ایک ہیئت نسمیہ مین اوپر کو چڑھینگے اور حشر کے واقعات مین داخل ہونگے۔

کچھ شک نہین کہ قول پنجم صراط مستقیم ہے بشرطیکہ جسم یا نسمہ یا کوئی اور اصطلاح سے ایک ایسی صورت مراد ہو جو اجمالی طور پر تو مفہوم ہو سکے مگر اُسکی کیفیت مجہول رہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہی۔

وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ (سورہ واقعہ) اور ہم تمکو پیدا کرین اُس صفت مین جسکو تم نہین جانتے۔

بیشک ہم جانتے نہین کہ کس صورت مین دوبارہ اُٹھائے جائینگے لیکن نشاۃ الاولیٰ کی کھلی ہوئی شہادتون سے اتنا سمجھ سکتے ہین کہ ہم کسی نہ کسی طرح مین اُٹھائے ضرور جائینگے پس یہی صراط مستقیم ہے جو یہود کے "دورِ مسیحا" اور نصاریٰ کی "رجعت مسیح" کے افراط اور طبیعین اور منکرین معاد کی تفریط کے درمیان سے گذر کر سیدھی منزل مقصود تک چلی گئی ہی۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ مین لکھا ہی کہ تمام حیوانات مین بسبب اختلاط اخلاط کے قلب مین بخار لطیف پیدا ہوتا ہی جسکو حرارت غریزی کہتے ہین اُسی سے حیوان کی زندگی ہی جب تک وہ پیدا ہوتا رہتا ہی حیوان زندہ رہتا ہی جب اسکا پیدا ہونا بند ہو جاتا ہی حیوان مرجاتا ہی اسکی مثال ایسی ہی جیسے گلاب کے پھول مین نمی یا کوئلے مین آگ (سائنس کی مثال الکٹرسٹی یا کھربائیت ہی) مگر بخار متولدہ من الاخلاط روح نہین ہی بلکہ مرکب روح یا نسمہ ہی جو روح کو اس سے متعلق ہونے کے لیے مادہ ہی۔ پس روح اس نسمہ سے متعلق ہوتی ہی اور بذریعہ اس نسمہ کے جسم سے ۱۲

(۴)

یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ کَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ یُنَبَّؤُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ۔ (سورۂ قیامہ)

ترجمہ۔ پوچھتا ہی کہ قیامت کا دن کب ہوگا۔ جب آنکھیں پتھرا جائین اور چاند بے نور ہوجائے اور سورج اور چاند جمع کیے جائین (اُسدن) آدمی کہے آج کہان جای فرار ہے۔ کچھ نہین بچاؤ نہین ہی۔ تیرے رب کی طرف آج جای قرار ہی۔ جان لیگا آدمی کہ اُسنے کیا آگے بھیجا ہی اور کیا پیچھے چھوڑا ہی بلکہ آدمی اپنی جان پر خود شاہد ہی اگرچہ اپنے عذر پیش کیا کرے

قیامت آدمی پوچھتا ہی کہ قیامت کب آئیگی۔ غافل جب تیری آنکھین پتھرا گئین نبضین چھوٹ گئین اور دم نکل گیا تو تیری قیامت تو آگئی اب آسمان اور اسکے نورانی اجرام زمین اور اسکے دلفریب اصنام باقی رہے تو تجھے کیا۔ تیرا آسمان پھٹ پڑا اور تیری زمین پانون تلے سے نکل گئی اب تو ہی اور تیرا نفس۔ تیری نیکی اور بدی خود تجھی پر روشن ہی۔ سچ ہے

من مات فقد قامت قیامتہ — جو مرگیا تحقیق اسکی قیامت قائم ہوگئی

نادانو اگر تمکو قیامت کا یقین نہین ہی تو یہ موت کی قیامت جسکو تم اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہو کیا کم ہی۔ مگر نہین۔ تم سے کہا گیا کہ چاند مین پہلے مخلوقات تھی مگر اب ویران ہے بعض کواکب جو کرۂ زمین سے بھی بڑے تھے منتشر ہوگئے اور کرون مین جا ملے۔ بہت سے ثوابت اور سیارے ضبابۃ النجوم کے متلاطم آتشین سمندر سے طوفان کی طرح اُٹھے اور امواج کیطرح فضاے کائنات کے ساحل سے ٹکرا کر رہگئے۔ تم نے یہ سب سراپا حیرت داستان سنی اور یقین کرلیا لیکن کیا قیامت ہی کہ اگر تمھارے سامنے یہ دل ہلادینے والی آیت پڑھی جائے

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ — اور صور پھونکا جائیگا تو جو آسمان مین ہین اور جو زمین مین ہین

فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ	سب بیہوش ہو جائینگے مگر جنکو اللہ چاہے پھر دوبارہ
اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ وَاَشْرَقَتِ	صور پھونکا جائیگا تو یکایک وہ دیکھتے کھڑے ہونگے اور
الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا وَوُضِعَ الْکِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ	زمین اپنے مالک کے نور سے چمک اٹھیگی اور اعمالنامہ سامنے
وَالشُّھَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَھُمْ	رکھا جائیگا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائینگے اور انصاف
لَا یُظْلَمُوْنَ (سورۃ الزمر)	کے ساتھ انکا فیصلہ ہوگا اور انپر ظلم نہوگا۔

تو کس ڈھٹائی سے کہتے ہو کہ مَا اَظُنُّ السَّاعَۃَ قَآئِمَۃً (یعنی گمان نہیں کرتا کہ قیامت آئیگی۔)

کیا اسوجہ سے کہ سائنس کے جدید مصطلحات کے عوض مذہب کے قدیم لغات کا استعمال ہوا ہے اسلیے یقین نہیں آتا۔ لیکن کچھ سمجھے بھی کہ یہ خطا کسکی ہے ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

(۵)

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی (سورۃ والنازعات)

ترجمہ لیکن جسنے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو اختیار کیا پس بیشک دوزخ اُسکا ٹھکانا ہے لیکن جو ڈرا اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا پس بیشک جنت اُسکا ٹھکانا ہے

بہشت و دوزخ کسی کا قول ہے کہ انسان کا دل گھڑی کے پنڈلم (لنگر) کی طرح ہر وقت تبسم اور آہ کے مابین حرکت کیا کرتا ہے۔ یہ کچھ شک نہیں کہ انسان کے تمام تعلقات کا ملخص رنج یا راحت کا احساس ہے اور یہی وہ ایسے جذبات ہیں جو برانگیختہ کرنیوالے واقعات اور خارجی تعلقات کے منقطع ہوجانے کے بعد بھی سایہ کی طرح ساتھ رہتے ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ جسم کے تمام اجزا فنا ہوجاتے ہیں اور بالکل ایک نیا جسم پہلے جسم کے مشابہ پیدا ہوتا رہتا ہے لیکن اجزاے جسم کے ساتھ کاش ان گذشتہ جذبات کا احساس بھی بدل جاتا مگر نہیں خارجی تعلقات

منقطع ہوجائین اور وہ جسم بھی جسکا اسوقت ان جذبات سے بلا واسطہ تعلق تھا فنا ہو جائے لیکن قلب انسانی کی دنیا مین برق تبسم کی چمک اور درد و آہ کی سیاہی مٹائے نہین مٹتی جب قلب انسانی کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہی تو بہشت تبسم اور دوزخ آہ نمونہ خود ہم مین موجود ہی اور ہم اسکو اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین۔ ایک طرف

وان جھنم لمحیطۃ بالکافرین۔ اور بیشک دوزخ نے کافرون کو ہر طرف سے چھالیا ہی۔[۱]

کا روح فرسا عالم اور دوسری جانب

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون سنتا ہی بیشک وہ خدا کے دوست ہین انھین نہ کچھ خوف ہی نہ غم

کا دلکش منظر روزن قلب سے صاف نظر آرہا ہی۔ لیکن اگر تمکو بیداری مین نظر نہین آتا تو خواب کے عجائبات پر غور کرو۔ علم النفس کے ماہرین نے کہا ہی کہ خواب مین انسان معمولی باتون کو عجیب و غریب شکلون مین دیکھتا ہی مثلاً اسکا بستر نم ہو گیا تو وہ خواب مین دیکھتا ہی کہ مین دریا مین تیر رہا ہون کبھی تنفس کے مد و جزر سے یہ سمجھتا ہی کہ ہوا مین اڑ رہا ہون۔ کبھی اسکے کان کے قریب ایک گھنٹی بجے تو دیکھتا ہی کہ لڑائی کا میدان گرم ہی اور توپین چل رہی ہین۔ ان عجائبات کے علاوہ زیادہ تر ایسا ہوتا ہی کہ قوت متخیلہ اندرونی جذبات کو دلفریب شکلون یا ہولناک تصویرون مین پیش کرتی ہی اور سونے والا باغ و بہار شجر و انہار و کژدم اور موذی جانورون کو دیکھکر رنج و راحت کا احساس کرتا ہی حالانکہ پاس والون کو اسکی اس کیفیت کی مطلق خبر نہین۔ غرض کہ خواب کیا ہی؟ ایک طلسمات کا عالم ہی اب اسی پر واقعات مابعد الموت کی رنج یا راحت کا قیاس کرلو۔ اور پھر خیال کو وسعت دیکر اس بیداری کے عالم کا تصور کرو جو خواب مرگ کے بعد پیش ہونے والا ہی۔ اُسوقت رنج و راحت کا عالم یعنی بہشت اور دوزخ اپنے اصلی رنگ مین نظر آئینگے۔

---

[۱] امام غزالی رح اپنی تفسیر جواہر القرآن مین لکھتے ہین کہ خدا نے یہ نہین کہا کہ دوزخ آیندہ محیط ہو جائیگی بلکہ ابھی اسیوقت محیط ہو۔ اسیطرح لترون الجحیم کی تفسیر کی ہی ای ان الجحیم فی باطنکم (یعنی دوزخ تمھارے اندر موجود ہی) ۱۲

فکشفنا عنک غطاءک فبصرک اليوم حديد (سورۂ ق) — اور ہمنے تجھسے تیرا پردہ اٹھادیا پس آج تیری نظر تیز ہے (آنکھیں کھل گئیں)

انتباہ اس فریب مین نہ آنا کہ بہشت اور دوزخ کی تصویر چونکہ محسوسات کے رنگ مین کھینچی گئی ہے اسلیے محض خیالی ہے۔ انسان فطرۃً صرف انھین چیزون کو سمجھ سکتا ہے یا انھین کا خیال اسکے دل مین آسکتا ہے جو اُسنے بذریعۂ حواس محسوس کی ہین لیکن چونکہ قانون ارتقا کے مطابق کوئی چیز یکایک نہین پیدا ہوتی اسلیے ممکن نہین کہ "نشاۃ الاخری" کی رنج و راحت کی تصویر کھینچنے مین موجودہ محسوسات کا رنگ نہ آئے ؎

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام — بنتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر
ہرچند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو — بنتی نہین ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

(غالب)

اس مطلب کی توضیح علامۂ ابن تیمیہ نے خوب کی ہے۔ فرماتے ہین

ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ اخبرنا بما وعدنا بہ فی الدار الآخرۃ من النعیم والعذاب واخبرنا بما یوکل ویشرب وینکح ویفرش اوغیر ذلک فلولا معرفتنا بما یشبہ ذلک فی الدنیا لم نفہم ما وعدنا بہ ونحن نعلم مع ذلک ان تلک الحقائق لیست مثل ہذہ حتی قال ابن عباس رضؓ لیس فی الدنیا مما فی الجنۃ الا الاسماء۔

(رسالہ فی شرح حدیث النزول)

خدانے آخرت مین جس راحت وعذاب کا ہمسے وعدہ کیا ہے اسکی خبر اور نیز اُن چیزون کی خبر دی جو کھائی۔ پی۔ صحبت کی۔ اور بچھائی جاتی ہین وغیرہ وغیرہ۔ لہذا جن چیزون کا وعدہ ہوا ہے اگر دنیا مین بھی انھین سے ملتی جلتی ہوئی چیزون کا ہمکو علم نہوتا تو ہم ان وعدون کو سمجھ ہی نہ سکتے۔ باایںہمہ ہم یہ بھی جانتے ہین کہ یہ واقعات ایسے ہی نہین ہین (جیسے دنیا مین نظر آتے ہین) حتے کہ حضرت ابن عباس رضؓ کا قول ہے کہ بہشت مین جو چیزین ہین ان مین سے دنیا مین کوئی چیز بھی نہین ہے اگر ہے تو صرف نام ہے۔

اسمین کچھ شک نہین کہ انسان کے سمجھنے کے واسطے بہشت و دوزخ کا بیان جب تک
کہ اُسی کے محاورہ اور بول چال مین نہو حاصل ہی البتہ یہ امر ملحوظ رہیگا کہ وہ بیان اسکی فطرت
کے مطابق سچا اور موثر ہے یا نہین۔ تم اوپر پڑھ آئے ہوکہ رنج و راحت یعنی بہشت اور
دوزخ کی تصویر ہر مذہب نے کھینچی اور اُس مذہب نے بھی جو "خود را فضیحت و دیگران را نصیحت"
کا مصداق ہے یعنی دین عیسوی۔ حضرت عیسےٰ نے جو کچھ معاد کے متعلق بیان فرمایا تھا
وہ توراۃ کے عقائد تھے لیکن فرض کرلو کہ آپ نے بالکل نئی باتین بتائین۔ لیکن وہ
ہین کیا؟ بس یہی نہ کہ "۱۲ تخت بچھائے جائینگے اور انگور کی شراب پیجے کو ملیگی
اور بدکار جہنم کی آگ مین جلینگے"۔ آخر محسوسات کے پھندے مین پھنسے یا نہین
اور کیونکر نہ پھنستے انسانی محاورہ کے سوا اور کہہ کیا سکتے تھے مگر ہمکو اس سے بحث نہین
روحانیت کے مدعی عیسائیون نے جب خدا کا بیٹا اور بی بی تک یقین کرلیا تو انگور
کی شراب اور مکاشفات یوحنا کی طلسمی داستان کا کیا مضایقہ ہے۔
افسوس تعصب نے پردہ ڈال دیا ہے اور نافہمون نے خلق خدا کو خدا کا کلام
سننے سے بہکا دیا ہے۔ بہشت اور دوزخ کا بیان جس فصیح و بلیغ پیرایہ مین
قرآن مجید مین مذکور ہے وہ تمام انسانون کے واسطے خواہ وہ گیلی کے راہ گیر
ہون خواہ عرب کے چرواہے۔ خواہ ہند اور یونان کے حکما ہون خواہ یورپ اور
ایشیا کے فرمانروا یکسان ترغیب اور ترہیب کا باعث ہے۔ اگر دوزخ کے
آلام کی تفصیل محسوس تشبیہون مین بیان ہوئی ہے تو حقیقت کو بھی کسی بلیغ
پیرایہ مین ادا کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ۔ آگ اللہ کی بھڑکائی ہوئی ہے جو دلون پر پہونچ جاتی ہے۔

اسی طرح بہشت کی نعمتون کی تصویر اگر محسوس لذات کے پیرایہ مین کھینچی ہے تو

کس فصیح و بلیغ پیرایہ میں حقیقت سے پردہ اُٹھا دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون (سورۂ سجدہ)

کوئی نفس نہیں جانتا کہ آنکھیں ٹھنڈی کرنیوالی نعمتوں کے کیا اسکے لیے چھپا کر رکھا گیا ہے جو انکے (نیک) کاموں کا بدلا ہے

یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ کی سند سے روایت کی ہے

قال اللہ تعالی اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیز تیار کی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی انسان کے دل میں بھی اسکا خیال گذرا۔

ختم شد حصہ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس پُر آشوب زمانہ مین جب تمام عالم مین احساس مذہبی کم ہو رہا ہی اور عین دستگیری کی ضرورت کے بجاے طرح طرح کے حملے مذہب پر ہو رہے ہین نئی روشنی کا علم عالمگیر ہو رہا ہی پُرانی تحقیقات کے علما کچھ تو حوادثات عالم ممات کے نذر ہوے جو باقی ہین اُمین ایک حصہ تسبیح و عزلت مین گویا روپوش ہین اور اب جو باقی ہین وہ نئے علم و زبان سے ناواقف ہین پھر اُنکی کون سنتا ہی اور بعض صرف شہرت و نام کے ہین عالم کا رُجحان راستی سے ایسا ناآشنا ہو رہا ہے کہ عموماً دیکھا جاتا ہی کہ ایک مقولہ کسی معتبر بزرگ دین کا ایسا اچھا نہین دیکھا جاتا ہی جو کسی یورپین کی زبان سے ضعیف پیرایہ مین بھی مقبولیت کا اعلےٰ درجہ پا سکتا ہی اکثر حضرات نے نئی روشنی کے مذاق سے تحریری خدمت کی ہی مثلا پردہ یا تعلیم نسوان کی بحث مگر اس مسئلہ کو اسقدر اہمیت سے تعلق نہین ہی البتہ اسوقت مین جن حضرات کی توجہ کی ضرورت ہی وہ ایسے ہی با خدا مخلص ہین جیسے ہمارے مکرم مولوی سید نواب علی ایم - اے - (جنکو خدا تعالی نے علاوہ لذات علوم ظاہری کے باطنی حلاوت سے بھی مالامال فرمایا ہی اور جو بفضلہ تعالی روح کی لطافت اور مادہ کی حقیقت کافی طور پر سمجھ سکتے ہین) اور ایسے ہی خدمت کی آپ سے جیسی تھی جیسا آپنے کتاب معارج کے ذریعہ سے کی اسکی تعریف میری زبان سے گویا چھوٹا موُنھ اور بڑی بات ہوگی ورنہ فی الحقیقت یہ کتاب اپنی آپ مثال ہی بلکہ زمانہ مین امام حجت کا کام دیگی اللہ تعالی قبول فرمائے اور ہمارے محترم دوست کو جزای خیر بخشے - (آمین)

محمد عبد الاحد کسمنڈوی عفی عنہ